ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناول

ناولٹ

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتہ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: ایشا خان...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: جنید خان

افسانہ

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ای میل info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کا پیغام دے کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جو یتیم پر رحم کرتا ہو اس سے نرم بات کرتا ہو اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر ترس کھاتا ہو اور اللہ نے جو چیزیں اسے (دوسروں سے) زیادہ عطا فرمائی ہوں ان کے ذریعے اپنے پڑوسی پر زیادتی نہ کرتا ہو، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرتا جس کے قریبی رشتہ دار اس کی صلہ رحمی کے محتاج ہوں اور وہ صدقہ کا مال دوسروں پر خرچ کرے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو رحمت کی نظر سے دیکھے گا بھی نہیں۔" (طبرانی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مارچ ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ آپ کو کیسے مخاطب کروں، ملک میں اور خصوصاً کراچی میں امن وامان کی جو صورت حال ہے وہ چپ بھی نہیں رہنے دے رہی اور بولا بھی نہیں جا رہا۔ ہم اپنے پیاروں کے لہو کو کس کے ہاتھوں پر تلاش کریں جاں بحق ہونے والے کسی قوم قبیلے کے افراد ہوں، چاہے کسی فرقہ مذہب کے ماننے والے ہوں وہ سب کے سب پاکستانی ہیں ہمارے بھائی ہیں، کسی کے ناحق قتل کی تو ہمارا مذہب بھی کسی کو اجازت نہیں دیتا یہاں تک کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو بھی ناحق قتل نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ مسلمان کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرے اسلام میں بے گناہ کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل کہا گیا ہے ایسے تمام افراد جو مذہب اور مسلک کے لوگوں کو قتل کررہے ہیں انہیں ایسا کرنے کی اجازت کس نے دی ہے، کیا ایسے مذہبی جنونیوں کو خود بھی موت کا سامنا نہیں کرنا کیا انہیں اپنے رب کے سامنے کبھی پیش نہیں ہونا جس کام کو وہ دین کی خدمت سمجھ کر ادا کررہے ہیں کیا وہ کام ان کے لیے آخرت کی دائمی زندگی میں جنت کی راحت کا باعث بن سکے گا یا حکم الٰہی اور قرآن کریم کے مطابق جہنم کی آگ کا سبب بنے گا۔ ایسے تمام اسلام فروشوں کو سمجھنا چاہیے کہ وہ جن بے گناہوں کا قتل عام کررہے ہیں دراصل وہ اپنی کم نہی کے باعث مارے جانے والوں کو شہید کرکے ان کے لیے جنت اور اس کی راحت کا بندوبست کررہے ہیں اور خود اپنے لیے گھناؤنے اعمال کے باعث دوزخ کی آگ خرید رہے ہیں۔ خدارا انہیں دوسرے بے گناہ لوگوں پر رحم نہیں آتا تو نہ آئے کم از کم خود اپنے آپ پر تو رحم کھائیں۔ اپنی آخرت کی دائمی زندگی پر تو رحم کریں، ذرا سوچیے سمجھیے ابھی بھی وقت ہے اور توبہ کے دروازے ابھی کھلے ہیں پھر شاید موقع نہ ملے۔ میں تمام بہن بھائیوں سے معذرت خواہ ہوں کہ اس بار میں ملک کی حالت کے باعث اپنی قلبی کیفیت پر قابو نہ پاسکی اور آپ سے باتیں کرنے کے بجائے ان قاتل ہاتھوں کو روکنے کی استدعا کرتی ہوں اللہ ہمارے وطن عزیز کی ہمارے شہروں کی حفاظت فرمائے آمین۔

سال گرہ نمبر

آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا، بہنیں نوٹ فرمالیں ان شاء اللہ تعالیٰ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ سالگرہ نمبر کو بہتر سے بہتر کرکے آپ تک پہنچایا جائے اور اس سالگرہ نمبر کو ایک شاہکار بنایا جائے۔ جس میں آپ آنچل کی نامور لکھاری بہنوں کی تحاریر پڑھ سکیں گی اور بہت سی تبدیلیاں بھی کی جارہی ہیں جو آپ کے لیے خوش گوار ثابت ہوں گی۔ بہنیں اپنی کاپیاں جلد از جلد مختص کرالیں۔

اس ماہ کے ستارے

"جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی اور "دکھی رتوں کا ملال" سدرۃ سحر عمران کے مکمل ناول۔

"تم سے محبت ہوگئی ہے" عائشہ نور محمد کا شاہکار ناول۔

"مجھے ہے حکم اذاں" "ام مریم اور "میرا ھمنوا" سمیرا غزل کے بہترین ناولٹ۔

"سجدہ شکر" عائشہ خان "دیر لگی آنے میں" نزہت جبین ضیاء اور پہلی بار شریک محفل ہیں "یہ جنون ہے راہ عشق کا" کے ساتھ عظمیٰ شاہین رفیق کے افسانے۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

دنیا کو حسیں خواب بنایا ہے خدا نے
اک گوہرِ نایاب بنایا ہے خدا نے

جینے کے لیے کی ہیں عطا دھڑکنیں دل کو
آنکھوں کو بھی پُرآب بنایا ہے خدا نے

نہ جبرِ مسلسل سے کرو مجھ کو پریشاں
مجھ کو بھی تو احباب بنایا ہے خدا نے

ہر دل کو میسر ہیں کہاں وصل کے لمحات
ہر دل کہاں نایاب بنایا ہے خدا نے

غلبہ کیے رہتی ہیں خزاؤں پہ بہاریں
گلشن کو بھی شاداب بنایا ہے خدا نے

صد شکر کہ بے کار نہیں ہوں کہ مجھے بھی
تیرے لیے گرداب بنایا ہے خدا نے

نیّر میں ہوں خاک کہ کوئی شک نہیں اس میں
دل کو میرے مہتاب بنایا ہے خدا نے

(نیر رضوی ..... کراچی)

نعت

آپ ﷺ خیر الوریٰ آپ ﷺ شاہِ امم
محترم محترم محتشم محتشم

آپ ﷺ کا مرتبہ مصطفیٰ مجتبیٰ
لوحِ محفوظ پر ہے ازل سے رقم

آپ ﷺ آئے تو تکمیلِ خلقت ہوئی
عین ہستی ہوا جس قدر تھا عدم

آپ ﷺ کے دَم قدم سے ہے آراستہ
اخروی انجمن ہو کہ بزمِ قدم

آپ ﷺ اول نبی ﷺ آخری بھی نبی ﷺ
دونوں عالم میں رحمت، لقب ذی حشم

آپ ﷺ اُمی لقب، لائے اُمّ الکتب
علم کا شہر بن کر خدا کی قسم

آرزو ہے یہی قلبِ مختار میں
آپ ﷺ کی نعت کرتا رہے وہ رقم

(مختار اجمیری)

درجواب آں

مدیرہ

سباس گل...... رحیم یار خان

ڈیئر سباس! ہمیشہ گلوں کی طرح مہکتی رہو آپ کا محبتوں اور چاہتوں سے بھرپور خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کاغذ و قلم سے ایک مرتبہ پھر رشتہ استوار کرنے پر ہم بھی خوش ہیں۔ "یہ جو عشق ہے" بہت جلد آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گا۔ البتہ آپ کی ارسال کردہ تحریر "مجھے پاگل کردو" کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ کہانی حقیقت سے دور ہونے کے باعث اپنی جگہ نہ بناسکی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

ڈیئر شمیم! سدا خوش رہیں آپ کی علالت کا سن کر بہت افسوس ہوا اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کے ناول "شیشہ دل پہ لکھا تیرا نام" کی اقساط ہمیں موصول ہوگئی ہیں آپ جلد از جلد اس کا اختتام کرکے ہمیں ارسال کردیں جگہ کی کمی کے باعث طویل ناول شائع کرنے سے قاصر ہیں۔ امید ہے آپ تعاون کرتے ہوئے ساتویں حصے میں اس کا اختتام کرکے ارسال کردیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مدیحہ عدنان...... لاہور

پیاری مدیحہ! سدا مسکراتی رہو آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ آپ کی علالت کا سن کر دل سے بے ساختہ دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آپ کے والد گرامی کے انتقال پر ملال کا سن کر بے حد افسوس ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ تمام قاری بہنوں سے گزارش ہے کہ مدیحہ کے والد محترم کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

فریدہ جاوید فری...... لاہور

پیاری فریدہ! سدا ہنستی مسکراتی رہو آپ کو اپنے شعری مجموعہ "پانچواں موسم" اور مجموعہ ناول "لمحہ لمحہ ہوجائے" کی اشاعت و کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔ ہم دل سے آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں کہ آپ یونہی ترقی کی منازل طے کرتی رہیں اور اپنے خوب صورت جذبات و احساسات کو لفظوں کا پیراہن دے کے ہمیں اپنی نگارشات سے مستفید کرتی رہیے۔

شگفتہ خان...... بھلوال

پیاری شگفتہ! سدا مسکراتی رہو ایک مرتبہ پھر آپ نے ہماری خاطر کاغذ و قلم سے رشتہ جوڑا اور ہمارے لیے وقت نکالا بہت اچھا لگا۔ والد گرامی کے بارے میں آپ کے جذبات و احساسات پڑھ کر دلی مسرت ہوئی۔ اسی لیے تو بیٹی کو اللہ کی طرف سے رحمت کہا گیا ہے۔ قابل فخر ہے آپ کی محبت۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ صدر

فاطمہ ڈیئر! سب سے پہلے تو اتنے اچھے نمبروں سے امتحان میں کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب و کامران کرے آپ کی تحریر ہمیں مل گئی ہے کہانی اور انداز تحریر دونوں ہی متاثر کرنے میں کامیاب رہے۔ لیکن طوالت کے پیش نظر آنچل میں سما نہیں رہی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اسی کہانی کو افسانے کے انداز میں لکھ کر بھیج دیں یا پھر اپنی کوئی اور کاوش ارسال کردیں۔ جہاں تک نظم اور نعت کی بات ہے تو باری آنے پر ضرور شائع ہوجائے گی اور ہاں کہانی ان گزارشات کو سامنے رکھ کر لکھیے گا جو "درجواب آں" کے آخر میں دی گئی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عابدہ سبعین...... ملتان

پیاری عابدہ! سدا خوش رہو آپ کی ساس کے انتقال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

نادیہ کامران...... کہوٹہ، سنگوٹ سیداں

ڈیئر نادیہ! خوش رہو اپنی ننھی سی جان پر غصہ کرکے ظلم نہ کریں۔ آپ کا تعارف ہمیں موصول ہوگیا ہے باری آنے پر ہی شائع ہوگا آپ سے پہلے جن بہنوں نے ہمیں تعارف بھیجا انہیں بھی آپ ہی کی طرح اتنا انتظار کرنا پڑا۔ آپ امید کا دامن تھامے رکھیے جہاں تک بات ہے شاعری کی آپ اپنی شاعری ہمیں ارسال کردیں شعبے والے ہلکی پھلکی اصلاح کرکے شامل اشاعت کردیتے ہیں بشرطیکہ معیاری ہو امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

رعیشاء خان...... ملتان

اچھی رعیشاء! خوش رہو آپ نے ہمت کرکے محفل میں شرکت کرہی لی ہے تو تھوڑا صبر بھی رکھیے آپ کی کہانی ہمیں موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کے آپ کو رائے سے آگاہ کردیں گے۔ آپ کی شاعری شعبے میں بھیج دی ہے۔ سمیرا شریف، نازیہ کنول نازی، عشناء کوثر سردار، نمرہ احمد، فائزہ افتخار ہاجرہ، طلعت اور اقرا صغیر احمد کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں امید ہے آپ مطمئن ہوگئی ہوں گی۔

شازیہ فاروق...... رحیم یار خان

اچھی شازیہ! پھولوں کی طرح مسکراتی رہو آپ کی عزیز از جان دکھیلی فوزیہ کی وفات کا افسوس ہوا۔ سمجھ سکتے ہیں آپ نے کن حالات کا سامنا کیا نجانے کیوں بے حسی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ لوگوں کو احساس نہیں کہ دوسری کتنی تکلیف سے ہے آپ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں۔ ہم دل سے آپ کے لیے دعا گو ہیں اللہ آپ کی تمام مجبوریاں و پریشانیاں دور کرے اور آپ کو صبر و استقامت عطا فرمائے آمین۔ جہاں تک تعلق ہے آپ کی تحریر کا تو ہم معذرت خواہ ہیں آپ کو ابھی کافی محنت کی ضرورت ہے آپ بڑے رائٹرز کی کہانیاں بغور پڑھیں اور اپنا انداز تحریر درست کریں۔ آنچل آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔

سلطانہ بانو...... تحصیل شاہ کوٹ

پیاری سلطانہ! مسکراتی رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ اپنی کم عمری میں لکھنے کا حوصلہ رکھتی ہیں۔ آپ قدم بڑھاتی رہیے آنچل لحہ بہ لحہ آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے آپ کے ساتھ ہے۔ مگر پہلے پڑھائی پر پوری توجہ دیں۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے ابھی پڑھی نہیں ہے، بہت جلد آپ کو رائے سے آگاہ کردیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شہناز اقبال...... کہروڑ پکا، ضلع لودھراں

ڈیئر شہناز! سدا ہنستی رہو آپ نے تمام نگارشات ہمیں ایک ہی صفحے پر ارسال کردیں جس کی وجہ سے وہ ضائع ہوگئیں۔ آپ آئندہ ہر سلسلے میں شرکت کے لیے الگ صفحے کا استعمال کیجیے گا۔ امید ہے آپ آئندہ خیال رکھیں گی۔ خوش رہیے آپ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کریں جنہوں نے ہمیں اپنی دعاؤں سے نوازا۔

کنیز ماحی...... بھیرہ

پیاری کنیز! خوش رہو آپ کی تحریر ابھی پڑھی نہیں گئی ہے اور پڑھے بنا ہم کوئی رائے نہیں دے سکتے آپ تھوڑا انتظار کیجیے جہاں تک بات ہے شاعری کی تو اس کا فیصلہ شعبے والے ہی کرتے ہیں آپ امید کا دامن تھامے رکھیے امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

ربیعہ اسد اور بٹ...... فیصل آباد

ڈیئر ربیعہ! سدا ہنستی رہو کافی عرصے بعد آپ کی آمد بھلی لگی اب باقاعدگی سے حاضری لگواتی رہیے گا۔ آنچل آپ کا اپنا ہی ہے اس کے کسی بھی سلسلے میں شرکت کے لیے آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں آپ جب چاہیں شامل ہوسکتی ہیں۔ آپ کی تحریر ہمیں موصول ہوگئی ہے۔ باری آنے پر پڑھ کے آپ کو بتادیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ کنزی زینب...... منڈی بہاؤالدین

اچھی کنزی! خوش رہو آپ کی شکایتیں سر آنکھوں پر آپ کا تعارف بہت جلد شائع ہوجائے گا اور آپ نے یہ کیا بات کردی کہ آپ آنچل کے لیے اہم نہیں آپ سب قاری بہنوں کی چاہت و خلوص سے ہی تو آنچل سب کچھ ہے امید ہے اب آپ کی شکایت دور ہوگئی ہوگی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نادیہ یسین...... ساہیوال

پیاری نادیہ! سدا ہنستی رہو ہم بالکل ٹھیک ہیں اور آپ سے ناراضی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ کا خط ہمیں موصول نہیں ہوا تو ہم آپ کو جواب کیا دیتے آپ کا تعارف ہمیں موصول ہوگیا تھا باری آنے کا انتظار کیجیے شائع ہوجائے گا اور افسانہ ایک صفحہ و ایک لائن چھوڑ کر لکھیں اور کم از کم 30 سے 40 صفحات ہوں امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی آپ ماشاء اللہ حفظ کررہی ہیں یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی اللہ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے آمین دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عفت شعیب...... کراچی

پیاری عفت! سدا مسکراتی رہو آپ کی تحریریں ہمیں موصول ہوگئی ہیں باری آنے پر ہی پڑھ کے ہم آپ کو رائے دے سکیں گے آپ کا خط پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے آپ کوشش کرکے پہلے افسانے پر طبع آزمائی کریں اور مختصر لکھیں۔

ثمینہ طاہر بٹ...... لاہور

پیاری ثمینہ! سدا خوش و آباد رہو آپ کی آمد بے حد اچھی لگی آپ نے جن حالات کا سامنا کیا اور سب سنبھالا واقعی قابل تحسین ہے ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں آپ کی تحریر مارچ کے شمارے سے فارغ ہوکر پڑھیں گے اور ہر ممکن حوصلہ افزائی کریں گے اللہ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے اور آسانی والا معاملہ عطا کرے آمین۔

شکیلہ انجم طارق...... لاہور

پیاری شکیلہ! سدا ہنستی رہو آپ کی سالگرہ 23 مارچ کو ہوتی ہے آنچل کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ کو لمبی و عافیت والی عمر عطا فرمائے آمین۔ آپ کا افسانہ معیاری تھا اس لیے شائع ہوگیا امید ہے آپ آگے اس سے بہتر تحریروں سے نوازیں گی آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے، بہت جلد آپ کو رائے سے مطلع کردیا جائے گا۔

آنسہ شبیر...... گجرات

پیاری آنسہ! خوش رہو آپ کی بے پناہ محبت و خلوص کا دل سے شکریہ آپ ہمیں جو جی چاہے کہہ سکتی ہیں اجازت کی ضرورت نہیں آپ اپنی حمد و نعت ہمیں ارسال کرسکتی ہیں کوئی پابندی نہیں شمارے کے آغاز میں لگائی جانے والی حمد و نعت میں ادارے کی جانب سے کوئی پابندی نہیں۔ تمام قاری اس میں شرکت کرسکتے ہیں۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں۔ آپ کی تجویز نوٹ کرلی ہے دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

زلیخا...... ضلع راولپنڈی

اچھی زلیخا! خوش رہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ ادب کی

دنیا میں قدم رکھنا چاہتی ہیں۔ شاعری میں اصول، ردیف، قافیہ، مطلع، مقطع اور وزن سے واقفیت ہونا بہت ضروری ہے۔ شاعری پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی آپ شاعری کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ہیں اور اس کے لیے آپ کو کسی استاد کی ضرورت ہے۔ بہتر ہے غالب، جون ایلیا اور فیض احمد فیض کی کتب کا بغور مطالعہ کریں اور ہاں آئندہ اپنے شہر کا نام لکھنا نہیں بھولیے گا۔

علمہ شمشاد حسین...... کورنگی، کراچی

پیاری علمہ مسکراتی رہو آپ کا خفا خفا سا انداز شکوے شکایات سے بھرپور خط ہمیں پسند آیا آپ کا گلہ سر آنکھوں پر نام میں ہونے والی غلطی پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ جہاں تک آپ کی تحریر کا تعلق ہے تو اس کا موضوع بہت عام سا تھا آپ کسی معاشرتی و اصلاحی پہلو پر قلم اٹھائیے۔ غزلیں نظمیں متعلقہ شعبے کو بھجوادی جاتی ہیں رد و قبول کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے۔ شاعری اگر معیاری ہوگی تو وہ کسی نہ کسی پر ضرور شامل اشاعت ہوگی امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

ثوبیہ رحمان...... کمالیہ

پیاری ثوبیہ جگ جگ جیو آپ کے آنچل سے لتنے پیار بھرے سادہ والہانہ تعلق کے بارے میں پڑھ کر اچھا لگا آپ کو پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید آپ کی تحریر ابھی پڑھی نہیں گئی بہت جلد آپ کو اس کے بارے میں آگاہ کردیا جائے گا۔

محمد ثقلین...... سیالکوٹ

برادر محترم آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آنچل کی تحریروں نے آپ کے اندر چھپے رائٹر سے بھی اظہار خیال کروالیا اور آپ کی ذہنی و تخلیقی صلاحیتوں کو پلیٹ فارم مل گیا آپ کی تحریر "آخری خط" آنچل ہی کے زیر طباعت شائع ہونے والے دوسرے ماہنامے "نئے افق" مارچ 2013ء کے شمارے میں شائع کردی گئی ہے۔ ہماری طرف سے بھی آپ کو ڈھیروں مبارکباد قبول ہو۔ جی بالکل آپ اپنی تحریر ای میل کے ذریعے بھیج سکتے ہیں۔ ای میل ایڈریس آپ کو آنچل ڈائجسٹ میں فہرست کے آخر میں مل جائے گا۔ اس ایڈریس پر آپ "نئے افق" لکھ کر بھیج دیجیے گا۔

نگہت شہزادی...... ضلع بہاول پور

پیاری شہزادی، خوش رہو۔ پچھلے چار سال سے آپ آنچل کی خاموش قاری ہیں اور اب یہ خاموشی ٹوٹی ہے تو بہت اچھا لگا آنچل کی محفل میں خوش آمدید اچھا لکھنے کے لیے محنت، وسیع مطالعہ اور مسلسل کوشش کی ضرورت ہوتی ہے یاد رکھیں ناکامی ہی کامیابی کا زینہ ہے ان شاء اللہ بہت جلد آپ کا شمار بھی اچھے لکھنے والوں میں ہوجائے گا۔

سنبل یاد...... ستیانہ

اچھی سندز سدا خوش رہو۔ ایم فل کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا پڑھ کر افسوس ہوا آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے آج کل تعلیم حاصل کرنا بھی غریب کے بس کی بات نہیں۔ جہاں تک آپ کے خواب کی بات ہے تو بظاہر یہی لگتا ہے کہ آپ اپنے اصل مقاصد سے دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ہما شیراز...... سرگودھا

پیاری ہما شاد و آباد رہو آنچل پڑھنے کے لیے آپ کو بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی آپ وقت نکال کر آنچل تک رسائی حاصل کرتی ہیں آپ کا یہ شوق یہ لگن پسند آئی۔ آپ کی کہانی کے بارے میں ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا۔ آپ کے خطوط جس تاریخ کو بھی ملیں ہم انہیں پڑھتے ضرور ہیں۔ البتہ تاخیر سے وصول ہونے کی صورت میں جواب نہیں دے پاتے آپ تعریف کریں یا تنقید ہمارے لیے دونوں ہی اہم اور ضروری ہیں۔

فوزیہ اکبر ثناء...... اسلام آباد

پیاری فوزیہ سلامت رہو۔ جو تمہیں تھا شریک محفل اداس تھا ہمارا آنچل۔ دس سال بعد آمد پر خوش آمدید ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی اپنا عرصے بعد اچانک لوٹ آیا ہو اگر آنچل نے آپ کو پھر سے قلم اٹھانے پر مجبور کرہی دیا ہے تو اب لفظوں سے یہ تعلق برقرار ہی رکھیے گا آپ کی تحریر ہمیں موصول ہوگئی ہے بہت جلد پڑھ کر ہم آپ کو اس کے بارے میں آگاہ کردیں گے آئندہ بھی رونق بخشتی رہیے گا۔

ماریہ ارشد...... چک 28 جنوبی سرگودھا

اچھی ماریہ خوش رہو آپ کے دلی جذبات و احساسات اور طنز و مزاح سے بھرپور خط پڑھ کر بہت مزہ آیا آپ کے اس انداز نے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔ آپ پڑھائی سے فارغ ہونے کے بعد آنچل پڑھ لیا کریں تاکہ ڈانٹ سے بچ جائیں گی اور ہاں کمپیوٹر کا ٹیسٹ کیسا ہوا کچھ پتا چلا؟ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مہرین آصف...... سہلہ آزاد کشمیر

گڑیا سدا مسکراتی رہو فرحت آپا کے لیے آپ کے جذبات قابل تحسین ہیں۔ ان کی کمی نہ صرف ادارہ آنچل بلکہ قارئین بھی آج تک محسوس کرتے ہیں اور یہ کمی ہمیشہ رہے گی آپ کی تحریر ہمیں مل چکی ہے۔ بہت جلد پڑھ کر اس کے بارے میں آپ کو آگاہ کردیا جائے گا آپ کی تجاویز پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں گڑیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے اور آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔

عشرت سیف...... حیدر آباد

پیاری عشرت شاد رہو آپ کا چاہتوں اور محبتوں سے گندھا یہ انداز تحریر بہت پسند آیا۔ پہلے نہ سہی لیکن اب تو آپ سے نصف ملاقات ہوگئی ہے نا آپ کی غزل متعلقہ شعبے تک بھیج دی گئی ہے۔ رد و قبول کا فیصلہ وہیں سے پائے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مشترکہ جوابات۔

☆ اچھی ہما جانے والے چلے جاتے ہیں مگر اپنی یادیں دلوں میں چھوڑ جاتے ہیں۔ فرحت آپی تا قیامت ہم سب کے دلوں میں زندہ رہیں گی۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ہم آپ کو دوبارہ خوش آمدید کہتے ہیں آپ بالکل اپنا تعارف و کہانی ہمیں ارسال کرسکتی ہیں آپ کی نظم شعبے کو بھجوا دی گئی ہے۔ ☆ پیاری بلقیس آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے ابھی پڑھی نہیں گئی ہے اگر ذرا سی بھی گنجائش ہوئی تو ہم آپ کی حوصلہ افزائی ضرور کریں گے اچھی رائٹر بننے کے لیے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔ ☆ اچھی شہناز آنچل کی محفل میں خوش آمدید یہ آپ کا اپنا ہی رسالہ ہے آپ ہم سے سب کچھ شیئر کرسکتی ہیں۔ ہم آپ کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ ☆ پیاری ریحانا خوش رہو آپ کے والد صاحب کے انتقال کا سن کر بے حد افسوس ہوا اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ☆ ڈیئر عکس! پہلی بار آنچل کی محفل میں شرکت کرنے پر خوش آمدید آپ کی کامیابی کے لیے ہم بھی دل سے دعا گو ہیں اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور کراچی کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے آمین۔ ☆ شجاع بھائی دیگر سلسلوں میں شرکت کے لیے نگارشات کا معیاری ہونا لازمی ہے آپ اقتباس و انتخاب ارسال کردیا کریں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ ☆ پیاری عشرت آنچل کی محفل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ ☆ پیاری مدیحہ آپ کی کہانیاں ہمیں موصول ہوگئی ہیں باری آنے پر پڑھ کر آپ کو وائے سے آگاہ کردیں گے۔ ☆ اچھی ام شانا خوش رہو آپ کا افسانہ "بے خبری کا سکھ" بہت جلد آپ کو آنچل کے صفحات پر نظر آئے گا۔ جبکہ "دوستی ایسا ناتہ" کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں اس کا موضوع بہت پرانا ہے۔ ☆ ڈیئر مزمل جلیل! آپ کو اپنے انتخاب کی کتاب "کچھ نے سے ذرا پہلے" کی اشاعت پر مبارکباد آپ نے بہت سے شعراء کرام کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی بہترین کاوش کی ہے آپ کی تحریر بھی موصول ہوگئی ہے بہت جلد آپ کو وائے سے آگاہ کردیا جائے گا۔ ☆ ڈیئر سنبلہ آپ کی کہانی و شاعری موصول ہوگئی ہے۔ بہت جلد پڑھ کر آپ کو وائے سے آگاہ کردیا جائے گا اور کہانی کے شائع ہونے کے لیے کسی سفارش کی نہیں بلکہ تحریر کے معیاری ہونے کی شرط لازمی ہے۔ ☆ اچھی ماریہ آپ کے بیٹے کے لیے دل سے دعا گو ہیں اللہ اسے صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کر آپ کو وائے دیں گے۔ ☆ پیاری شہزادی اسلام آباد کی طرح آج کل آپ ہر کہانی ایک صفحہ و لائن چھوڑ کر ہی ایک طرف لکھ کر ارسال کریں۔ آنچل منگوانے کے لیے آپ دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں۔ ☆ مسز عبدالرحمان ایسے سب آپ بہنوں کی محبتیں و خلوص ہی ہے جس کی وجہ سے آنچل کامیابی کی منازل طے کرتا جارہا ہے آپ کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ آپ کی تجویز ہم نے نوٹ کرلی ہے۔ زرد موسم کے دکھ منگوانے کے لیے آپ مکتبہ القریش لاہور سے رابطہ کریں۔ ☆ پیاری راشدہ و کرن آنچل کی محفل میں پہلی بار شرکت کرنے پر خوش آمدید۔

ناقابل اشاعت۔

میرا قصور، تم وہ پہلی لڑکی ہو، وہ ادھوری سی لڑکی، پچھتاوا، بازگشت لفظوں کی، انا، پیار تو ہونا ہی تھا، چاہتوں کے لیے، بس محبت کے سفر میں، سپنوں بھرے نین، کچھ فیصلے، صلہ، انجام، عشق کسی کی ذات نہیں، آنچل کی ڈھل، خوشی، بدلتی رت، سرد سائبان، بیتے لمحوں کی مسافتیں، کرن کا آنچل، جادو، تیری نظر، حیا کی پاسداری، ستم، آرزو، نفرتیں ختم محبت شروع، پچھتاوا، عزم کوئی مل گیا، کامیابی کا ایک قدم، بے بس لڑکی، عشق آگ، کسی زندگی کی تلاش میں، بس اک خواب، دلہن، بلا عنوان، ان للہ مع الصابرین، سہانی شام، صد شکر، روشن چراغ بجھ گیا، پاکیزہ محبت، مجھے عشق ہے، خود و چھوڑے، حال محبت، رو گی نہیں، گناہ کا ادراک، دلفیر کے پار، رنگ، آشنائی، بچھڑیں گے اب کیسے، زندگی کا کھیل۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امامِ اعظم ابُوحنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

تقلید

تقلید کسی ایسے قول کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں جس کی دلیل وحجت سے مقلد یعنی پیروی کرنے والا واقف نہ ہو۔ یعنی انسان کسی دوسرے کے قول وفعل کو درست مان کر کسی دلیل وتامل کے بغیر اس کا اتباع یعنی پیروی کرے۔
تقلید اجتہاد کی ضد ہے۔

اتباع اور تقلید میں بہت ہی باریک سا فرق ہے۔ اتباع میں پیروی سوچ سمجھ کر اس کے اغراض ومقاصد سے واقف ہو کر کی جاتی ہے جبکہ تقلید کی روح محض حسن ظن ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تقلید کی ابتداء اُس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں مسالک فقہ کی تدوین ہوئی حالانکہ ایسا نہیں، کیونکہ حضرات صحابہ کرام کے دور سے اس کی ابتداء ہو چکی تھی، کیونکہ تمام صحابہ کرام مجتہد نہ تھے جو مجتہد نہ تھے وہ مجتہد صحابہ کے مقلد تھے۔ تقلید کے اسباب میں اہم ترین سبب مجتہدانہ صلاحیتوں کا فقدان ہے تیسری صدی کے بعد جب اجتہاد قطعی ختم ہو گیا۔ فقہائے متاخرین اور عوام کے لیے کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اکابرین متقدمین کی تقلید کے قائل ہو جائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تقلید کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں۔
(۱) تقلید واجب (۲) تقلید حرام

تقلید واجب یہ ہے کہ جب اگر کوئی شخص کتاب وسنت سے ناواقف ہو اور تتبع یعنی نقل یا پیروی سے ناواقف ہو اور استنباط یعنی کسی بات سے بات نکالنا بھی نہ جانتا ہو تو اسے چاہیے کہ کسی متقی عالم سے پوچھ لے کہ فلاں سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور جب اسے معلوم ہو جائے تو اس پر عمل کرے۔ یہ عمل کرنا تقلید واجب اور جائز ہوگا۔ اس قسم کی تقلید میں یہ ضروری ہے کہ کسی مجتہد کے قول پر اس شرط پر عمل کیا جائے۔ جبکہ وہ سنت کے مطابق ہو اور پھر اگر اسے تحقیق کرنے پر معلوم ہو جائے کہ وہ قول سنت کے مطابق نہیں ہے تو اسے چھوڑ دے اور حدیث کے مطابق عمل کرے جیسا کہ خود امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اگر میری کوئی بات حدیث سے ٹکراتی ہو تو اسے پتھر پر دے مارو یعنی فوراً چھوڑ دو۔

تقلید حرام۔ اگر قطعی حجت مل جانے کے باوجود کوئی ایسا عمل یا کسی کی پیروی کی جائے جو خلاف سنت اور خلاف شریعت ہو تو ایسی تقلید ممنوع ہے اس کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ وجوب تقلید کی تائید میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ صرف قرون اولیٰ کے فقہا میں ہی حقیقی نظر تیز فہم اور وسعت نظر وسعت علم اور درایت پائی جاتی تھی جو مسائل کے فقہی حل کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ وہی لوگ ان مسائل کے بارے میں اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکتے تھے یعنی آئمہ اربعہ ہی اس معیار وکسوٹی پر پورے اترتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے ان کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔

اجتہاد

اجتہاد ایسی کوشش کو کہا جاتا ہے جو فقہ کے مسائل حل کرنے اور کوئی حکم شرعی تلاش کرنے کے لیے قرآن و

سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے کوئی رائے قائم کی جائے۔ یعنی جب کسی مسئلے کا حل قرآن وسنت سے نہ ملے تو اسلامی احکامات اور صراط مستقیم کے پیش نظر قیاس لگانے اور ظن غالب قائم کرنے کا نام اجتہاد ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اجتہاد کیا ہے؟ مجتہد کون ہے اور مقلد کسے کہتے ہیں؟ ذیل میں مختصراً ان تینوں کی تفصیل پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اجتہاد اس کوشش کا نام ہے جب کسی مسئلے کا حل قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملے تو اسلامی احکامات اور صراط مستقیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے قاضی وقت اپنی رائے کے مطابق مسئلے کو حل کرے۔

(۱) کتاب وسنت کی روشنی میں اجتہاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے عین مطابق ہے۔
(۲) اجتہاد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں (آئندہ صفحات میں حدیث منقول ہے) بلکہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو فیصلہ کرنے کے منصب پر فائز ہو۔ یعنی قاضی یا امام کے لیے اجتہاد سے کام لینا عین اسلام کے مطابق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔

اگر کوئی قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں (ایک صحیح ہونے کا دوسرا اجتہاد کا اور اگر وہ اجتہادی فیصلے میں غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملے گا، صرف اجتہاد کا' (ابوداؤد)

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حکام قضاۃ کو اجتہاد کی ترغیب دیتے ہیں اور خطا کے خوف سے بے پرواہی کر کے ایک اجر کی بشارت دیتے ہیں۔

اجتہاد دراصل ایک فن ہے جس کے کچھ اصول مرتب ہیں اس کا ایک فنی پہلو یہ ہے کہ مجتہد قرآن وسنت، اصول فقہ، اقوال، فیصلوں اور آراء سے پوری طرح باخبر ہو اور جانتا ہو کہ الفاظ میں اشتراک معنی کس طرح ہوتا ہے اور ایک ہی بات سے مختلف مفہوم کیوں کر نکالے جاسکتے ہیں اور وہ عبارت آرائی کے حسن سے بھی پوری طرح واقف ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین جس راہ پر چلے اور حکومت کے معاملات چلائے وہ اجتہاد کا ہی راستہ تھا جب انہیں قرآن وسنت سے کوئی راہ نہ ملتی تو وہ اجتہاد سے ہی کام لیتے تھے۔

مولانا رئیس احمد اپنی کتاب سیاست شرعیہ میں لکھتے ہیں کہ اجتہاد اسلام کا سب سے بڑا تحفہ ہے جو اس نے دنیائے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے مسلمانوں کو مختصر سے عرصے میں دنیا پر حکمرانی حاصل کرادی۔

مولانا جعفر شاہ پھلواریؒ اپنی کتاب ''اجتہادی مسائل'' میں ایک سوال۔ کیا اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ ہر کس وناکس کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اجتہاد وہی لوگ کریں گے جو اس دور کے ارباب حل وعقد ہوں اور وہ حل وعقد بھی ان ہی مسائل کے ہوں جن میں اجتہاد مطلوب ہو۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اجتہاد کا حق صرف مولوی کو ہی حاصل ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک تحریر قاضی شریح کو لکھی۔ 'اے شریح! تم کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرو۔ اگر وہاں نہ ہو تو سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلے کرو۔ اگر ان دونوں میں بھی نہ ہو تو صالحین کے فیصلوں کے مطابق کرو۔ اور اگر صالحین کے فیصلے بھی نہ ہوں تو خواہ بروقت خود ہی فیصلہ کر لو یا ذرا غور وفکر کے بعد کرو۔ میری رائے میں تمہارے لیے غور وفکر کر لینا بہتر ہے۔''

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان سے جو بات واضح ہو رہی ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے۔
(۱) قرآن حکیم کو ہر حال میں مقدم رکھنا چاہیے۔

(۲) قرآن کریم کے بعد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہیے۔
(۳) اگر سنت میں بھی حل نہ ہو تو صالحین کے فیصلوں سے استفادہ کرنا چاہیے
(۴) اپنے غور و فکر کو کام میں لانا چاہیے۔
(۵) اجتہاد میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔
(۶) اگر کہیں سے کوئی حل نہ ملتا ہو تو اپنے قیاس سے کام لے کر اجتہاد کرنا چاہیے۔
(۷) اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

جس دور میں اجتہاد کا دروازہ بند کیا گیا۔ اس وقت اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ اختلاف و تضادات پیشتھے۔ کم علم و فہم کا ہر شخص مجتہد بن کر گمراہی پھیلا رہا تھا ایسی حالت میں اجتہاد کا دروازہ بند کرنے سے امت بڑے انتشار سے بچ گئی۔

مجتہد: دینی مسائل میں اجتہاد کرنے والے شخص کو مجتہد کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات کسی شخص کو اس کی دینی بصیرت اور علم کی وجہ سے مسلمان اسے اس مرتبے پر فائز کرتے ہیں۔ بعض اوقات حکومت کسی شخص کو مقرر کر دیتی ہے۔ اہل سنت آئمہ اربعہ کو مجتہد مانتے ہیں کیونکہ انہوں نے فقہی مسائل میں اجتہاد کیا تھا۔ شیعہ حضرات ہر زمانے میں اپنے لیے ایک مجتہد مقرر کرتے ہیں اس کی رائے اہل تشیع کے لیے حتمی ہوتی ہے۔ اجتہاد ہر شخص کے لیے جائز نہیں۔ اجتہاد کرنے کے لیے ان مخصوص صلاحیتوں کا ہونا لازمی ہے جو مجتہد کو اس قابل بنائیں۔ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب الرائے ہو۔ صاحب فراست اور انصاف پسند اور پاکیزہ اخلاق کا مالک ہو اور احکام کو سمجھنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو یعنی دلائل شرعیہ اور استنباط احکام کے طریقوں سے پوری طرح واقف ہو۔ تفسیر قرآن۔ ناسخ و منسوخ کی حقیقت کو پوری طرح سمجھتا ہو اور مقاصد شریعت سمجھنے کی مہارت رکھتا ہو۔ مجتہدین کئی اقسام کے ہوتے ہیں۔ تقریباً چار اقسام معروف ہیں۔

مقلد: مسلمانوں کا ایسا گروہ جو یہ سمجھتا ہو کہ چاروں اماموں کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور ان میں علماء بھی شامل ہوں ان کے لیے چاروں آئمہ فقہ حضرت امام مالکؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی تقلید یعنی پیروی کرنا واجب ہے۔ چھٹی صدی ہجری میں دولت عباسیہ کے آخری دور میں اجتہاد کا جوش و خروش کم ہو گیا۔ یہاں تک کہ تیرہویں صدی میں ہلاکو خان کے ہاتھوں سقوط بغداد کے بعد علمائے اہل سنت نے مذہب میں بے جا قطع و برید کے خوف سے باتفاق رائے اجتہاد کو موقوف کرنے اور صرف چار مسالک کا اتباع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ عربی ثقافت آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوتی چلی گئی جس کے باعث تقلید کا عام رواج ہو گیا اور فقہی اجتہاد ختم ہو گیا اور مسلمان اوہام پرستی' بے بنیاد معتقدات میں الجھتے چلے گئے جس کے باعث مسلمانوں کا زوال انتہا کو پہنچ گیا (الاحکام۔ آمدی) اس وقت ہر شخص جسے علم فقہ پر دسترس بھی نہیں ہوتی تھی چند سنی سنائی باتوں کے حوالے سے بغیر کافی علم و دانش کے اپنی رائے فقہ میں داخل کرنے لگا اس طرح مذہب میں انتشار کا خطرہ پیدا ہونے لگا تب ہی علمائے کرام نے فیصلہ کیا اور ائمہ اربعہ کی رائے کو حرف آخر ماننے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح آئمہ اربعہ کے اجتہاد کو اسلامی فقہ میں بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ مقلد یا مقلدین کے مقابلے میں دوسرا گروہ غیر مقلدین کا ہے جو آئمہ اربعہ کی فقہ اور اجتہاد کو تسلیم نہیں کرتا اور براہ راست احادیث سے مسائل کا استنباط کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

فقہ کیا ہے؟

اسلامی نظام اور معاشرے کے قیام کے لیے یہ بہت ضروری اور اہم بات ہے کہ ہر طرح کی قانون سازی اور معاملات کے حل کے لیے کتاب اللہ یعنی قرآن کریم سے رجوع کیا جائے اس کے بعد سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ سے اور اگر کبھی کسی نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز ہو کر خود مختارانہ روش اختیار کی یا اپنی رائے کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر مقدم جانا تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارا مالک وہ قادر کی قوت والا اقتدار والا ہے جو ہماری ہر بات ہماری نیتوں کے حال تک سے پوری طرح واقف ہے۔ اسلامی نظام حیات اور قوانین کے نفاذ و اصلاح کے لیے ایک حدیث مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ سے درست اسناد کے ساتھ منقول ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم عدالت بنا کر بھیج رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ "تم کس چیز کے مطابق فیصلے کرو گے؟" انہوں نے عرض کیا "کتاب اللہ کے مطابق۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا۔ "اگر کتاب اللہ میں کسی معاملے کا حکم نہ ملے تو کس چیز کی طرف رجوع کرو گے؟" انہوں نے عرض کیا۔ "سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ "اگر اس میں بھی کچھ نہ ملے تو؟" انہوں نے کہا پھر میں خود اجتہاد کروں گا۔" اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "شکر ہے اللہ کا جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو وہ طریقہ اختیار کرنے کی توفیق بخشی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔" (ترمذی۔ ابوداؤد) نبی کریم کی حدیث سے ہی اجتہاد کی راہ ہموار ہوئی جو آگے چل کر فقہ کی بنیاد بنی۔

امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے نہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتنا نہیں سمجھتا۔ ہمارا علم رائے ہے میرے نزدیک یہی سب سے بہتر ہے جو شخص اس کے علاوہ کسی اور رائے کو بہتر سمجھے تو اس کے لیے اس کی رائے اور ہمارے لیے ہماری رائے جس طرح مجھ سے پہلے حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی کرتا ہوں۔

لغوی اعتبار سے لفظ فقہ کے معنی فہم و ادراک کے ہیں (التوبہ۔ ۸۷) اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یہی معنی قرآن کریم میں کئی مقامات پر مذکور ہیں اور اصطلاح شرع میں فقہ مخصوص فہم سے حاصل کردہ اس علم کو کہتے ہیں جو قرآن حکیم اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ سے ماخوذ ہو۔ اصطلاح شرع میں فقہ کا لفظ علم دین کے لیے مخصوص ہے اس لیے علم فقہ کا عالم فقیہہ کہلاتا ہے۔ (بحر الرائق) علامہ زمخشریؒ نے فقہ اور فقیہہ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے فقہ کے معنی شق اور فتح کے ہیں اور فقیہہ اس عالم کو کہتے ہیں جو قرآن و سنت کے احکام میں چھان بین کر کے ان کے حقائق معلوم کر کے اور مشکل مقامات کو کھول کر آسان کر دے۔ علماء فقہ کے نزدیک فقہ ان فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہو۔ یعنی فقہ عدل و انصاف کا فن ہے اور احکام شرعی کا علم ہے اور اسلامی دین اور معاملات دونوں پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن اثیرؒ نے بھی فقہ کی تعریف تقریباً ان ہی الفاظ میں کی ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ فقہ کے معنی کسی شے کو چیرنا اور کھولنا۔ عموی طور پر اعمالِ شرعیہ کے مسائل کے علم کو علم فقہ کہتے ہیں۔ الفقہ علم بالمسائل الشرعیہ فقہا علم فقہ کی تعریف میں بیان کرتے ہیں۔ یہ ان فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہوں۔

(جاری ہے)

ماریہ بی بی

ملیحہ احمد

السلام علیکم! قارئین آپ سب کو سلام محبت قبول ہو‘ ماہ بدولت کا نام ماریہ بی بی ہے تعلق ایبٹ آباد ہزارہ کے گاؤں گھمانواں سے ہے جو کہ بے حد خوب صورت ہے جو اتنے پیارے پاکستان کے گوشوں میں سے ایک گوشہ ہے‘ تاریخ پیدائش ہے 6 فروری ابھی حال میں ہی BSC فرسٹ ڈویژن میں کلیئر ہوا ہے۔ ماں باپ‘ بڑی امی اور بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ ہم تین بہن بھائی ہیں‘ بد قسمتی سے میرا نمبر پہلا ہے۔ بد قسمتی ایسے کہ میرا کوئی بڑا بھائی اور بہن نہیں ہے۔ بڑے بھائی کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ مجھے چوڑیاں‘ مہندی بے حد پسند ہے۔ رنگوں میں کاسنی‘ گلابی اور کالا اور سفید امتزاج دل کو بھاتا ہے۔ خوش مزاج انسان بے حد اچھے لگتے ہیں۔ موسیقی اچھی لگتی ہے مگر بے حد نہیں۔ اقبال کی شاعری اور ٹھنڈی سرد سیاہ راتوں اور اداس شاموں‘ ڈوبتے سورج‘ بارش اور پاک آرمی سے عشق ہے۔ پہاڑوں کی باسی ہوں تو پہاڑوں سے محبت تو خون کا حصہ ہے۔ فیض‘ جالب اور وصی شاہ بھی بہت متاثر کرتے ہیں۔ خواب ایک ہے لیکن بے حد عجیب و غریب‘ سن کر ہنسنا منع ہے۔ میرا دل کرتا ہے کہ K-2 کی چوٹی پر میرا گھر ہو‘ میری دوست اس بات پر بہت ہنستی ہیں‘ دوست بنانے کا بے حد شوق ہے‘ آپ سب کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ خامیوں اور خوبیوں کے بارے میں اب اپنے منہ سے کیا کہوں‘ پہلی چیز خود کو دکھائی نہیں دیتی اور دوسری لوگوں کو خیر اب اتنا بھی گیا گزرا سمجھنا منع ہے۔ غصے کی بے حد تیز ہوں لیکن فوراً اترتا ہے نا اترے تو پھر دل اس شخص کی طرف سے کبھی صاف نہیں ہوتا (جھوٹ...... بولتی ہوں) دوست جو اب ساتھ نہیں بے حد یاد آتی ہیں کیونکہ دل میں رہنے والے لوگ کبھی نہیں بھولتے۔ کوشش کرتی ہوں کسی کا دل نہ دکھاؤں لیکن سو فیصد کامیاب نہیں ہو پاتی۔ غلطی ہو تو ڈانٹ سن لیتی ہوں نہ ہو تو ایک لفظ برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (برداشت تھوڑا در کریں ابھی کچھ کہنا باقی ہے) اپنے ملک سے بے حد محبت ہے‘ اس کے بارے میں ایک لفظ سننا عذاب لگتا ہے۔ پاکستان کے ہر ذرے سے محبت ہے۔ سوات‘ کاغان اور چترال کی وادیوں سے عشق ہے۔ تھوڑی بہت شاعری کر لیتی ہوں (ناقابل اشاعت میری دوستوں کا خیال ہے) فارغ اوقات میں کتابیں پڑھنا بے حد پسند ہے اور ویک اینڈ پر اپنی دوست کے ساتھ لمبی واک عادت ہے۔ باغبانی سے لگاؤ ہے‘ پھول اور پودے ہرے بھرے اچھے لگتے ہیں۔ کھانے میں چاول ہر قسم کے اور کھیر پسند ہے۔ امی کے ہاتھ کا پکا ہوا سب کھا لیتی ہوں۔ اپنے ماں‘ باپ اور بہن بھائیوں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ بہن بھائی سے بہت لڑائی ہوتی ہے۔ انسان کی شخصیت میں اس کا لہجہ اور انداز متاثر کرتے ہیں۔ سچے اور کھرے لوگ پسند ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز فرحت اشتیاق‘ عمیرہ احمد‘ رفعت سراج‘ نایاب جیلانی‘ نازیہ کنول‘ عشنا کوثر سردار ہیں۔ بچے بہت اچھے لگتے ہیں اتنے معصوم جو ہوتے ہیں۔ ڈھیر سارے کام کرنا چاہتی ہوں مگر وہی مسئلہ کنفیوژن میں ایک بھی ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ شرارتیں بے حد کرتی ہوں اور امی کی ڈانٹ ہمیشہ کھاتی ہوں۔ زندگی انجوائے کرتی ہوں چاہے اس کا کوئی موسم کیوں نہ ہو۔ بار بار تھوڑی ملتی ہے‘ جذباتی بہت ہوں خیر یہ تو مشترکہ قومی جذبہ ہے اس میں میرا قصور نہیں۔ دل کرتا ہے جادو کی چھڑی ہو تو اپنے ملک اور امت مسلمہ کے سارے مسائل اور دکھ ختم کر دوں اب جادو کی چھڑی تو ہے نہیں تو حسب توفیق جو ممکن ہے وہ کرتی ہوں جس میں سب سے پہلا کام دعا ہے کیونکہ نوازنے والی ذات سے مانگنا بھی تو اس کے حق کا تقاضا ہے‘ کھیلوں میں کرکٹ پسندیدہ ہے اور شاہد خان آفریدی اس سے بھی زیادہ پسند ہے۔ شعر تو بہت کم یاد رہتے ہیں لیکن چند اکثر زبان پر ہوتے ہیں۔

وہ ملا تو برسوں بعد بھی میرے لب پر کوئی گلا نہ تھا
اسے میری چپ نے رلا دیا‘ جسے گفتگو میں کمال تھا

اب اس سے پہلے دھکے ملیں‘ اجازت چاہوں گی‘ اس دعا اور امید کے ساتھ کہ میرا وطن ہمیشہ ہرا بھرا رہے۔ لوگ ایک دوسرے سے محبت کریں‘ احترام کریں دوسروں کا اور عظیم سے عظیم تر اس کا مقام ہو آمین‘ اللہ حافظ۔

فیض اسحاق

سندر سندر سے آنچل کے تمام قارئین کو محبت چاہتوں اور خلوص بھرا اسلام! مابدولت کو فیاض کے نام سے جانا جاتا ہے اوہو یہ مت سمجھیے گا کہ خواتین کی محفل میں کوئی لڑکا گھس آیا ہے۔ مابدولت ایک خوب صورت نرم و نازک اور حسین لڑکی ہیں (ہائے رے خوش فہمی) شاہینوں کے شہر سرگودھا کے ایک خوب صورت اور صاف ستھری اور چمکدار تحصیل سلانوالی سے تعلق رکھتی ہوں۔ تین اپریل کی ایک پیاری سی شام کو اپنے گھر اور گلی محلے کو رونق بخشی۔ ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میرا نمبر چوتھا ہے اور بہنوں میں تیسرا اور آخری نمبر ہے۔ اپنے پاپا جانی کی انتہائی لاڈلی ہوں خدا میرے والدین کی عمر دراز کرے آمین۔ بہنوں میں عذرا آپی سے سیٹنگ ایجنٹ ہے۔ عذرا آپی انتہائی لونگ اور کیئرنگ ہے اور ایکٹیو بھی بہت زیادہ ہے۔ خدا ان کے نیک نصیب کرے آمین۔ چھوٹے بھائی ثمر عباس سے میری بڑی جھڑپ ہوتی رہتی ہے ہم بہت انجوائے کرتے ہیں۔ میں نے بی اے‘ بی ایڈ کیا ہے اور آج کل ماسٹر ان ہسٹری کر رہی ہوں۔ ماسٹر ان انگلش میرا خواب ہے۔ دعا کریں کہ یہ جلد از جلد پورا ہو آمین۔ آج کل میں ایک اسکول میں ٹیچنگ کے فرائض انتہائی ذمہ داری اور خلوص نیت سے انجام دے رہی ہوں۔ اپنے اسکول اور کالج لائف میں آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لیکچرر آف انگلش بننا میرا خواب ہے۔ اپنے اسٹوڈنٹ کی فیورٹ ٹیچر ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ موڈی بہت زیادہ ہوں۔ غصہ کی بہت تیز ہوں لیکن اتر جلدی جاتا ہے۔ خوبیوں کی طرف آئیں تو کوئی خوبی نہیں بقول ماما جانی کے لیکن میرے خیال میں مخلص‘ حساس اور نرم دل طبیعت کی مالک ہوں۔ دوسروں کی بددعا اور نفرت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میری بیسٹ فرینڈز کی لسٹ بڑی لمبی ہے۔ لیکن ان میں ثناء‘ غزالہ‘ فرزانہ‘ آنہ‘ عشرت‘ صباء آصف اور بہت ہی کیوٹ سویٹ اور سندر سی فرینڈ جس کا نام میں نہیں لکھوں گی جس سے ہر بات شیئر کرتی ہوں خدا اس کو زندگی میں کامیابی اور بلند مقام عطا فرمائے آمین۔ اسکول میں میری بیسٹ ٹیچر مسز عابدہ زاہد تھی۔ جن کی دعائیں آج بھی میرے ساتھ ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گی خدا ان کی ہر مشکل کو آسان کرے آمین۔ اس کے علاوہ مسز عذرا تنویر‘ مسز قمر بتول اور مسز راحت ملک جن کی سادگی سے بہت زیادہ متاثر ہوں۔ میں خود بھی بہت زیادہ سادہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ اصل حسن سادگی میں ہوتا ہے۔ اس لیے تو میں خوب صورت ہوں (ہائے رے خوش فہمی) کھانے میں کریلے گوشت‘ بھنڈی گوشت‘ چکن پلاؤ‘ برگر وغیرہ پسند ہیں۔ خوشبو میں ڈیلیشا فیوریٹ ہے۔ آنچل میں فرسٹ ٹائم میں نے اپنی فیوریٹ شگفتہ کے ہاتھ میں دیا جب ہم تھرڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی۔ پھر تو اس کی دیوانی ہوگی۔ شاعری سے بہت زیادہ لگاؤ ہے اور آنچل کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اس میں اب میرے اشعار بھی شائع ہونے لگے ہیں۔ بے چینی سے ان کا انتظار کرتی ہوں اور پہلے دیکھتی ہوں کہ میرے اشعار شائع ہوئے یا نہیں۔ میں خود بھی شاعری کرتی ہوں۔ اچھی عادتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ پانچ وقت کی نمازی ہوں اور تین وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہوں۔ آنچل کے ذریعے میں ایک پیغام

دینا چاہتی ہوں کہ اگر میری وجہ سے کسی کا دل دکھا ہو تو اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں۔ میری تمام پڑھنے والوں کے لیے دعا ہے کہ خود بھی خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھوں اور کبھی بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ دوسروں کی بددعا سے بچو۔ اللہ آنچل کو ترقی اور مزید بلند مقام دے آمین۔

سوئی علی

آخر کار ہم نے آنچل میں انٹری دے ہی دی تو جناب ہم سے ملیے ہمارا نام ہے سوئی اور سوئی کے معنی ہیں خوب صورت خوب صورت تو میں واقعی میں بہت ہوں۔ میرے بال ایسے ہیں جیسے گھوڑے کی پونچھ بس تھوڑا سا ہی ڈفرنٹ ہے۔ میرے بالوں کی کٹنگ ہے اور اس کی پونچھ کی نہیں۔ میرے کان ایسے ہیں جیسے کہ بکری کے میرے ہونٹ ایسے کہ بندر کے بھی کچھ نہیں۔ میرا قد زیادہ لمبا نہیں ہے بس اونٹ سے 2 انچ لمبا ہے۔ میری ہائیٹ تو بہت ہی اسمارٹ سی ہے۔ کیونکہ بھینس تو میرے سامنے دکھائی ہی نہیں دیتی۔ بس بھئی اپنی شان میں اتنا ہی قصیدہ کافی ہے ورنہ نظر لگ جانے کا پورا پورا امکان ہو جائے گا خدشہ تو اب بھی لگ رہا ہے۔ ماشاء اللہ بول دو نہ پلیز۔ ویسے سوئی میرا نک نیم ہے اصل نام تو راحیل ہے اور مجھے بہت شوق ہے سب مجھے راحی بولیں اور میں ہانک لگا کر کہوں کون ہے میری منزل۔ مجھے کھانے میں چاول بہت پسند ہیں کیسے بھی ہوں اور میرے سامنے کوئی چاول کھائے اور مجھے نہ کھلائے تو سمجھو ہو گیا بے چارے کے پیٹ میں درد۔ آئس کریم بالکل نہیں پسند اور چائے بسکٹ تو میری جان ہے۔ ڈریس میں وائٹ کلر شوق سے پہنتی ہوں۔ کیونکہ میرا رنگ سانپ سے ملتا جلتا ہے۔ اب دیکھو نہ کیا کنٹراسٹ ہے بلیک اینڈ وائٹ کا۔ ہمارا گھر بہت بہت خوب صورت تو نہیں لیکن اتنا برا بھی نہیں وائٹ ہاؤس میرا سپنا ہے اور بالکونی کی تو میں دیوانی ہوں۔ گھومنے پھرنے کا بہت جنون ہے۔ میں انتہائی قسم کی کنجوس ہوں او ہو ویسے نہیں (بولنے) میں (کوئی اچھائی) میں تو پوری کی پوری اچھی ہوں لیکن بقول سب کے (ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی) میری بیسٹ فرینڈز کرن، ام شاہ ہیں تینوں ہی بے وفا ہیں۔ ہم لوگ چھ بہنیں تین بھائی ہیں۔ میرا نمبر سب سے آخری ہے۔ مجھے اپنے وسیم بھائی نعیمہ، عائشہ اینڈ عاصمہ آپی سے بہت پیار ہے۔ والدین نہیں ہیں۔ دونوں ہی چلے گئے۔ (کہاں) ارے لندن پیرس نہیں بلکہ دنیا سے ہی چلے گئے۔ پہلے امی گئیں پھر پیچھے پیچھے ابو بھی چلے گئے۔ بھئی دل نہیں لگ رہا تھا نا (محبت ہو تو ایسی) میں نے بھی کہا مجھے بھی لے چلو لیکن کباب میں ہڈی کون پسند کرتا ہے۔ سو چلے گئے چھوڑ کر۔ مجھے آج کل کی محبت بالکل اچھی نہیں لگتی کیونکہ سب کرتے ہیں۔ چاہے لڑکیاں ہوں یا لڑکے محبت کرنی تھوڑی نا پڑتی ہے یہ تو خود بخود ہو جاتی ہے۔ پتا بھی نہیں چلتا اور محبت تو ایک بار ہوتی ہے آج کل کی طرح بار بار نہیں۔ شکی مرد مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔ عورت اچھی لگتی ہے کیونکہ عورت کے شک میں تو پیار شامل ہوتا ہے۔ جبکہ مرد کے شک میں غصہ۔ میری ڈیٹ آف برتھ 31 جنوری ہے میں گھر میں خوب صورت سی چارپائی پیدا ہوئی تھی۔ حالانکہ مجھے اتنا شوق تھا میں خوب صورت سے نرم وملائم سے بیڈ کے گدے پر جنم لیتی پر ہو اس بیڈ کا جو اس وقت ہمارے گھر میں تھا۔ مجھے کم گو اور شرمیلی لڑکیاں پسند ہیں۔ لیکن چنچل بھی اچھی لگتی ہیں۔ ویسے میں کام چور تو بالکل بھی نہیں۔ کوئی مجھ سے کام بولتا ہے نا تو بس پوچھو مت میں خود بتائے دیتی ہوں (کیا کرو گے جان کر) چھوڑو۔ جی تو سامعین حضرات تعارف کچھ ضرورت سے زیادہ ہی لمبا نہ ہو جائے اور ظالم سماج شائع ہی نہ کریں اور اگر ایسا ہو گیا نہ تو میں جیتے جی ہی جیتی ہی رہوں گی اور کیا کروں گی جینا ہے جب تک حضرت عزرائیل نہ آ جائیں لینے۔ اصل میں بن بلائے نہیں جاتی ہوں۔ کیونکہ مجھے انتظار ہے کسی کا ارے بھی

(ان) کا نہیں۔ شادی کا تو مجھے شوق ہی نہیں ہے۔ بلکہ مجھے تو انتظار ہے آپ کی تعریفی رائے کا۔ ہم سے مل کر کیسا لگا یقیناً بہت اچھا۔ (اپنے منہ میاں مٹھو) آخر اتنے تیار شیار ہو کر آئے ہیں اتنی مہنگائی میں اتنا مہنگا میک اپ خرچ کر کے وہ بھی اتنی گرمی میں۔ وہ تو شکر ہے اتنی گرمی ہونے کے باوجود بارش نہیں ہوئی ورنہ تو تمہیں آیۃ الکرسی پڑھنی پڑھ جاتی۔ خیر یقین ہے ہم آپ کو اچھے تو لگے ہوں گے آپ کے میٹھے بولوں کی منتظر۔

زہرہ دلدار

السلام علیکم میری بہنو اور دوستو! مزاج کیسے ہیں؟ ہمارا پورا نام زہرہ دلدار خان ہے مگر ہم خان کی ٹیگ اکثر ساتھ لگاتے نہیں، ہاہاہا (لوگ ڈر جاتے ہیں)۔ جی تو فرینڈز میں 13 اکتوبر 1992 کی ایک حسین شام کو اپنے آبائی گاؤں لہگام میں پیدا ہوئی۔ خاندان کی پہلی بیٹی ہونے پر بے شمار پیار ملا۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ میں بی اے کی طالبہ ہوں۔ ہر کسی سے زیادہ فری نہیں ہوتی مگر دوستیں پھر بھی میری بے شمار ہیں نہ ہے نہ حیرت والی بات۔ ماہی، مریم، خنساء اور عمران یہ سب میرے پیارے پیارے بہن بھائیوں کے نام ہیں اگر ذکر نہ کیا تو کہرام مچ جائے گا اور ہو سکتا ہے ماہی صاحب مجھے رسالہ بھی نہ لا کر دیا کریں۔ میری فرینڈز گلشن، رقیہ، فرح، ماریہ، شہناز، نسرین، علیشہ، سدرہ سب بہت ہی پیاری ہیں اور سعدی تم تو میری...... ہو یارا کیا کہوں بس اتنا ہی میرے لیے بہت اہم ہو۔ اب آتے ہیں اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف! تو جناب پہلے خامیاں ہو جائیں۔ ضدی بہت ہوں لاپروا ہوں اور بدتمیز بھی بہت ہوں اینڈ غلطی کر کے مانتی بھی نہیں، سب سے اہم بات یہ کہ مستقل مزاج ہرگز ہرگز نہیں ہوں مگر جن سے محبت کروں ٹوٹ کر کرتی ہوں اور غصہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے دوسروں کو فول بہت جلد کر لیتی ہوں دراصل میری شکل بہت معصوم ہے اس لیے سب فوراً یقین کر لیتے ہیں۔ میوزک بہت کم بلکہ سنتی ہی نہیں اینڈ موویز بھی نہیں دیکھتی۔ ڈائجسٹ کی تو دیوانی ہوں۔ اقراء صغیر احمد، نبیلہ عزیز، سمیرا شریف اور حمیرا احمد بہت پسند ہیں۔ رنگوں میں مجھے بلیک، وائٹ اور میرون بہت پسند ہیں۔ جیولری میں مجھے صرف بریسلیٹ پسند ہے۔ اب بات ہو جائے پسندیدہ ٹیچرز کی تو ٹاپ آف دی لسٹ مسز نصرت مسعود ہیں اس کے بعد کالج میں مس مدثرہ، مس سمعیہ بہت اچھی ہیں اینڈ اسکول میں ہماری سائنس ٹیچر مس شہلا نعمت مس شبانہ لطیف اور مس شائستہ پروین سب بہت اچھی تھیں۔ اللہ ان سب کو صحت کاملہ عطا کرے خاص کر مس ریحان یاسمین کو جنہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے آمین۔ اوہ اوہ اب واپس آ جائیں یقیناً سب میری گفتگو میں کھو گئے ہیں۔ اب میں اتنی بھی ادبی گفتگو نہیں کر رہی اپنے بارے میں ایک اور بات بتا دوں کہ میں بہت "انا" پرست ہوں، مجھے اپنی فیملی میں اپنی سویٹ کزن نازو اینڈ مانو (ماہی) سے بہت پیار ہے اور میری پیاری تائی اینڈ امی جی آئی لو یو منہ پر تو نہیں کہہ سکتی (ہاہاہا یقین جو نہیں کرتیں)۔ فرینڈز مجھے ضرور بتائیے گا کہ میرا تعارف آپ کو کیسا لگا؟ جاتے جاتے آپ سب کے لیے پیغام کہ محبت اس کائنات کی اٹل حقیقت ہے اس حقیقت سے کبھی بھی انکار مت کرنا اور اگر مل جائے تو قدر کرنا اور شرک سے ہمیشہ بچنا کیونکہ یہ گناہ قابلِ معافی نہیں، اللہ نگہبان۔

ادارہ

وقت آہستہ آہستہ سرکتا رہا۔ میری سمتیں اور واضح ہو گئیں راستے اور روشن ہو گئے اور میرے اندر مکمل کر سب کے سامنے لکھنے کا جذبہ بیدار ہو گیا۔ میں لوگوں میں خود کو سمیرا شریف طور کہلوانے میں فخر محسوس کرنے لگی اور پھر جب میری پہلی تحریر شائع ہوئی تو ابو جب تک دماغی فالج کی وجہ سے مکمل طور پر حواس میں نہ تھے آج بھی یاد ہے دسمبر کے اولین دن تھے میں بازار سے آنچل لے کر گھر آئی کتنی خوشی سے سب کو بتا رہی تھی کہ دیکھو میں رائٹر بن گئی ہوں۔ میں باضابطہ تسلیم کی جا چکی ہوں اب مجھے آسمان کی بلندی تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں۔ میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھ دیا ہے اور پھر میں نے ڈائجسٹ ہاتھ میں لیے ابو کے پاس زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر جب بتایا کہ۔

"ابو جی! دیکھیں آپ کی سمیرا رائٹر بن گئی ہے۔ یہ دیکھیں نا یہ میری لکھی کہانی ہے جو شائع ہوئی ہے۔"

تو ابو جی خاصی بے تاثر آنکھیں لیے مجھے دیکھتے رہے تب میں بہت روئی تھی اس وقت میرے دل کا کیا عالم تھا کاش میں بتا پاتی اور پھر چند ماہ بعد ابو ٹھیک ہونے لگے اور پھر دو دن اسپتال میں رہنے کے بعد جب ڈاکٹرز نے بالکل جواب دے دیا اور جمعہ کے دن 5 مئی کو ابو جی فوت ہو گئے تو مجھے لگا تھا کہ میرے سب خواب مر گئے ہیں۔

بہت سارا پڑھنے ایک نام بنانے اونچا مقام حاصل کرنے کی ساری خواہشیں ختم ہو گئی ہیں اور جب میرا دوسرا ناول "جس رنج سے کوئی مشکل میں گیا" شائع ہوا تو میں نے عبدالباری کے کردار کو پڑھتے ایک عام قاری کی طرح اپنے ابو کی وفات پر ان کے تمام خوابوں اور ان کی تمام خواہشوں پر آنسو ضرور بہائے تھے مگر اس کے بعد میرا عزم کئی گنا بڑھ گیا۔

آج لوگ مجھے سمیرا شریف طور کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں تو یہ سب میرے ابو کے سوچنے ہوئے اعتماد میری امی کی محنتوں کا ثمر ہے۔ میں خود کچھ بھی نہیں ہوں میری فیملی میرے بھائی میری بہنیں میری ماں اور میرا باپ ہی اس ساری کہانی کے اہم کردار ہیں جس کو سمیرا شریف طور کہتے ہیں میں تنہا اکیلی کچھ بھی نہیں ہوں آج اگر میرے بھائی بہت محبت اعتماد اور اپنائیت سے کہہ دیں کہ "سمیرا لکھنا چھوڑ دو تو میں ایک لمحہ تاخیر کیے بنا واقعی چھوڑ دوں گی" مگر میرے بھائی مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ جانتے ہیں میں نے اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے کتنی جدوجہد کی ہے اور کتنی محنتوں سے انہیں حاصل کیا ہے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں اس کا مکمل طور پر تمام تر سہرا میری فیملی کے سر ہے۔

تعارف اچھا خاصا طویل ہو چکا ہے اس سے پہلے کہ میں باقاعدہ سوال و جواب کا سلسلہ شروع کروں قارئین کے سامنے ایک انتہائی اہم خط پر تبصرہ کرنا ضروری سمجھوں گی۔ یہ خط اکتوبر 2012ء کے آنچل کے شمارے میں "دوست کا پیغام آئے" کے سلسلے میں شائع ہوا تھا۔ میں خط پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے پہلے خط کا متن لکھنا ضروری سمجھتی ہوں۔

سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ ٹھیک ہوں گی۔ بہت مبارک ہو نیا ناول اسٹارٹ کرنے پر۔ سمیرا! میں نے ایک ریکوئسٹ کرنی تھی آپ ایک ایسی لڑکی پر کہانی لکھیں جس میں سب کچھ کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے مگر گھر والے بہت سخت ہوتے ہیں آخر وہ گھر چھوڑ دیتی ہے اور منزل اس کے قدم چومتی ہے اسے کوئی پچھتاوا نہیں ہوتا کہ وہ گھر سے بھاگ کر آئی ہے۔ اس کا کہنا ہوتا ہے کہ زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں اگر آپ نے کہانی لکھی تو اس میں میرا نام یعنی عالیہ رکھنا پلیز۔ سمیرا! آپ سے اپنا پن کر کے درخواست کی ہے امید کرتی ہوں منظور ہوگی اور ایک بات اور آنچل میں یہ کہانی لکھنا کیونکہ میں آنچل زیادہ پڑھتی ہوں اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا ضرور جواب دیجیے گا آنچل کے ذریعے خدا حافظ۔

عالیہ کاظمی......کھوٹہ

جواب:۔ عالیہ کاظمی وعلیکم السلام! میں واقعی خیریت سے ہوں اور نیا ناول شروع کرنے پر مبارک باد دینے کے لیے آپ کا شکریہ آپ کی درخواست میں نے نوٹ کر لی تھی خط پڑھتے ہی میں نے سوچ لیا تھا کہ کسی اور کے خط کا جواب دوں یا نہ دوں مگر آپ کو جواب ضرور دوں گی۔ آپ کی درخواست بڑی غور طلب تھی اور کچھ منفرد سی۔ آپ نے جس قسم کی لڑکی پر کہانی لکھنے کا کہا ہے ایسی لڑکیوں کے لیے میری سوچ تھوڑی سی مختلف ہے آپ نے یہ بھی ڈیمانڈ کی کہ وہ لڑکی گھر والوں کی سختی کی وجہ سے گھر چھوڑ دیتی ہے اور منزل اس کے قدم چومتی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ اسے اپنے اس اقدام پر کوئی پچھتاوا نہیں کیونکہ اس لڑکی کا کہنا ہے کہ زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں۔

پیاری عالیہ! مجھے نہیں پتا آپ کی ایج کیا ہے؟ عموماً ایسی فلسفہ اور خیالات ٹین ایج لوگوں کے ذہنوں میں پرورش پاتے ہیں۔ میں کوئی سائیکالوجسٹ نہیں کہ آپ کا یا ایسی ٹین ایجر لڑکیوں کا ذہنی اینالائز کروں میں ایک کہانی نگار ہوں کچھ واقعات، کچھ چیزوں اور معاشرتی اقداروں و روایات کو لے کر ایک مخصوص تھیم اور پلاٹ پر کہانی لکھنے والی انسان ہوں۔ مجھ پر اس معاشرے کی ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ناول صرف ٹین ایجر لڑکیاں ہی نہیں پڑھتیں بلکہ مائیں درمیانی عمر کی خواتین اور بزرگ خواتین کے علاوہ بہت سے مرد حضرات کی اکثریت بھی پڑھتی ہے۔ میں نے ہمیشہ ایسا لکھا ہے کہ جس پر کسی کمزور اور ٹین ایج ذہن کو غلط تحریک نہ ملے بلکہ وہ مثبت سوچ اپنائے کہ میں ایسی لڑکی پر کہانی لکھوں جو گھر سے بھاگ جانے والی لڑکی کی کہانی لکھوں اور اس کی اس سوچ کو بھی ظاہر کروں کہ زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں سو وہ حق پر ہے اسے کوئی پچھتاوا نہیں۔

میرا قارئین سے ایک سوال ہے کیا آپ متفق ہیں عالیہ کاظمی کی اس ڈیمانڈ سے؟ اگر مطمئن ہیں تو میں ضرور کہانی لکھوں گی اور جواب مجھے میں (30 سال) سے اوپر کی خواتین کی طرف سے چاہیے نہ کہ 13،14 سال کی لڑکیوں سے؟

پیاری عالیہ! مجھے اندازہ ہے کہ میں بہت سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے تمہارے خط کا ایشو بنا رہی ہوں مگر میں مطمئن ہوں کہ میرا مقصد بالکل درست ہے۔ کبھی دارالامان یا یتیم خانوں میں پرورش پانے والی لڑکیوں کی کہانی سننا یا پھر اگر تمہارے نزدیک کوئی ایسی لڑکی ہو جس کے والدین حیات نہیں اس سے پوچھنا عزت کی زندگی کیا ہوتی ہے؟ چادر اور چار دیواری کا تحفظ کیا ہوتا ہے؟

عالیہ ڈیئر! ابھی تم کم عمر ہو ابھی تمہاری سوچ انہی زاویوں میں الجھے گی۔ کبھی وقت کے مدارج طے ہونے پر تمہیں اندازہ ہوگا کہ ماں باپ سخت ظالم ہی کیوں نہ ہوں وہ کبھی بھی اولاد کے حق میں غلط نہیں ہوتے۔ گھر گھر یہی ہوتا ہے اور گھر سے چند گھنٹوں کے لیے نکلنے والی (چاہے وہ بازار میں خریداری کرنے کے مقصد کے لیے ہی کیوں نہ نکلی ہو) عورت بھی اپنی عزت اپنی آن ماں باپ کے وقار کا تحفظ چار دیواری میں ہی سمجھے گی۔ لوٹ کر واپس اسی میں ہی آنا ہے پھر پچھتاوا نہ ہو یہ کیونکر ممکن ہے؟ کوئی انسان رات کی تاریکی میں کسی کے گھر سے کچھ چرا لیتا ہے اور اگر وہ باضمیر ہے تو دن کی روشنی میں بھی وہ اپنے گناہ پر پچھتائے گا اور ایک بہت اہم بات ماں باپ اور بہن بھائی زندگی کی اساس ہیں اگر اساس نہ ہوتے اللہ تعالیٰ بھی ان رشتوں کو پیدا نہ کرتے۔ عالیہ جان! کبھی تم نے بے جڑ درخت کو دیکھا اگر دیکھا ہے تو مجھے اس کے بارے میں ضرور بتانا؟ درخت اس وقت تک سرسبز و شاداب رہتا ہے جب تک اس کی جڑیں زمین میں مضبوطی سے جگہ پکڑے رکھتی ہیں اور جب جڑیں کمزور پڑ جاتی ہیں وہ درخت گر جاتا ہے اور ایسے گرے ہوئے درخت کے بہت سے حق دار اسے اٹھانے کے لیے آ جاتے ہیں۔ عورت کی عزت شیشہ ہے اور باہر پتھر بہت ہیں۔ میری پیاری بہن! شیشے میں ایک دفعہ بال آ جائے تو جاتا نہیں۔ میں تمہاری خواہش ضرور پوری کروں گی ضرور کہانی لکھوں گی اس لڑکی کا نام بھی عالیہ رکھوں گی مگر گھر سے نکل جانے کے بعد وہ نہیں لکھوں گی جو تمہاری سوچ ہے بلکہ میں وہ لکھوں گی جو اس تلخ ظالم سفاک دنیا کی اصل حقیقت ہے۔ پچھتاوا ہر قدم پر اس لڑکی کے ساتھ ہوگا۔ وہ کبھی کامیاب و کامران نہیں ہوگی کیونکہ اس نے صرف اپنے دل کی مانی تھی اور اپنے پیچھے کئی دلوں کو توڑ کر ان کی عزت کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی تھی۔ ایسی لڑکیاں کبھی بھی اور کہیں بھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ میری پیاری بہن! تم ابھی چھوٹی ہو چند سال مزید گزریں گے تو تمہیں ماں، بہن بھائی باپ کے رشتوں کی قدر و منزلت کا پتا چلے گا۔ تمہیں احساس ہوگا کہ یہ رشتے تمہارے لیے گھنے سایہ دار کی مانند ہیں۔ اپنی ماں اپنی بہن ان لوگوں سے دوستی کرو دنیا میں سب سے سچی اور حقیقی دوستی یہی ہے۔ ماں سے بڑھ کر تمہارا کوئی خیر خواہ نہیں اگر ماں ایک بار تھپڑ مارے گی تو دس بار تمہارا منہ چومے گی اور دل ہی دل میں سوچے گی کہ تمہارے رخسار پر چھپنے والی اس کی انگلیوں کے نشان کتنے برے لگ رہے ہیں۔ وہ تم پر ابر کرم کی طرح مہربان ہو جائے گی ماں کا کوئی نعم البدل نہیں۔ کاش ان سے پوچھو یہ حقیقی رشتے کتنے انمول ہوتے ہیں جو اس سے محروم ہیں۔

عالیہ! میرے ان الفاظ پر برا مت ماننا اگر بہن سمجھتی ہو تو میرے لفظوں سے سبق سیکھنا تم لڑکی ذات ہو بہت انمول ہو بہت قیمتی اور پیاری ہستی۔ تم اپنی محبت اور خدمت گزاری سے گھر والوں کی سختی کو نرمی میں بدلنے کی کوشش کرنا۔ رائٹر معاشرے کا ایک اہم رکن ہے اس کا مقصد ایسی تحریریں لکھنا ہوتا ہے جو معاشرے کی اصلاح کریں۔ عالیہ ڈیئر! تم نے میرے جو بھی ناول پڑھے ہیں ان میں تم نے غور کیا ہوگا کہ کسی بھی لڑکی کے کردار میں میں نے کبھی کوئی کمی نہیں آنے دی اس لیے کہ میں کردار کو بہت اہمیت دیتی ہوں۔ میں یہ سوچتی ہوں کہ مجھ کو پڑھنے والی لڑکیاں میرے لفظوں سے غلط مفہوم نہ نکال لیں۔ نویرہ کا کردار ہو زاہیل ہو یا شہوار سبھی کے کرداروں میں تمہیں ایک باپردہ چادر اور چار دیواری کا تحفظ ماننے والی لڑکی ہی ملے گی۔ میں نے ایک مہربان، بہن اور دوست سمجھ کر تم سے یہ سب کہا ہے اگر تمہاری دل آزاری ہوئی ہے تو معاف کر دینا مگر یہ سچ ہے گھر والے سخت بھی ہوں تو اپنے ہوتے ہیں۔ وہ مار بھی دیں مگر ہمیں غلط ہاتھوں میں نہیں جانے دیتے اور گھر والوں کے بغیر بھی کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ میری پوری زندگی تمہارے سامنے ہے میرا ارادہ اپنا تعارف بہت مختصر لکھنے کا تھا مگر تمہارے خط نے مجھے احساس دلایا کہ مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ لکھنا ہے۔ بھلے کوئی کچھ بھی کہے اگر تمہاری سوچ بدل سکتی ہے تو یہ سودا مہنگا نہیں۔ میرے ابو بلا کے سخت مزاج تھے میرے بھائی بھی سخت ہیں مگر ان کی سختی میں جو محبت جو پیار میں دیکھتی ہوں کاش تم بھی گھر والوں میں وہ سب دیکھو۔ ماں باپ بہت انمول رشتے ہیں ان کی قدر کرنا اور کبھی بھی ان کے بارے میں غلط گمان دل میں نہ لانا۔ اپنے گھر پیارے گھر سے باہر ایک لڑکی کے لیے کہیں پناہ نہیں یہ کبھی فراموش نہ کرنا فی امان اللہ۔

قارئین کے لیے۔

میں نے عالیہ کو تفصیلی جواب لکھا ہے اور ساتھ ساتھ ان تمام قاری بہنوں کو بھی ایک پیغام ہے کہ پلیز رائٹر کی تحریروں کو کبھی غلط معنوں میں مت لینا پتا نہیں باقی لوگ کس مقصد کے تحت لکھتے ہیں مگر میں جب بھی لکھتی ہوں تو یہ سوچ کر لکھتی ہوں کہ مجھے ایسے لفظ تشکیل دینے ہیں جن کو پڑھ کر قارئین کا ذہن اصل زندگی کے حقائق سے روشناس ہو جائے۔ اگر میں نے عالیہ کاظمی کے ساتھ غلط رویہ اختیار کیا ہے یا سخت الفاظ استعمال کیے ہیں تو مجھے ضرور بتائیے گا۔ آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔

مجھے قارئین کی طرف سے اچھے رسپانس کی توقع تھی اور جب

جھیل، کنارہ، کنکر

نازیہ کنول نازی

> کیسے کر پاتے تیرے پیار کا اظہار صنم
> ہم تیری چاہت کو اس دل میں چھپائے رکھتے
> دل کی دھڑکن میں تیرا پیار بسا رکھا ہے
> ہم کہاں اس کو یوں ہاتھوں میں اٹھائے رکھتے

کچھ بھی تو نہیں ویسا' جیسا تجھے سوچا تھا
جتنا تجھے چاہا تھا......
سوچا تھا تیرے لب پر کچھ حرف دعاؤں کے
مہکیں گے میری خاطر
کچھ بھی تو نہیں ویسا' جیسا تجھے سوچا تھا
محسوس یہ ہوتا ہے دکھ جھیلے تھے جو اَب تک
بے نام مسافت میں' لکھنے کی محبت میں
پڑھنے کی ضرورت میں' بے سود ریاضت تھی
بے فیض عبادت تھی
جو خواب بھی دیکھے تھے ان جاگتی آنکھوں نے
سب خام خیالی تھی
پھر بھی تجھے پانے کی خواہش تو بچالی تھی
لیکن تجھے پا کر بھی اور خود کو گنوا کر بھی
اس حبس کے موسم میں' کھڑکی سے ہوا آئی
اب نیند سے آنکھوں میں' نہ دل میں وہ پہلی سی
تازہ سخن آرائی
ہاں لفظ میرے نکلے نہ حرف و معنی کی
دانش میرے کام آئی
نادیدہ رفاقت میں' جتنی بھی اذیت تھی
سب میرے [illegible] آئی
کچھ بھی تو نہیں ویسا' جیسا تجھے سوچا تھا
جتنا تجھے چاہا تھا

باہر تیز بارش ہورہی تھی۔ حورعین سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں کھڑی عجیب خاموش نگاہوں سے سڑک کے اس پار کی بوندوں کا شور سنتی رہی۔ آج کل اس کے اندر بھی تو ایسا ہی شور سر اٹھا رہا تھا۔ پچھلے تین دنوں سے وہ قبرستان بھی نہیں جا سکی تھی۔ دل کو ایک عجیب سی بے چینی نے گھیر رکھا تھا۔ نمیر' زبیر' سمیر اور عمیر کے ساتھ دادی ماں بھی اس سے بہت خوش تھیں۔ سارے گھر کا کام اپنے ذمے لے کر اس نے جیسے سب کا دل جیت لیا تھا۔ دادی ماں کی خواہش تھی کہ وہ اسے اپنے خاندان میں باقاعدہ اپنی بہو کی حیثیت سے متعارف کروائیں مگر عذیر نے عذر تراش کر فی الحال انہیں اس ارادے سے منع کر دیا تھا۔

عمیر کچن میں چائے بنا رہا تھا۔ وہ ابھی اپنے کمرے سے کمپیوٹر آف کر کے باہر نکلا تھا' حورعین عشاء کی نماز پڑھ کر کچن صاف کرنے کے بعد ابھی کمرے میں گئی تھی' دادی ماں کو اس نے شام میں ہی کھانا کھلا کر سلا دیا تھا۔ خراب موسم کے باوجود عذیر کی ابھی گھر واپسی نہیں ہوئی تھی۔ حورعین' عمیر کی مدد کے خیال سے دوبارہ کچن میں آ گئی۔

"ارے آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟" وہ اپنے ہاتھوں میں مگ تھامے کروٹ رہا تھا جب حورعین سامنے آئی۔

"ہوں' بہت دن ہوئے نیند سے [illegible]"

"چائے پئیں گی؟"

"نہیں' میں چائے بہت کم پیتی ہوں۔"

"چلیں پھر کچھ دیر بات تو کر سکتی ہیں؟"

"ہوں' کیوں نہیں۔" اثبات میں سر ہلاتی وہ عمیر کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی تھی' تبھی وہ بولا تھا۔

"آپ نے گوانتاناموبے جیل براہ راست دیکھی ہے؟"

"ہوں' تین ماہ وہاں رکھا گیا تھا مجھے۔"

"کس حالت میں؟"

"بہت تکلیف دہ حالتیں ہوتی ہیں وہاں' کن کن کا ذکر کروں؟" ایک زخمی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلاتے ہوئے اس کی آنکھیں چھلملائی تھیں۔ عمیر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"پاکستانی جیلوں سے واسطہ پڑا ہے کبھی؟"

"نہیں' کیوں ؟"

"میرا پڑا ہے' تین سال پاکستان کی مختلف جیلوں میں رہ کر آیا ہوں۔ وہ بھی بغیر کسی جرم کے اور ان تین سالوں میں جو حقائق سامنے آئے ان کے مطابق پاکستانی جیلیں' گوانتاناموبے' بگرام' پل چرخی' شبرغان اور قلعہ جنگی سے بھی زیادہ بری ہیں۔ جو کچھ ان جیلوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ہوتا ہے اگر یہود اور نصاریٰ دیکھ لیں تو اپنے سارے قیدی پاکستانی جیلوں کے سپرد کر دیں۔"

"تم جیل کیوں گئے تھے؟"

"خود سے تو نہیں گیا تھا' تقدیر لے گئی تھی اور یہاں پاکستان میں ساٹھ فیصد لوگوں کو جرم نہیں غربت اور تقدیر ان عقوبت خانوں میں لے جاتی ہے۔"

"مگر کیوں؟"

"کیوں کیا آپ پوچھ رہی ہیں؟" اب اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ [illegible] مسکرا رہا تھا۔

"جس ملک میں قانون محض [illegible] ہو جس ملک میں کوئی نظام نہ ہو وہاں ایسا ہی ہوتا ہے اور یہ بات شاید آپ [illegible]

[illegible]

[illegible] قتل کا الزام [illegible]

"وہاٹ؟" وہ چونکی تھی عمیر نے مگ مضبوطی سے تھامتے ہوئے رخ پھیر لیا۔

"ہوں' قتل کا الزام تھا مجھ پر وہ بھی ایسے شخص کے قتل کا' جسے میں جانتا تک نہیں تھا۔"

"پھر !"

"پھر کیا۔" کوئی ثبوت نہیں تھا میرے خلاف' پولیس بھی جانتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں' مگر پھر بھی ایس ایچ او کی جیب میں آئے پچاس ہزار روپوں نے ہمیں گناہ گار ثابت کر دیا۔ ایف آئی آر ہوئی' کیس بنا اور انصاف کے ایوانوں میں بیٹھے منصفوں نے اپنے فیصلوں میں بنا کسی بحث و جرح کے سزائے موت نافذ کر دی۔"

"او میرے خدا! پھر" حورعین کے چہرے پر بکھری پریشانی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ عمیر نے مگ خالی کر کے واپس میز پر رکھ دیا۔

"پھر کیا تین سال زندگی اور موت کے درمیان پھنسا انسانی درندگی اور بربریت کا نظارہ کرتا رہا۔ انسانوں کے ہاتھوں انسانیت کی دھجیاں بکھرتے دیکھتا رہا' کیا کیا نہیں دیکھا ان گزرے ہوئے تین سالوں میں میں نے۔ سوائے قیدیوں کے ان پر ٹوٹنے والی آفات کی کہانی اور کوئی بیان نہیں کر سکتا۔" وہ آزردہ ہوا تھا۔ حورعین اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اصل کہانی کیا تھی کس کے قتل کے الزام میں سزا سنائی گئی تھی تمہیں اور پھر رہائی کیسے ہوئی؟" وہ ایک ساتھ سب جان لینا چاہتی تھی۔ عمیر [illegible] اٹھ کر ٹیلی وژن کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"یہاں پاکستان میں پچاس فیصد سے زائد انسانوں کی تقدیر [illegible]

[illegible]

[illegible] سسٹم ہے اس ملک کا [illegible]

سیکڑوں بے گناہوں کو اسی نظام کی بھینٹ چڑھ کر سولی پر لٹکتے دیکھا ہے اور آپ کو پتا ہے ان کی آخری خواہش کیا تھی؟ اس ملک کے نظام کو تبدیل کیا جائے' یہاں صحیح معنوں میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے' مگر جس ملک کا کوئی نظام نہ ہو وہاں آخری خواہشیں بھی کہاں پوری ہوتی ہیں' تبدیلیاں اتنی آسانی سے تو نہیں آتیں ناں۔" یک لمحے کے لیے وہ سانس لینے کو رکا پھر حورعین کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہمارا جو تھانہ کلچر ہے ناں وہاں آپ کسی بھی بے گناہ سے بے گناہ انسان کو ذرا سے تعلق یا پیسوں کا استعمال کر کے کسی بھی وقت پھنسا سکتی ہیں۔ کوئی مشکل نہیں ہے کسی کے خلاف جھوٹی ایف آئی آر کٹوانا' قیمتی زندگیوں کے فیصلے چند روپوں میں ہو جاتے ہیں۔ میرا اور شہزاد کا فیصلہ بھی یونہی ہو گیا تھا۔"

"شہزاد کون؟"

"دوست تھا میرا' ہمیں قریبی گاؤں میں رہتا تھا۔ بے حد ذہین' خوددار اور ہوشیار لڑکا تھا۔ بہت محبت تھی اسے اپنی زمین سے' گاؤں کا نمبردار اس سے اس کی زمین ہتھیانا چاہتا تھا مگر وہ بیچنے پر آمادہ نہیں تھا۔ نمبردار جانتا تھا کہ وہ پڑھا لکھا لڑکا ہے آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا' تبھی اس نے [illegible] چال چلی جو اس ملک کے ستر فیصد دیہات میں [illegible] یہ نمبردار اور چوہدری کرتے رہتے ہیں۔"

"[illegible] چال؟" حورعین کے پوچھنے پر اس نے گہری [illegible]

"[illegible] قانون کی چال۔"

"[illegible] میں سمجھی نہیں؟"

[illegible]

قصور بھی سزا کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں' عذیر بھائی نے بہت کوشش کی مجھے بچانے کی مگر بے سود' میری اور شہزاد کی عظیم ٹیلنٹ' کیریئر سب تباہ ہو گیا۔ ایف آئی آر کٹی' کیس بنا' قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کرائے کے گواہوں نے میرے اور شہزاد کے خلاف شہادت دی اور انصاف کی کرسی پر بیٹھے جج نے بنا کسی بحث و جرح کے ہمارے حق میں سزائے موت کا فیصلہ صادر کر دیا۔ اس سے پہلے ایس ایچ او کہتا رہا کہ پچاس ہزار دے دو تمہیں بچا لوں گا مگر مجھے غرور تھا کہ جب میرا کوئی قصور ہی نہیں تو مجھے سزا کیسے ہو گی مگر وقت نے مجھے بتا دیا کہ اس ملک کے نظام میں سزا کا طوق زیادہ تر بے قصور اور بے گناہ لوگوں کے گلے میں ہی ڈالا جاتا ہے' اصل قصوروار اور خطرناک لوگ تو قانون کی پناہ میں رہتے ہیں۔ تاریک راہوں میں جعلی پولیس مقابلوں کی بھینٹ چڑھ کر ابدی نیند سونے والے اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے جرم کا بھی پتا نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں اس ملک پر اتنی آفتیں کیوں ٹوٹتی ہیں' یہاں روز کسی نہ کسی صورت عذاب کیوں نازل ہوتے رہتے ہیں مگر ہم یہ نہیں دیکھتے کہ روز' انصاف کے ایوانوں میں لوگ اپنے ضمیر اور ایمان کا سودا کر کے کتنی بے شرمی سے اس مقدس کتاب پر جھوٹا حلف اٹھاتے ہیں' جو کتاب ساری دنیا کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے کیا نہیں ہوگا روز محشر ان لوگوں کے ساتھ' یہ جھوٹے مدعی' یہ جھوٹے گواہ' یہ پیسے لے کر اپنے فرض سے کوتاہی برتنے والے ایس ایچ او' اے ایس آئی' محرر' وکیل' جج' کہاں جائیں گے یہ لوگ اس روز جب بادشاہوں کے بادشاہ کی عدالت لگی ہوگی اور وہاں کوئی سفارش نہیں ہوگی' کیسے [illegible] یہ لوگ [illegible]

[illegible]

دکھا رہے ہیں؟ بجائے اس کے کہ ہم وہ وجوہات ختم کریں جو جرائم کو جنم دے رہی ہیں' ہم الٹا بے گناہوں کو رگڑ رہے ہیں' وہ مذہب جو اسلام کے بدترین دشمنوں کے لیے بھی امن و سلامتی کا باعث بنا اسی مذہب کے پیروکاروں کے ساتھ کیا کررہے ہیں ہم؟ آپ کو پتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں غلے کا قحط پڑا تو انہوں نے چوری کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو اس وقت تک کے لیے معاف کردیا تھا جب تک قحط دور نہ ہوجاتا۔ وہ عمرؓ کہ جن کا کیا فیصلہ اوپر آسمان پر سراہا جاتا تھا مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج ہم نے ایسی انمول اور گراں قدر ہستیوں کا اتباع کرنے کی بجائے اپنی زندگیوں کو انہی شرمناک اصولوں کے سپرد کردیا ہے جو منحوس انگریز ہمارے لیے چھوڑ کر گئے کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک اسلامی ملک میں اسی کے باشندوں کے ساتھ قطعی غیر اسلامی سلوک روا رکھا جارہا ہے' تاریخ کھول کر دیکھ لیجیے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ان کے کسی صحابی نے کبھی کسی گناہ گار قاتل کو بھی دس دس پندرہ پندرہ سال بدترین قید میں رکھ کر پھانسی کی سزا نہیں دی' ان پاک ہستیوں نے تو گناہ گار کے لیے بھی قصاص کے ساتھ ساتھ دیت اور معافی کو پسند کیا۔ خود پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بہترین مثالیں ہمارے سامنے ہیں' جن میں انہوں نے اپنے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور محبوب بیٹی کے قاتلوں کو سزا دینے کا حق اور اختیار رکھنے کے باوجود عام معافی کا اعلان کردیا مگر یہاں ہماری جیلوں میں موت کی سزا پانے والے بدنصیب حق داروں کے ساتھ ساتھ کئی بے گناہ معصوم قیدیوں کے ساتھ انہیں ذہنی اور جسمانی اذیت [illegible] ہیں کہ شاید انہیں دیکھ کر شیطان بھی انسان سے پناہ مانگ [illegible]

ہیں۔" بولتے بولتے عمیر کا تنفس تیز ہوگیا تھا۔ حورعین [illegible]

نے جھکے سے انگڑائی لی تھی مگر وہ ساکت بیٹھی رہی۔

"کتنی دل چسپ بات ہے ناں آپی! کہ محض ایک جرم کرنے والا قتل کے بدلے میں قتل تو ہوتا ہی ہے مگر اٹھارہ اٹھارہ' بیس بیس سال عقوبت خانوں میں قید ایک ایک پل کا عذاب اپنے جسم اور روح پر ٹوٹتے علیحدہ برداشت کرتا ہے' کیا کیا نہیں ہوتا ان سالوں میں اس کے ساتھ۔" عمیر کے لہجے میں ٹھہراؤ اور آنکھوں میں گزرے دنوں کی دھول صاف اڑتی دکھائی دے رہی تھی' حورعین گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"ہوں' صحیح کہتے ہو' یہاں کسی بھی شعبے کا نظام درست نہیں ہے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائیں تب بھی ہم نہ اس سسٹم کو ٹھیک کرسکتے ہیں نہ اس جال کو توڑ سکتے ہیں جو ہم پر یہود و نصاریٰ نے ڈال رکھا ہے' یہی تقدیر ہے اس ملک کے باشندوں کی کہ وہ بے قصور مارے جائیں اور کوئی ان کے لیے آواز اٹھانے والا نہ ہو' بہر حال شہزاد کا کیا بنا؟"

"کیا بننا تھا؟" حورعین کے سوال کے جواب میں عمیر کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ بکھری تھی۔

"جس ملک کا آئین اور قانون نہ ہو وہاں بے بس غریب لوگوں کے ساتھ کیا بنتا ہے' آپ کے ساتھ کیا بنا؟ سرحدانی اور ان جیسے سیکڑوں قوم کا درد دل میں رکھنے والے معصوم پاکستانیوں کے ساتھ اب تک کیا بنتا آیا ہے؟ چھوڑیں آپی! اس خطہ ارض میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون چلتا ہے۔" آنکھوں کے گوشوں میں ایک دم سے چھلک آنے والی نمی کو چھپانے کے لیے اس نے فوراً رخ پھیر لیا تھا۔

"آپ کو نیند آرہی ہوگی سو جائیں جاکر۔"

"نہیں مجھے نیند نہیں آرہی پھر...... ابھی مدیر بھی گھر [illegible]"

"وہ لیٹ ہی آتے ہیں آپ کو ان کی فکر میں جاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ان کی فکر میں نہیں جاگ رہی۔" فوراً سے پیشتر [illegible]

[illegible] چائے کا بہت عادی

ہوگیا ہوں خیر آپ نے پاکستانی قانون میں دفعہ سیلون اے ٹی اے کا نام سنا ہے؟"

"نہیں' کیوں؟"

"جاننا چاہیے تھا یہ قانون نواز حکومت میں پاس ہوا تھا' انسدادِ دہشت گردی کے ضمن میں بظاہر یہ قانون دہشت گردوں کے لیے بنا ہے' مگر پولیس والوں کے پیٹ کی مہربانی کی وجہ سے اکثر دوسرے لوگ بھی اس بدترین قانون کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں' اس قانون کی رو سے اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کردیں تو بھی اسے سزا سے رہائی نہیں ملتی۔"

"واٹ؟"

"جی ہاں' ہمارا المیہ ہے کہ ہم یہاں کسی بھی قانون کو غلط استعمال کرنے اور اس کا ناجائز فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے' بس اس پر اختیار ہونا چاہیے۔

تین سالہ جیل کے دوران میں نے بہت سے لوگوں کو اس اندھے قانون کی بھینٹ چڑھتے دیکھا ہے' جن کی خبر بھی نہیں ہوتی اور کہیں میلوں دور ہمارے نام کی ایف آئی آر بھی کٹ چکی ہوتی ہے' شہزاد کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا تھا۔ نمبردار نے پولیس کو تگڑی رقم دے کر اس پر سیلون اے ٹی اے کی دفعہ نافذ کروادی تھی۔ بہت کوشش کی شہزاد کے گھر والوں نے انصاف کے لیے نمبردار کو راضی کرنے کے لیے اپنی زمین بھی اس کے حوالے کردی۔ زمین ہتھیانے کے بعد نمبردار نے راضی نامہ لکھ کردے دیا' جس پر سپریم کورٹ نے مجھے اور شہزاد کو قتل کے کیس سے بری کردیا مگر شہزاد پر چونکہ سیلون اے ٹی اے کی دفعہ نافذ تھی تو قتل کے کیس سے باعزت بری ہونے کے باوجود فاضل جج نے اس کی سزا برقرار رکھی' بہت احتجاج ہوا اپیلیں کی گئیں' اس وقت کے جیل کے نیک دل سپرنٹنڈنٹ نے بھی بہت تعاون کیا شہزاد کے گھر والوں کے ساتھ نہ صرف یہ بلکہ اس نیک دل انسان نے جیل سے مختلف جگہوں پر انصاف کے حصول کے لیے درخواستیں بھجوادیں مگر کسی بھی جگہ پر کوئی سنوائی نہیں ہوئی' سب نے یہی کہا کہ قانون بنا ہے تو اس کا احترام بھی ہونا چاہیے خواہ وہ شخص اپنے جرم سے باعزت بری ہی کیوں نہ ہوگیا ہو۔ تین بار ڈیٹ فکس ہوئی شہزاد اور اس کے گھر والے

پاگل ہونے کو تھے کہ اگر ہمارے بچے کی جان ہی نہیں بچنی تھی تو ہمیں اپنی زندگی بھر کی پونجی لٹا کر نمبردار سے راضی نامہ کرنے کا کیا فائدہ' جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ چاہے اسے معطل کردیا جائے مگر وہ ایک ناجائز قتل کا گناہ اپنے سر نہیں لے گا۔ تب اوپر سے ہمیں بھیجی گئیں مگر سپرنٹنڈنٹ کے کردار پر آفرین ہے کہ اس نے شدید دباؤ کے باوجود سزا پر عمل درآمد نہیں ہونے دیا اور افسران کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ وہ بہت غلط کررہے ہیں' بے شک ایسے ہی لوگوں کے لیے جو اپنے فرض سے غداری نہیں کرتے' آخرت کی راحت ہے مگر شہزادو کو انصاف نہیں ملا ہر جگہ انصاف کے حصول کے لیے سر پھوڑنے کے بعد بالآخر وہ پاگل ہوگیا اور آج تک پاگل پن میں جیل کاٹ رہا ہے' یہ ہے اس ملک کا نظام اور یہاں کا اندھا قانون' وہ بدترین اور اندھا قانون' جس کی بھینٹ صرف بے گناہ' غریب اور کمزور لوگ چڑھتے ہیں بااثر اور امیر لوگوں کے لیے تو یہ کسی کھیل تماشے سے کم نہیں۔" رخ پھیرے وہ بہت دل گرفتگی سے کہہ رہا تھا۔ حورعین رنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"آپ کو دکھ ہے کہ آپ کے ساتھ بے گناہی کے باوجود ایک غیر ملک کے ظالم آفیسرز نے غیر انسانی سلوک کیا صرف اس لیے کہ آپ مسلمان اور پاکستانی تھیں مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہاں اپنے ملک میں بااختیار لوگ بے بس لوگوں کے ساتھ کس حد تک جاکر غیر انسانی سلوک کرتے ہیں' پل پل بدترین موت کا انتظار کرنے والے قیدیوں کے ساتھ خوف ناک اندھی کوٹھڑوں میں کیسے انسانیت کی دھجیاں بکھیرتے ہیں' ہر لمحہ کیسے ان کو ذہنی اور جسمانی طور پر ٹارچر کرکے پاگل پن کی بے رحم موت کے سپرد کرتے [illegible]

[illegible]

[illegible] آپ [illegible] جان [illegible] قیدی [illegible]" ان کے خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا کہ وہاں کیا ہوتا ہے

دوسرے لوگوں کے سامنے اگر ایسی کوئی بات آتی ہے تو وہ یقین ہی نہیں کرتے' کر بھی لیں تو یہی سمجھتے ہیں کہ ضرور کسی قصور کی سزا ہی ملتی ہوگی مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔"

"میں جانتی ہوں عمیر! میرا خود ایسے حالات سے براہ راست واسطہ پڑا ہے۔"

"میں جانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو باتیں میں کررہا ہوں' وہ بہت سے لوگوں کے نزدیک محض فضول باتیں ہیں' بہت سے لوگ تو ان پر کان دھرنا اور انہیں سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور یہی بے حسی ہمارا المیہ ہے' جس کا جواب دہ ہمیں ہونا ہے' اپنے ہی جیسے انسانوں کے ساتھ انسانیت سے گر کر ہونے والے سلوک پر۔ بہرحال ابھی جو بات میں آپ کو بتانے جارہا ہوں' مجھے اس کا بہت دکھ ہے کیونکہ یہ بدترین ظلم ہے' بہرحال بہت پرانی بات نہیں ہے یہ' میرا کیس ان دنوں فائنل مراحل میں تھا' جیل کے حکام نے ہمیں اس روز جو چاول کھانے کے لیے دیے تھے وہ کسی طور کھانے کے قابل نہیں تھے' یہاں میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ حکومت جیل حکام کو یومیہ فی قیدی دو سے تین سو روپے دیتی ہے مگر قیدی کو بمشکل بیس سے چالیس روپے کا کھانا بھی نہیں ملتا' جیل کا باورچی ساٹھ ستر ہزار روپے خرچ کرکے یہ ڈیوٹی سنبھالتا ہے اور پھر جو راشن آتا ہے اس کی تقسیم ہوتی ہے' قیدی کے لیے کچھ بھی نہیں بچتا' دوسری دنیا کے ان نیم پاگل لوگوں کو جو کھانا تیار کرکے دیا جاتا ہے اس کی تیاری کچھ اس طرح سے ہوتی ہے [illegible] دیگ میں پانی ابال کر اس میں وہ دال' سبزی یا گوشت ڈال دیا جاتا ہے جو پکانا مقصود ہوتا ہے پھر برائے نام نمک مرچ [illegible] جاتا ہے جو ڈرموں کی صورت وہاں پڑا ہوتا ہے' جس روز کسی مجسٹریٹ یا اعلیٰ افسر نے چکر لگانا ہو اس روز ذرا بہتر [illegible] دیتے ہیں ورنہ روز ایسا ہی کھانا دیا جاتا ہے کہ [illegible] دیکھ کر ہی پیچھے ہٹادے اس روز بھی [illegible]

[illegible] چاول [illegible] قیدیوں [illegible]

[illegible] جیل [illegible] سپرنٹنڈنٹ [illegible] قیدیوں [illegible]

ٹھیک ہے آپ لوگ اپنے اپنے سیل میں واپس چلے جائیں' میں آنا منگوا کر آپ لوگوں کے لیے روٹی کا انتظام کروا دیتا ہوں' ہمیں پتا تھا کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ ہمیشہ دھوکہ کرتے ہیں' اس لیے ہم نے کہا کہ ہمیں ان کے وعدے کا کوئی اعتبار نہیں' وہ قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر حلف دیں کہ ہمیں کھانا دیں گے اور ہمارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا جائے گا' تب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر حلف دیا کہ وہ دھوکا نہیں کرے گا۔ اس حلف کے بعد سب قیدی جیسے ہی منتشر ہوکر سیلز میں بند ہوئے ان لوگوں نے وہی گندے چاول' نالی میں پھینک کر ایک قیدی کو باہر نکالا اور پھر مار مار کر ان کے بازو اور ٹانگیں توڑتے ہوئے انہیں نالی میں پڑے ہوئے چاول اٹھا کر کھانے پر مجبور کیا اور کھلائے بھی۔ اگلے دن احتجاج پر ہمارے چار ساتھیوں کو گولی مار کر ان پر یہ الزام عائد کردیا کہ ان لوگوں نے جیل سے بھاگنے کی کوشش کی تھی اس لیے انہیں گولیاں ماری گئیں۔" گہری سانس ہموار کرتے ہوئے اس نے سر جھکا تھا جب حورعین نے پوچھا۔

"لوگ بیمار نہیں ہوئے وہ گندے چاول کھا کر؟"

"آپ کو پتا ہے [illegible] نہیں ہوتے [illegible] گئے مگر جیل کی [illegible] بیماری سے بھی کسی عذاب سے کم نہیں [illegible] جو ادویات قیدیوں کے لیے بھجواتی ہے وہ [illegible] پیسے [illegible] جاتے ہیں اور قیدیوں کو [illegible] ایک ہی قسم کی سستی سی [illegible] جاتی ہیں۔ سزائے موت کے [illegible] مرگ میں بھی نصیب نہیں [illegible]

[illegible]

"میں جانتا ہوں میں نے سن رکھا تھا کہ بھارتی جیلوں میں مسلمان قیدیوں کو پیٹرول پلایا جاتا ہے تاکہ ان کے اعضاء کو مفلوج کیا جاسکے' وہ قیدی جو وہاں سے رہا ہوکر آتے ہیں وہ یا تو مکمل طور پر پاگل ہوجاتے ہیں یا پھر ان کے ہونٹوں پر ایک جامد خاموشی ہمیشہ کے لیے ڈیرا ڈال لیتی ہے' زندگی بھر وہ محض خلاؤں میں تکتے رہتے ہیں اور اپنے زندہ ہونے پر روتے رہتے ہیں۔"

"ہوں' موت تو اٹل حقیقت ہے جس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا مگر پھر بھی دنیا کے ہر دکھ سے بڑا موت کا دکھ ہوتا ہے۔"

"برزخ میں جلتے لوگوں کے لیے نہیں ہوتا۔" عمیر نے کہا اور اسی پل عذیر ہمدانی نے لاؤنج میں قدم دھرے تھے۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" عذیر کے سلام کے جواب میں حورعین اور عمیر نے مشترکہ سلامتی بھیجی تھی۔ وہ سر کو ہلکی سی جنبش دیتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ آپی! میرے خیال سے ٹائم کافی ہوگیا ہے' نیند آرہی ہے آپ بھی سوجائیے۔" عذیر کے کمرے کی طرف بڑھتے ہی عمیر بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ حورعین اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کھانا گرم کرکے وہ عذیر کے کمرے میں لے آئی' وہ ابھی لباس تبدیل کرکے بیٹھا تھا۔

"السلام علیکم! یہ کھانا"

"کیا پکایا ہے؟" اچٹتی سی ایک نظر اس کے سراپا پر [illegible]

[illegible]

"بس... ہمیر کریلے اچھے نہیں بناتا۔"

"مگر آج ہمیر نے کھانا نہیں بنایا' میں نے بنایا ہے آپ

ذرا سا کھا کر دیکھ لیں اگر اچھا نہ لگے تو کچھ اور بنا دوں گی۔"
"شکریہ مگر میں نہیں سمجھتا کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔"
"میں جانتی ہوں مگر میرا اتنی دیر تک جاگ کر آپ کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔"
"کسے ضرورت بھی نہیں ہے میرا انتظار کرنے کی' لیٹ گھر واپسی پر سب اپنا اپنا کھانا خود ہی نکال کر کھاتے ہیں۔" اس کے ہاتھ سے کھانے کی ٹرے لے کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔ حورعین سر جھکائے کھڑی رہی۔
"بیٹھ جائیں پلیز۔"
"نہیں' آپ کھانا کھالیں تب تک میں چائے لے آتی ہوں۔"
"ابھی چائے کی ضرورت نہیں پلیز' آپ بیٹھ جائیں میں کچھ جاننا چاہتا ہوں آپ کے بارے میں؟" اگلے ہی پل کھانے کی طرف توجہ مبذول کرتے ہوئے اس نے سرسری سی نظر حورعین پر ڈالی۔ وہ ہلکی سی گھبراہٹ کا شکار قریبی صوفے پر دبک کر بیٹھ گئی۔
"جی۔"
"عمیر نے دادی ماں کو بتایا ہے کہ ہمارا نکاح ہوچکا ہے اسی لیے دادو نے بنا سوچے سمجھے سارا گھر آپ کے سپرد کردیا' وہ جتنی سخت ہیں اتنی ہی پیار کرنے والی خاتون بھی ہیں۔ میرے حوالے سے آپ کو اس گھر میں کوئی مسئلہ نہیں ہوسکتا مگر یہ حوالہ ہمیں بہت سی مشکلات سے دوچار کرسکتا ہے۔" نوالہ توڑتے ہوئے وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ وہ مزید گھبراہٹ کا شکار ہوگئی۔
"کیسی مشکلات؟"
"بہت سی مشکلات' آج صبح جب میں دادو کے کمرے میں گیا تو پتا ہے وہ مجھ سے کیا پوچھ رہی تھیں کہ آپ انہیں خوش خبری کب سنا رہی ہیں' کہہ رہی تھیں آپ کو ساتھ لے کر ڈاکٹر سے چیک اپ کروالاؤں' بہت ایکسائٹڈ ہیں وہ گھر میں کوئی بڑی تقریب کرنے کے لیے۔" عمیر کے الفاظ نے اس کا چہرہ پل میں سرخ کردیا تھا۔ [illegible]

اس کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔
"بڑی مشکل سے ٹالنے میں کامیاب ہوا ہوں انہیں مگر میں جانتا ہوں ہم شاید زیادہ دن تک اس فرضی رشتے کا بھرم نہیں رکھ پائیں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے گھر والوں کے بارے میں بتائیں تاکہ میں آپ کا مسئلہ حل کرسکوں' آخر کار آپ ساری عمر کے لیے تو فرضی تعلق کا سہارا لے کر اس گھر میں نہیں رہ سکتیں ناں؟" اس کی حیاء اور خاموشی کو یکسر نظر انداز کیے وہ اپنی بات مکمل کررہا تھا۔ حورعین کی آنکھیں چند لمحوں میں پھر سے آنسوؤں سے بھر آئیں۔
"میں جب گھر سے نکلی تھی تو اذان ہورہی تھی' اس وقت صرف اللہ ہی میرا واحد رشتہ تھا اسی سے عزت کی حفاظت اور پناہ کی دعا مانگی تھی میں نے اور اس نے میری دعا کو رد نہیں کیا۔"
"گھر سے کیوں نکلی تھیں؟" وہ اب باقاعدہ انویسٹی گیشن کررہا تھا' حورعین کا سر جھکا ہوا ہی تھا۔
"پاپا کی ڈیتھ کے بعد اس گھر میں میرے لیے سوائے گھٹن کے اور کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ ایسے میں پاپا کی تمام پراپرٹی کے مالکانہ حقوق میرے نام ہونے پر میری سوتیلی ماں کے لیے میرے وجود کو برداشت کرنا اور بھی مشکل ہوگیا۔ اس روز اگر میں گھر سے نہ بھاگتی تو یقیناً وہ اپنے بھائی اور بھانجے کے ہاتھوں میری عزت پامال کروادیتیں۔"
"واٹ؟"
"ہاں پاپا کے آفس پر ان کے بھائی قابض ہیں اور گھر پر وہ اور ان کی فیملی' وہ ہر صورت مجھے اس گھر سے بے دخل کرنا چاہتی تھیں اور انہوں نے کردیا۔"
"یہ تو بہت غلط ہے' کیا آپ کی فیملی میں کوئی اور سپورٹر نہیں ہے آپ کا؟"
"نہیں' کوئی بھی نہیں' صرف وکیل انکل تھے جب تک وہ زندہ تھے تب [illegible]
[illegible]"

"آپ فکر نہ کریں' میں اس معاملے کی مکمل تحقیق کروا کر یہ مسئلہ حل کرواؤں گا' ان شاء اللہ۔"
"شکریہ۔" آنسو پونچھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
اگلے روز عصر کے بعد دل کے ازحد بے قرار ہونے پر' بہت دنوں کے بعد وہ قبرستان چلی آئی تھی۔ دادی ماں سے اس نے بازار سے سودا سلف لانے کا کہا' شہر خاموشاں کی خاموش دنیا کا وہی معمول تھا' وہ لوگ جن کے ہونے سے زندگی کا گمان ہوتا ہے چپ کی بکل مار کر ابدی نیند سوجاتے ہیں تو دل قبرستان بن جاتے ہیں اور پھر انہی قبرستانوں میں گزرے ہوئے وقت کی غم ناک یادیں' بدروحوں کی طرح بھٹکتی پھرتی ہیں۔ اس کے اندر بھی سناٹوں کا راج تھا' قبرستان کے بڑے سے پھاٹک کے اس پار قدم پڑتے ہی وہ جیسے کانچ کے برتن کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

رت میں سرد برفیلی ہواؤں کے ساتھ اپنا پچھلا سفر مکمل کررہی تھی جب وہ کل ہی کمرے سے نکل کر باہر لان سے ملحقہ سیڑھیوں پر آ بیٹھی۔
آدھی آستینوں کے باریک سوٹ میں یک لمحے کے لیے وہ کپکپا کر رہ گئی تھی مگر اگلے ہی پل بے حسی کا مظاہرہ کرتی ٹھنڈی سیڑھیوں پر ٹک گئی۔ کل رات سے وہ مسلسل رو رہی تھی [illegible] بے دردی سے اس کے ہم سفر نے [illegible] اسے لگا جیسے اس کا [illegible] جائے گا۔
"اپنے باپ سے پوچھنا' کرائی وقات' جنہوں نے [illegible]
[illegible]"

تدراک کوئی مرہم نہیں کرسکتا۔ گرم گرم آنسوؤں کے بہنے کا سلسلہ جاری ہی تھا' اس وقت اسے کسی اپنے کی کمی شدت سے محسوس ہورہی تھی' کوئی ایسا اپنا جس سے وہ اپنا ہر درد شیئر کرکے پرسکون ہوسکتی۔ اگلے پچیس منٹ مزید برفیلی ہواؤں کا سامنا کرنے کے بعد وہ بے دلی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی' بیڈ کے قریب سائیڈ ٹیبل سے اپنا سیل اٹھاتے ہوئے اس کی آنکھیں پھر بھر آئی تھیں' آج کتنے دنوں کے بعد اس کی انگلیاں ہادیہ اظفر کا موبائل نمبر پریس کررہی تھیں۔
"ہیلو۔" اسے گمان نہیں تھا مگر حیرت انگیز طور پر رات کے اس پہر بھی اس کی کال فوری پک کرلی گئی تھی' یوں جیسے اس کے ساتھ وہ بھی جاگ رہی ہو۔ ہانیہ خاموش رہی' یوں جیسے وہ سمجھ ہی نہ پارہی ہو کہ اسے بولنا چاہیے یا نہیں۔
"ہانیہ! میری جان بات کرو پلیز' میں مانتی ہوں کہ میں نے تمہارے اعتبار کو ٹھیس پہنچا کر تمہارا دل توڑا ہے مگر خدا شاہد ہے ہانی! میرا مقصد صرف تمہاری بہترین زندگی تھا۔ میکال بھائی بہترین انسان لگے تھے مجھے تمہارے لیے۔" اس کی خاموشی پر تڑپتے ہوئے وہ بول رہی تھی' ہانیہ کے آنسو تیزی سے بہنے لگے' اس کے دل پر جما گلیشیئر پگھلنے لگا تھا' تبھی اپنی سسکیوں کو دبائی وہ کمرے سے نکل کر کمرے سے ملحقہ ٹیرس کی طرف چلی آئی تھی۔ سرد ہواؤں کی سنگت نے یک مرتبہ پھر اس کے چہرے پر نم سا تاثر چھوڑا تھا۔ دوسری طرف موجود ہادیہ اس کی سسکی کی آواز پر جیسے تڑپ اٹھی تھی۔
"ہانی ہانی! تم ٹھیک تو ہو' کیا ہوا ہے پلیز مجھے بتاؤ۔" اس کی بے قراری اس کے لہجے سے صاف محسوس کی جاسکتی تھی مگر ہانیہ خاموشی سے روتی رہی' آنسوؤں کی زبان کے علاوہ اس وقت اسے اور کوئی زبان اپنے درد کے اظہار کے لیے مناسب نہیں لگی تھی۔
[illegible]
[illegible] گا۔" وہ خود بھی رونے لگی تھی اور وہ ایسی ہی تھی' ہمیشہ [illegible]

تکلیف پر تڑپ اٹھنے والی' صرف ہانیہ کے لیے اس کی محبت میں اس نے انگلینڈ جیسا شاندار ملک چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے پاکستان میں پڑاؤ ڈال لیا تھا جب کہ اس بات پر کتنے ہی دن جاذب جو اس کا منگیتر ہی نہیں محبوب بھی تھا اس سے ناراض رہا تھا۔

ہانیہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اسے کیا کہے تبھی اس نے خاموشی سے کال ڈس کنیکٹ کردی تھی اور روتے ہوئے وہ پلٹ رہی تھی جب قطعی غیر متوقع طور پر میکال حسن کے ساتھ اس کی ٹکر ہوگئی' اس کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ رات کے اس پہر اپنے بیڈ روم سے نکل کر وہ یوں اس کے کمرے کی طرف بھی آسکتا ہے' تبھی اس نے بھیگی پلکوں کے ساتھ حیرانی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند ساعتیں دیکھنے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو اپنی انگلی کے پوروں پر چن لیے تھے۔

"ایم سوری ہانیہ! شاید مجھے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا جو میں نے کہا۔" وہ شخص اس سے معذرت کا اظہار کررہا تھا جس کی بے بنیاد نفرت ہانیہ کی سمجھ سے باہر تھی مگر اس شخص کے لفظوں نے جو کیچڑ اس کی ذات پر اچھالا تھا' وہ چاہتے ہوئے بھی اسے کبھی بھول نہیں سکتی تھی تبھی ایک سرد نگاہ اس کے چہرے پر ڈالنے کے بعد وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور کمرا لاک کرکے بیٹھ گئی' اگلے چند گھنٹوں میں ہادیہ اس کے پاس تھی' ہانیہ اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر پھر رو پڑی۔

"آنٹی اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ روز کے لیے ہانیہ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں' اصل میں انکل کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ یاد کررہے ہیں۔" اسے چپ کروانے کے بعد وہ ڈائننگ ٹیبل پر موجود مسز حسن کو مخاطب کرتے ہوئے بولی تھی۔ میکال اور حسن صاحب [illegible] سے شہر سے باہر تھا تبھی اس کی استدعا پر انہوں نے فوراً سر جھکائے بیٹھی ہانیہ کی طرف دیکھا تھا۔

"ہانیہ بیٹے! کیا آپ بہن کے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

"جی۔" اس کے جی نے ہادیہ کے ساتھ ساتھ مسز حسن کو بھی حیران کیا تھا شاید تبھی انہوں نے فوراً اجازت دے دی تھی۔

"ٹھیک ہے یہ تو بہت اچھی بات ہے آپ جب تک چاہو وہاں رہ سکتی ہو۔" وہ اس کی ماں نہیں تھیں مگر ہانیہ کے لیے ان کا پیار اور ان کا کردار کسی طور ایک ماں سے کم نہیں تھا تبھی وہ فرماں برداری سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

ہادیہ کے ساتھ اگلے تین گھنٹے کے بعد جس وقت اس نے اپنے گھر میں قدم رکھا' لان میں بیٹھے کرنل صاحب اور جاذب کی نگاہیں گویا پلک جھپکنا بھول گئیں' کتنے عرصے کے بعد وہ اس گھر میں واپس آئی تھی' جاذب اٹھا تھا اور لپک کر اس کے قریب آیا تھا۔

"ہانی! یہ تم ہی ہو ناں' میری آنکھیں کہیں دھوکا تو نہیں کھارہیں۔"

"کھا بھی سکتی ہیں کیونکہ چشمے کے بغیر تمہیں کچھ ٹھیک سے نظر کہاں آتا ہے۔" ہانیہ کی بجائے جواب ہادیہ نے دیا تھا جس پر وہ چڑ گیا۔

"تم اپنا بوتھا بند رکھوا کرو۔"

"او کے اب ہٹو راستے سے ہانی کو انکل سے ملنے دو۔"

"میری بہن ہے پہلے مجھ سے ملے گی' تم خرید کے نہیں لائیں اسے۔" وہ پھر چڑا تھا۔ ہانیہ کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ بکھر گئی تبھی جاذب نے اسے کھینچ کر خود سے لگایا۔

"میں تم سے سخت خفا ہوں ہانی اگر پھر بھی معاف [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی زندگی میں چلی گئی تھی جسے اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

جاذب اسے اپنی مضبوط بانہوں کے حصار میں [illegible]

کرنل صاحب کی طرف لایا' جواب میں وہ بھی اسے خود سے لپٹا کر رو پڑے تھے۔ اس کے آجانے سے پورے گھر میں جیسے خوشی کی ہر دوڑ گئی تھی۔ کوئی بھی اسے ایک منٹ کے لیے بھی تنہا چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ شام میں بمشکل اسے ہادیہ کے ساتھ تنہا ہونے کا موقع ملا تو اس کے استفسار پر اس نے شادی کے پہلے دن سے لے کر اب تک کے تمام حالات اس کے گوش گزار کردیئے۔

"ہانی! اتنا کچھ ہوگیا اور تم نے ہمیں بتایا تک نہیں؟"

ہادیہ کا چہرہ اس لمحے دیکھنے لائق تھا۔ ہانیہ نے سر جھکالیا۔

"کیا بتاتی' اس شخص کو زبردستی تم لوگوں نے میری زندگی کا حصہ بنایا تھا' پھر تم ہی سے کیا درد شیئر کرتی اپنا۔"

"جسٹ شٹ اپ یار! وہ شخص تم سے اور تمہاری خوشیوں سے زیادہ عزیز نہیں ہے ہمیں۔" ہادیہ سخت ٹینس لگ رہی تھی۔

"کرتی ہوں میں انکل سے بات' اس شخص کا دماغ ٹھکانے نہ لگایا تو میرا نام بھی ہادیہ نہیں۔"

"نہیں' تمہیں ایسا کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"چپ کرو تم زیادہ پتی ورتا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" ناخن چباتے ہوئے اس نے فوراً اسے ڈپٹ کر رکھ دیا تھا۔

"صرف اتنا بتاؤ تم مزید اس گھر میں اس شخص کے ساتھ رہنا چاہتی ہو کہ نہیں؟"

"پتا نہیں۔" وہ بے حد اضطراب کا شکار تھی' ہادیہ [illegible] محبت سے اس کا ہاتھ دباتے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"ایکسکیوزمی انکل! مجھے میکال بھائی کی موجودگی میں ہانیہ کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ میکال حسن اور صفدر صاحب کے ساتھ ساتھ حسن صاحب اور مسز حسن بھی چونک اٹھی تھیں۔

"جی کہو بیٹے۔" صفدر صاحب نے بھی میکال پر نگاہ ڈالنے کے بعد اس کی طرف دیکھا۔ تبھی وہ دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے بولی تھی۔

"میکال بھائی کا کہنا ہے کہ آپ نے ہانیہ کے ان سے رشتے کے لیے حسن انکل کے پاؤں پکڑے تھے' کیوں؟" میکال کو گمان نہیں تھا کہ وہ بھری محفل میں اسے یوں منہ کے بل گرانے کا ارادہ رکھتی ہے' تبھی وہ بوکھلا کر رہ گیا تھا جب کہ حسن اور صفدر صاحب کے منہ حیرت کی زیادتی سے کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

"میں نے پاؤں پکڑے تھے حسن کے ؟"

"ایکسکیوزمی مس ہادیہ! آپ شاید جانتی نہیں ہیں کہ اس وقت ہم لوگ اپنے گھر میں نہیں ہیں۔"

"جانتی ہوں بہت اچھی طرح سے احساس ہے مجھے کہ ہم لوگ اس وقت کہاں ہیں' مگر میں یہ بھی بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ ہانیہ کی شادی آپ جیسے شخص سے کروانے کے لیے سب سے زیادہ محنت میں نے کی تھی' میں نے ہی انکل کو مجبور کیا تھا کہ وہ ہانیہ کے لیے آپ کا پرپوزل قبول کریں کیونکہ مجھے لگتا تھا وہ آپ کے گھر بہت خوش رہے گی' مگر اب تک جو کچھ وہاں اس کے ساتھ ہوا ہے میرا دل غم کی شدت سے پھٹ رہا ہے۔" وہ جذباتی ہوئی تھی جب حسن صاحب نے اس سے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم گھر چل کر بات کرتے ہیں' اس [illegible] مناسب نہیں ہے۔" حسن صاحب کی ایماء پر اگلے پینتیس منٹ میں وہ لوگ ان کے گھر پر موجود تھے۔ نہال بھی اتفاق سے لاؤنج [illegible] تبھی حسن صاحب نے پھر ہادیہ کی طرف دیکھا۔

"جی بیٹے اب آپ بتائیں' کیا کہنا چاہ رہی تھیں؟"

”پاپا میں اپنے روم میں جارہا ہوں‘ میرے سر میں آل ریڈی بہت درد ہے میں کسی بھی جھگڑے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔“

”ہم لوگ بھی جھگڑالو نہیں ہیں‘ نہ ہی ہمارا خاندانی مشغلہ ہے۔“ ایک دم سے میکال کے اٹھنے پر وہ بھی سلگتے ہوئے بولی تھی تبھی صفدر صاحب بول اٹھے۔

”کیا بات ہے ہادی بیٹا! کیوں اس طرح کا برتاؤ کررہی ہیں آپ؟“

”کیونکہ میں بہت ہرٹ ہوں انکل! پچھلے دو روز سے ہانیہ کا بخار نہیں ٹوٹ رہا ہے‘ بے حد ڈسٹرب ہے وہ اور اس کی وجہ میکال بھائی ہیں۔“

”کیا کیا ہے میکال نے؟“

”کیا نہیں کیا انہوں نے‘ جب سے ہانیہ اس گھر میں بیاہ کر آئی ہے انہوں نے ایک دن بھی اس کے وجود کو تسلیم نہیں کیا‘ ہر روز ہر لمحہ اس سے اپنی نفرت کا اظہار کرتے رہے مگر وہ پھر بھی خاموش رہی‘ کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں صرف اور صرف آپ کی عزت کے لیے اور آپ کے قائم کیے بندھن کو نبھانے کے لیے مگر یہ اس پر بھی خوش نہیں رہے‘ انہوں نے اس سے کہا کہ وہ ایک بدکردار لڑکی ہے اسی لیے آپ نے حسن انکل کے پاؤں پکڑ کر زبردستی اس کا تعلق ان سے جوڑ دیا‘ میں جاننا چاہتی ہوں انہوں نے اتنی بڑی بات کس بنیاد پر کی‘ اس سے؟“ غصے کی شدت کے باعث اس کی چھوٹی سی ناک کی پھننگ پھول گئی تھی۔ صفدر صاحب اس کے الفاظ پر جہاں کے تہاں بیٹھے رہ گئے تھے۔

[illegible]

سامنے یہ بات کہے۔“ ہادیہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ شخص اتنا جھوٹا اور چالاک ثابت ہوگا تبھی اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

”ہانیہ کو یہاں آ کر آپ کی شکایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے‘ جو حال فقط چند ماہ میں آپ نے اس کا کردیا ہے کافی ہے‘ میرا خیال ہے آگے وہ ایک قدم بھی آپ کے ساتھ چلنا پسند نہیں کرے گی۔“

”آپ اپنا خیال اپنے پاس رکھیے‘ میرے ساتھ چلنا ہے یا نہیں چلنا‘ یہ خالصتاً ہانیہ کا مسئلہ ہے اور اس کا فیصلہ بھی وہی کرے گی۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ میرے دل میں انکل کے لیے بہت عزت ہے میں ہانیہ کے معاملے میں ان کے لیے کسی بھی غیر ضروری بات کے سخت خلاف ہوں۔ اب سوری کہ میں آپ کو مزید کمپنی نہیں دے سکتا کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ خدا حافظ۔“ انتہائی محتاط الفاظ میں بات ختم کرتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ تبھی وہ بولی تھی۔

”میں نے جو بھی کہا ہے وہ حرف بہ حرف سچ کہا ہے اگر آپ لوگوں کو یقین نہ آئے تو آپ ہانیہ سے اس کی تصدیق کرسکتے ہیں‘ میں اس کی خوشیوں کی دشمن نہیں ہوں مگر میں اسے پل پل مرتے بھی نہیں دیکھ سکتی۔“ سر جھکاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کے لہجے میں بھی نمی چھلکی تھی۔ تبھی مسز حسن چائے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی تھیں۔

”میکال کی طرف سے میں معافی مانگتی ہوں بیٹا اگر اس نے ہانیہ بیٹی سے ایسی کوئی فضول بات کی ہے تو نہایت [illegible]

[illegible]

”جی پاپا آپ نے بلایا۔“

”ہوں‘ یہاں بیٹھو۔“ پرسوچ نگاہ اس کے بخار سے نڈھال سراپا پر ڈالتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے قریب صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

”کیسی طبیعت ہے اب‘ ہادیہ بتارہی تھی بخار ہے۔“

”جی‘ کچھ بہتر ہے اب۔“

”الحمدللہ‘ اپنا خیال رکھا کرو بیٹے! بے پروائی اچھی بات نہیں ہے۔“

”جی پاپا۔“

”ہانیہ بیٹے! مجھے میکال کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنی تھی‘ کیا آپ اس کے ساتھ خوش ہیں؟“ ان کے سوال پر اس نے بے ساختہ چونک کر سر اٹھایا تھا۔

”آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہیں پاپا؟“

”بس یوں ہی‘ دل کی تسلی کے لیے۔“

”اگر میں کہوں کہ میں اس کے ساتھ خوش نہیں ہوں تو آپ کیا کریں گے‘ علیحدگی کروادیں گے میری اس سے؟“ کتنے مضبوط لہجے میں کتنا مشکل سوال کرگئی تھی وہ‘ صفدر صاحب اس کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

”ہوں‘ ممکن ہے کروا ہی دوں کیونکہ تمہاری خوشی سے بڑھ کر میں کچھ بھی نہیں کرسکتا ہوں۔“

”بس کریں پاپا پلیز۔“ ایک دم سے اس کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔

”ناراض مت ہوئیے گا مگر مجھے لگتا ہے روز محشر اگر کوئی سب سے زیادہ پریشان ہوگا تو وہ آپ لوگ ہوں گے [illegible]

[illegible]

ڈیزائن بنتے ہیں اور پھر فالٹ نظر آنے پر ادھیڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ احساس کیے بغیر کہ اس ڈیزائن کے ساتھ ہی ہماری زندگیاں بھی ادھڑ کر رہ جاتی ہیں‘ معاف کیجیے گا پاپا! مگر یہ سچ ہے کہ آپ ساری زندگی اپنے بچوں کو اسلام کا درس تو دیتے ہیں انہیں ماں باپ کی اطاعت‘ ثواب گناہ‘ پردہ سب بتاتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے ہر انسان کو خواہ وہ بالغ بیٹا ہو یا بیٹی‘ اس کی رضا اور پسند کا حکم دیا ہے بہرحال مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں ہے بس میں اتنا چاہتی ہوں کہ میری زندگی میں مزید کوئی ہنگامہ نہ کیا جائے فی الحال میں صرف سکون چاہتی ہوں بس۔“ جتنے مضبوط لہجے میں اس نے اپنی بات مکمل کی تھی صفدر صاحب کو اس سے ایسے کھرے پن کا گمان بھی نہیں تھا۔

”اور ہاں پاپا! پلیز آپ جاذب اور ہادیہ کی شادی کی تیاری شروع کردیں‘ میرا خیال ہے کہ اس نیک کام کو مزید موخر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔“

”ہوں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“

”اچھی بات ہے‘ میں اب چلتی ہوں آپ آرام کرلیں۔“ زندگی میں پہلی بار اس نے اتنی خوداعتمادی سے ان سے بات کی تھی کہ وہ جواب میں کچھ بھی نہیں کہہ سکے تھے۔

ادھر میکال کی کلاس لگ رہی تھی۔

حسن صاحب اور مسز حسن دونوں ہی سخت شرمندگی محسوس کررہے تھے‘ صفدر صاحب اور ہادیہ کے جانے کے بعد وہ دونوں میکال کے کمرے میں چلے آئے تھے وہ جو بیڈ کی سائیڈ پر بیٹھا تھا انہیں دیکھتے ہی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”تمہارے پاپا تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں [illegible]

[illegible]

"جسٹ شٹ اپ اگر میں صفدر کے سامنے نہیں بولا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے تمہارے جھوٹ پر یقین کرلیا ہے بہت اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہوں میں کہ تم نے کتنا دل دکھایا ہوگا اس بچی کا جو وہ وہاں جا کر بیٹھ گئی ہے۔ بہرحال مجھے اب اس ٹاپک پر تم سے کوئی بات نہیں کرنی' میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم ہانیہ بیٹی کے بارے میں کل تک کوئی فیصلہ کرلو مجھ میں مزید شرمندگی کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔" غصے کی شدت سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا میکال خاموش بیٹھا رہا۔

اگلے روز صبح ابھی ہانیہ کی آنکھ کھلی تھی' جب اس کے سیل پر میکال کی کال آگئی' کئی بار نظر انداز کرنے کے بعد بالآخر اسے اس کی کال پک کرنی پڑی تھی۔

"السلام علیکم!" اس کی خاموشی پر اس نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سلام کیا تھا' وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"وعلیکم السلام فرمایئے۔"

"ملنا چاہتا ہوں تم سے' کہاں ملوگی؟"

"کہیں بھی نہیں کیونکہ میں اب آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"مگر میں پھر بھی تم سے ملنا چاہتا ہوں' بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"معذرت اب ایسا کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔" میکال کی طرح اس کے لہجے میں بھی ٹھہراؤ تھا' پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اس نے کال کاٹ دی۔ اگلے بہت سے دن اس کے شدید مصروفیت کی نذر ہوگئے تھے۔ جاذب سے ریکوئسٹ کرکے اس نے آفس جانا بھی شروع کردیا تھا جب کہ ہادیہ اور جاذب کی شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔

[illegible]
دوران اس نے میکال کو دیکھا تھا۔ وہ پہلے سے زیادہ کمزور اور [illegible]

[illegible] تھا۔

"مجھے تم سے [illegible] بات [illegible] ہانیہ پلیز میری بات سنو"

"وقت نہیں ہے میرے پاس' سوری۔" چہرے پر چٹانوں سی سختی لیے اس نے سائیڈ سے نکلنا چاہا تھا' جب میکال نے برہم ہوتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میکال یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ اسے اپنے ساتھ زبردستی کھینچتے ہوئے گاڑی کی طرف لے آیا تھا جب وہ چلائی تھی۔ مگر اس نے پروا نہیں کی۔ سختی سے ہونٹ بھینچے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔ ہانیہ بل کھا کر رہ گئی۔

اگلے پچیس منٹ کے بعد گاڑی ایک جھٹکے سے کسی ریستوران کے سامنے رکی تھی۔

"اترو۔" بنا اس کی طرف دیکھے اس نے انجن بند کرتے ہوئے حکم جاری کیا مگر ہانیہ اس کے حکم پر گاڑی سے نکل کر ریستوران کی جانب بڑھنے کی بجائے مخالف سمت کو چل پڑی تھی۔

"ہانیہ۔" وہ چلایا تھا مگر وہ بے نیازی سے آگے بڑھتی رہی۔ تبھی وہ لپک کر اس کے مقابل آیا تھا۔

"ہانیہ صفدر! اگر تم سمجھتی ہو کہ جس طرح زبردستی تم میری زندگی میں گھس آئی تھیں۔ اسی طرح زبردستی نکل بھی جاؤ گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"اور تمہاری بھی بھول ہے میکال حسن کہ میں اب کبھی تمہارے جیسے شخص کے ساتھ رہوں گی۔" سینے پر مضبوطی سے بازو باندھے وہ ایک پل کو رکی تھی۔ تبھی بارش کی پہلی بوند نے اس کے رخسار کو چھو لیا۔ شام کے ڈھلتے لمحوں کے ساتھ مئی کی طرف پہلی غیر متوقع بارش نے اسے حیران سا کیا تھا۔ [illegible] میکال کی نظریں بھی اوپر آسمان کی طرف اٹھی تھیں۔

"[illegible] میرے ساتھ رہوگی۔"

[illegible]

"مگر کیوں' میرا کیا تعلق [illegible]

کروانا پسندیدہ رشتہ ہوں آپ کے لیے آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ میں خود ہی آپ کی لائف سے نکل آئی اب آپ اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں۔"

"جیسی بھی ہو مگر میری ذمہ داری ہو فی الوقت میں ذہن میں کسی بات کو نہیں رکھنا چاہتا نہ ہی تمہیں یہ اختیار دوں گا کہ تم میری زندگی کے فیصلے کرو۔"

"کوئی شوق نہیں ہے مجھے آپ کی زندگی کے فیصلے کرنے کا بس میں اس شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی جس کی نظروں میں میری کوئی عزت نہ ہو۔" سر جھٹک کر کہتے ہوئے وہ پھر چل پڑی تھی۔ تبھی بارش میں ایک دم سے شدت آگئی۔ ہانیہ کو ہمیشہ یہ موسم بے حد پسند ہونے کے باوجود اس موسم سے ڈر لگتا تھا۔ تبھی وہ پریشان ہوئی مگر میکال کے چہرے پر اطمینان تھا شاید ہانیہ کی پریشانی نے اسے ریلیکس کیا تھا۔

"اب بتاؤ چلنا ہے گھر کہ نہیں؟"

"نہیں۔" اس کی نظروں کے اطمینان سے خائف ہوتی وہ ادھر ادھر پناہ کے لیے [illegible] دوڑانے لگی تھی۔ تبھی میکال نے چپکے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"جب میں نے اپنے کہے ہر لفظ پر تم سے ایکسکیوز کرلیا ہے تو پھر یہ ناراضی کیوں؟"

"ہاتھ چھوڑو میرا۔"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

"[illegible] سوال کے جواب کی پابند نہیں ہوں۔"

"[illegible] پابند مگر [illegible] کروں گا نہیں۔" بے [illegible] سے کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کا ہاتھ زور سے دبایا [illegible]

[illegible] طرح بھگو ڈالا تھا۔

[illegible]

میں شمار ہوتے تھے۔ میکال کا بچپن زیادہ انہی کے گھر انہی کی صحبت میں گزرا تھا۔ بعدازاں مسٹر رحیم اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ ابروڈ شفٹ ہوگئے تو اس کا رابطہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔ تاہم وہ دیارِ غیر سے بھی میکال کے لیے قیمتی تحائف اور چیزیں بھجواتے رہتے تھے۔

انیس سال بعد دوبارہ وطن واپسی پر ان کا تعلق میکال سے پھر بحال ہوگیا تھا۔ مسز رحیم کی خواہش و فرمائش پر وہ انہیں "آپا" کہہ کر بلاتا تھا۔ ویسے بھی وہ رحیم صاحب سے کئی سال چھوٹی تھیں۔ میکال جب بھی بہت خوش یا ٹینس ہوتا تو رحیم صاحب کا گھر ہی اس کی جائے پناہ ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کے بچے اب ان کے ساتھ نہیں تھے۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ وہ دونوں میکال کو سڑک کے وسط میں بارش میں بھیگتا دیکھ کر رک گئے تھے۔ میکال ان کی پکار پر سر سے پانی جھاڑتا ہانیہ کو ساتھ کھینچتے ہوئے فوراً ان کی طرف لپکا تھا۔

"السلام علیکم! ایسے برساتی موسم میں آپ گھر سے باہر کیا کررہے ہیں۔"

"وعلیکم السلام وہی جو تم کررہے ہو۔" مسٹر رحیم ادھار رکھنے کے قائل نہیں تھے وہ مسکرادیا۔

"یہ میری وائف ہیں' ہانیہ۔"

"ماشاء اللہ بہت پیاری بچی ہے' کب ہوئی شادی تو نکاح نہیں کروایا نا؟" اب مسز رحیم اسے شرارتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چھیڑ رہی تھیں۔ وہ پھر مسکرادیا۔

"یہی سمجھ لیں۔"

"تم سے یہی امید تھی' یہاں روڈ پر اتنی تیز بارش میں کیا [illegible]"

"موسم کو انجوائے کررہے ہیں ہانیہ کو بارش بہت پسند ہے۔"

[illegible]

"چلو ٹھیک ہے بیسٹ آف لک۔" مسٹر رحیم اسے

انگوٹھا دکھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ تبھی وہ پیچھے پلٹا تھا۔

"کیا خیال ہے چلوگی مسز رحیم کے گھر؟"

"ہرگز نہیں۔"

"چلنا تو پڑے گا کیونکہ وہ اتنے پیار اور مان سے آفر کر کے گئے ہیں' کم آن۔"

"مسٹر میکال میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں۔" اس کی ہٹ دھرمی پر ہانیہ نے پاؤں پٹخے تھے جب وہ ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"جانتا ہوں باور کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملازمین کو اپنے ساتھ گھسیٹے نہیں پھرتا میں۔" بے نیازی ہی بے نیازی تھی۔

وہ ہاتھ چھڑاتی رہ گئی مگر میکال نے اسے فرنٹ سیٹ پر دھکیل کر ہی دم لیا۔ اگلے بیس منٹ میں وہ لوگ رحیم صاحب کے گھر تھے۔ میکال رحیم صاحب کے ساتھ بغل گیر ہونے کے بعد ان کے ساتھ باتوں میں لگ گیا تھا۔ جب وہ مسز رحیم کے ساتھ اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔

"کیا بات ہے ہانیہ' کیا میکال کے ساتھ تمہارا کوئی جھگڑا چل رہا ہے؟" تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد مسز رحیم اصل موضوع کی طرف آ گئی تھیں۔ ہانیہ چونک اٹھی۔

"نہیں تو آپ سے کس نے کہا؟"

"میکال کی آنکھوں نے' اصل میں ہم دونوں میاں بیوی کو وہ بہت عزیز رہا ہے۔ بدقسمتی سے اس کی شادی پر ہم یہاں نہیں تھے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہم سے دور ہو گیا ہو اس کی زندگی کا کوئی بھی دکھ یا خوشی ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

"کم از کم تو آپ کو ... کے بارے میں بھی ... ہوگا۔"

[illegible]

[illegible]

... کی ... عورت ... نہیں ہو سکتی' جو عورت مقدس بندھن میں بندھ کر مرد کے ساتھ بستر شیئر کرتی ہے اس کے بچوں کو جنم دیتی ہے وہ اسی کے ساتھ جڑ کر رہ جاتا ہے۔ پھر باقی ساری عورتیں محض ادھوری کہانیاں بن کر رہ جاتی ہیں۔"

"مگر آپ یہ سب کیسے کہہ سکتی ہے؟" بہت کڑا سوال کیا تھا اس نے مسز رحیم بے ساختہ نظریں چرا کر رہ گئیں۔

"مجھے عملی زندگی میں اس کا تجربہ ہے ہانیہ' کیونکہ وہ شخص جس کی سانسیں صرف میری امانت تھیں۔ مجبوراً شادی کے بندھن میں بندھ کر محض دو سال کے بعد ہی میری زندگی سے نکل گیا۔ اس نے مجھ سے جو کہا ہانیہ وہ غلط تھا۔ وہ عورت جو اس کی بیوی بن گئی تھی اسے وہی عورت چاہیے تھی۔ میرے بغیر ایک پل نہ جینے کا دعویٰ کرنے والا مجھ سے ہی کہہ رہا تھا کہ وہ اللہ کے فیصلے پر سرخرو ہے۔ اس نے سوچا ہی نہیں کہ میں جو اس کا جوگ لے کر بیٹھی ہوں میرے دل پر اس کے لفظ کسی اور کے لیے اس کی خوشی کیسی قیامت ڈھا رہی ہوگی۔" بولتے بولتے ان کا لہجہ بھر آیا تھا ہانیہ کو بے حد افسوس ہوا۔

"مرد کے لیے جسم کی راحت دل کی راحت سے بڑھ کر اہم ہے ہانیہ' بھلے سب مرد ایسے نہ ہوں مگر اکثریت ایسی ہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ مسز رحیم کے ساتھ خوش نہیں ہیں۔"

"نہیں ایسی بات نہیں' رحیم صاحب بہت اچھے انسان ہیں میں ان کی محبت اور رفاقت پر جتنا ناز کروں کم ہے۔ مگر بس دل کا ایک کونا ہے جو کسی صورت آباد نہیں ہوتا۔" چالیس کے پیٹے میں آ کر بھی وہ عورت محبت کے زخموں سے ... ہانیہ ... سے انہیں ... مسکرائی تھیں۔

"میں بھی ... سے ... بیٹھ گئی۔ میکال سوچ ...

[illegible]

[illegible]

[illegible]

... وہ ... سے ... پر نمودار ہو گیا تھا۔ تبھی وہ

کھلکھلا اٹھی تھیں۔

"شیطان کا نام لیا اور شیطان حاضر۔"

"جی ہاں' اپنے گھر بلا کر تو اب آپ کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔" ہانیہ کے کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہوتے اس نے منہ بنایا تھا۔ وہ شپٹا اٹھی۔

"اگر آپ فیور دیں تو میں گھر کال کرنا چاہوں گی مسز رحیم میں پاپا کو بتا کر نہیں آئی۔"

"میں نے بتا دیا ہے پاپا کو تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ شخص اسے زچ کرنے کی قسم کھائے ہوئے تھا۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی باہر بارش قدرے تھم چکی تھی۔ مسز رحیم نے فوری کھانا لگا دیا۔

"آپ کھانا بہت اچھا بناتی ہیں مسز رحیم۔" چکن بریانی کا ایک چمچ ہی منہ میں ڈالتے ہوئے اسے ذائقے کا اندازہ ہو گیا تھا۔ میکال کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"شکریہ ہانیہ' میں چاہوں گی کہ تم اور میکال ہر ویک اینڈ پر یہیں ڈنر کرو ہمارے ساتھ۔"

"کیوں نہیں آپا آپ اتنے پیار سے آفر کر رہی ہیں میں بالکل انکار نہیں کروں گا۔"

"اور ہانیہ؟"

"ہانیہ بھی آئے گی آپ فکر نہ کریں۔" بے حد ریلیکس موڈ میں کہتے ہوئے اس نے اپنی پلیٹ سے چکن پیس اٹھا کر ہانیہ کی پلیٹ میں ڈال دیا تھا۔ وہ بے بسی سی دیکھتی رہ گئی۔

اگلے ... منٹ کے بعد وہ لوگ وہاں سے اٹھ آئے تھے۔ بارش مکمل طور پر تھم چکی تھی۔ مگر سرد ہواؤں کا سلسلہ ہنوز جاری تھا۔ وہ کپکپا اٹھی۔

"... مسز رحیم سے ... کر کیسا لگا؟" فرنٹ ڈور ... کھولتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ وہ ... اس کی ... بیٹھ گئی۔

"... گئی ہیں۔"

[illegible]

[illegible]

... نہیں ... تا۔

"آپ کو آتا ہے کسی کی عزت نفس کا پاس رکھنا؟" وہ اپنی سیٹ پر آ بیٹھا تھا جب وہ کٹیلے لہجے میں بولی۔ میکال سر جھٹک کر رہ گیا۔

"میں معذرت کر چکا ہوں۔"

"معذرت کرنے سے کسی کی عزت واپس آ جاتی ہے؟" اس کے لہجے کی کاٹ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا میکال لب بھینچ کر رہ گیا۔

"میں اس وقت تم سے جھگڑا کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں ہانیہ' میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس رشتے کو قبول کر لو' بالکل ویسے ہی جیسے میں قبول کر چکا ہوں۔"

"کوئی زبردستی ہے؟"

"نہیں ریکویسٹ ہے' کل شام کی فلائیٹ سے انگلینڈ جا رہا ہوں' پتا نہیں کب واپسی ہو' میں نے بہت ساری اسٹوریز میں پڑھا ہے اکثر ہیروز باہر جاتے ہیں تو پھر واپس ہی نہیں آتے۔ اسی لیے میں نے سوچا تم سے معافی مانگ لوں۔ پتا نہیں واپس آنا نصیب ہو کہ نہیں۔"

"مسٹر میکال میں اس طرح کی جذباتی بلیک میلنگ میں آنے والی نہیں ہوں۔"

"چلو مت آؤ' یہ بتاؤ واپسی پر کیا گفٹ لے کر آؤں تمہارے لیے؟"

"کیوں لے کر آئیں گے گفٹ آپ میرے لیے؟ میں کوئی مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی ہوں جس کو گفٹ کا لالچ ہوگا اور یہ دو ہی روز میں آپ کی کایا پلٹ کیسے ہو گئی آپ تو میری شکل تک دیکھنے کے روادار نہیں تھے کل تک آج یہ عنایت کیوں؟"

"پتا نہیں۔" بے نیازی سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس نے پھر سر جھٹکا تھا۔ ہانیہ جی جان سے جل کر رہ گئی۔ دیر تک بارش میں کھڑے رہنے کے باعث دونوں کے ... تھے ... ہوئے تھے ...

[illegible]

... سے ... جب میکال نے حرارت ... چلنے والے روڈ پر ڈال دی۔ ہانیہ کو جانے کیوں ...

کا احساس ہوا تو اس نے فوراً میکال کے اسٹیئرنگ پر دھرے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے آپ مجھے زبردستی اپنے گھر نہیں لے جاسکتے۔"

"کیوں؟ جو زبردستی شادی کروا سکتا ہے وہ گھر بھی لے جاسکتا ہے ویسے بھی اس وقت میں تمہاری فیملی کے کسی فرد کے منہ لگنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں صبح نہال کے ساتھ چلی جانا ادھر۔"

"ہرگز نہیں آپ مجھے میرے گھر ڈراپ کریں پلیز۔"

"یہ تو ممکن نہیں ہے ابھی سوری۔" وہ اسے زچ کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ہانیہ کٹ کر رہ گئی۔ مارے بے بسی کے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ شخص آخر اس کے ساتھ یہ سب کر کیوں رہا تھا۔ وہ تو اس سے نفرت کرتا تھا اس کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ پھر اب کیا ہوا تھا۔

یہ احساس ندامت تھا یا کچھ اور؟ جتنا وہ اس بارے میں سوچتی جارہی تھی الجھتی جارہی تھی۔ اگلے چند لمحوں میں گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی تھی۔ ہانیہ بجھے دل کے ساتھ اندر آئی تو سامنے خالی پڑا لاؤنج اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ تب قدرے حیرانی کے ساتھ شکر ادا کرتی وہ فوراً اوپر اپنے بیڈ روم میں چلی آئی تھی۔ شاید شدید سردی نے اس گھر کے مکینوں کو بھی جلدی اپنے کمروں میں دبک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

اپنے بیڈ روم میں آنے کے بعد اس نے کپڑے تبدیل کیے اور پھر فوراً گرم کمبل میں گھس کر سو گئی تھی۔ میکال نے اگر اس کے گھر والوں کو انفارم نہیں کیا تھا تو یقیناً وہ لوگ پریشان ہوسکتے تھے۔ اسی سوچ کے پیش نظر اس نے [illegible]

دوسری جانب فون اس کے پاپا نے ہی ریسیو کیا تھا۔

[illegible]

آپ پریشان مت ہوں۔"

"چلو شکر ہے مالک کا' میں کل چکر لگاؤں گا ادھر کا تمہیں وہاں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے نا؟"

"نہیں سب ٹھیک ہے میں اب فون رکھتی ہوں' خدا حافظ۔" وہ صفدر صاحب سے زیادہ فرینک نہیں تھی۔ ہمیشہ مختصر بات کرتی تھی۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ یقیناً میکال نے ایسی اس کی ناسازی طبیعت کا بہانہ بنا کر اسے وہاں لانے کا عذر پیش کیا تھا۔ وہ بے مقصد ہی اسے سوچے گئی یونہی سوچتے سوچتے جانے کب آنکھ لگ گئی۔

میکال کمرے میں آیا تو وہ گرم کمبل میں دبک کر پرسکون نیند سو رہی تھی۔ وہ اچٹتی سی ایک نظر اس پر ڈالتا واش روم میں گھس گیا۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اس نے برش کیا اور ہانیہ کے پہلو میں آکر ٹک گیا۔ رات دھیرے دھیرے آگے سرکتی جارہی تھی۔ اس نے یونہی ٹی وی آن کرلیا۔ مگر کچھ منٹ کے بعد ہی دل اچاٹ ہوگیا تو اسے بھی آف کر دیا۔ ہانیہ اتفاق سے اسی کی طرف کروٹ لیے سو رہی تھی۔ وہ دائیں ہاتھ پر سر ٹکا کر فرصت سے اسے دیکھنے لگا۔ خوب صورت گوری کلائی میں پڑی گہرے نیلے رنگ کی کانچ کی چوڑیاں اس کا دل مٹھی میں جکڑ گئی تھیں۔

یونہی ہاتھ بڑھا کر اس نے اس کی کلائی میں پڑی چوڑیوں کو چھوا تھا۔ پہلی بار زندگی میں کوئی کھنک اسے بے حد بھلی لگی۔ چوڑیوں پر دل پھسلا تو طلب مزید بڑھ گئی۔ بازو پر پھسلتا ہاتھ اس کے شفاف چہرے پر آرکا تھا۔ شہادت کی انگلی سے اس کے خوب صورت چہرے کے ایک ایک نقش کو چھوتے ہوئے اس کی دھڑکنیں [illegible] ساتھ بے ترتیب ہوئی تھیں۔ ہانیہ اس کی قربت [illegible] قریب کیا تھا۔

[illegible]

ہوئی گرم سانسوں نے اسے بے بس کر کے رکھ دیا۔ بنا اس کے گریز کو کوئی اہمیت دیے اس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ اپنا روم چھوڑ کر اس کے کمرے میں کیوں آیا تھا۔ ہادیہ نے اس کی طبیعت صاف کرنے کا دعویٰ کر کے آخر ایسا کیا کہا تھا اس سے کہ وہ یکسر تبدیل ہو کے رہ گیا تھا۔ وہ اس کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی مگر وہ ایسا کوئی موقع دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ نہایت نرمی اور اپنائیت سے وہ یوں اس پر چھایا کہ وہ احتجاج بھی نہیں کرسکی تھی۔ گرم سانسوں نے اس کی سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں ہی مفلوج کر ڈالی تھیں۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے سامنے یوں کمزور پڑ جائے گی۔ ہانیہ کو لگ رہا تھا جیسے اس کے جسم سے جان نکلتی جارہی ہو۔ کسی شکستہ سپہ سالار کی طرح اس نے اپنا آپ نہایت سہولت سے اس کے سپرد کر دیا تھا۔ وہ اس سے محبت کی دعوے دار نہیں تھی مگر پھر بھی اس وقت اس کی قربت نے اسے کسی اور ہی دنیا میں پہنچا دیا تھا۔

صبح ہونے تک کچھ ہی دیر باقی تھی جب وہ بستر سے نکل گئی تھی۔ بے ترتیب ہوتی سانسوں اور بے جان ہوتے جسم نے اسے اٹھ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میکال نے اٹھ کر اسے سہارا دینا چاہا مگر وہ اس کا ہاتھ جھٹکتی فوراً کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ [illegible] گھنٹے میں جس وقت وہ [illegible] چائے پیتے ہوئے نہال [illegible] چونک [illegible] دیکھا۔

"[illegible] تم کب آئیں؟"

[illegible]

ساتھ مجھے کیوں نہیں بتایا تم نے؟"

"کیوں بتاتی میں تمہیں' ویسے بھی تم شہر میں نہیں تھے۔"

"شہر میں نہیں تھا تو کیا ہوا' دنیا میں تو تھا نا' اتنی بڑی بات ہوگئی اور تم نے مجھ سے شیئر تک کرنا گوارا نہیں کیا کیوں؟" وہ گلہ کر رہا تھا ہانیہ رخ پھیر گئی۔

"میں اس وقت تم سے جھگڑے کے موڈ میں نہیں ہوں نہال' اگر تم فری ہو تو پلیز مجھے گھر چھوڑ آؤ۔"

"اتنی صبح؟"

"ہوں۔"

"تو پھر آئیں کیوں تھیں رات؟"

"اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی زبردستی لے کر آئے تھے وہ مجھے۔"

"مگر کیوں؟"

"انہی سے پوچھنا کیوں' مجھے نہیں پتا اتر گیا ہوگا سر سے عائشہ جی کی محبت کا بھوت۔"

"چلو یہ تو اچھی بات ہے' میں نے ناشتا نہیں کیا پلیز ناشتا بنا دو پھر چھوڑ آتا ہوں۔"

"خود بنا لو اٹھ کر میرا موڈ نہیں ہے۔" وہ جلد از جلد وہاں سے فرار چاہ رہی تھی۔ میکال حسن سے دوبارہ سامنے کا تصور ہی اس کی جان پر بنا رہا تھا۔ کتنی نفرت اور غرور سے اس نے اسے دھتکارا تھا۔ کتنے اعتماد سے اس نے کہا تھا کہ وہ [illegible] پر اور اس کی رفاقت پر لعنت بھیجتی ہے۔ وہ بھی ہزار بار مگر صرف ایک رات میں ہی وہ کتنی کمزور پڑ گئی تھی۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ تھپڑ مار مار کر اپنا چہرہ سرخ کرلیتی۔

"تم میکال بھائی کا غصہ مجھ پر کیوں نکال رہی ہو؟"

[illegible]

"نہیں بیٹے، کچھ [illegible] آرہا ہوں تم تیار رہنا [illegible]
[illegible]
[illegible]
آ رہا ہوں۔"

"جی ٹھیک ہے۔" نہال کی فرمائش [illegible] پڑی تھی۔
وہ مڑ کر رہ گئی۔

"چلو۔" اگلے ہی پل وہ اس کے مقابل آکھڑا ہوا تھا۔ ہانیہ سے سر اٹھانا دشوار ہوگیا۔ گاڑی میں میکال کے ملبوس سے اٹھنے والی پرفیوم کی دلفریب خوش بو نے اسے خواہ مخواہ ڈسٹرب کرکے رکھ دیا تھا۔ وہ رخ پھیر کر بیٹھ گئی۔

"میں نے سنا ہے ہادیہ اور جاذب کی شادی ہو رہی ہے کیا یہ سچ ہے؟" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بالآخر اسی نے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"پتا نہیں۔"

"تمہیں نہیں پتا تو پھر کسے پتا ہے؟"

"میکال حسن میں اس وقت آپ سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ اس کے سوال برائے سوال پر چڑ گئی تھی۔ میکال نے لب بھینچ لیے۔

"اوکے۔" گہری سانس بھر کر کہتے ہی اس نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی تھی۔ باقی کا سارا سفر خاموشی کی نذر ہوگیا تھا۔ اگلے چالیس منٹ کے بعد وہ اپنے گھر پر تھی اور میکال بڑے ہال میں بیٹھا صفدر صاحب اور جاذب کے ساتھ گپیں لگا رہا تھا۔

"دیکھا یہ ہوتی ہے مردوں کی خاصیت جتنا مرضی کسی مرد کو دوسرے مرد کے خلاف اکسا دو مجال ہے جو ان میں تُو تُو میں میں ہو جائے اور ایک ہم عورتیں ہیں کہ ذرا کسی سے کوئی بات پتا چلی نہیں اور ہماری جنگیں شروع ہوئی نہیں۔" ہادیہ کچن میں تھی۔ ہانیہ اس کی مدد کے لیے آئی تو وہ ایک نظر ہال میں بیٹھے میکال پر ڈالتے ہوئے بول اٹھی۔ اس کی تقلید میں ہانیہ نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ عین اسی پل کسی بات پر سر اٹھاتے ہوئے میکال کی نظر بھی اس پر پڑی تھی۔ دونوں کی نگاہیں ملیں اور ایک پل کے لیے جیسے

دونوں ہی شب [illegible] جھگڑ رہے تھے۔
[illegible]
تب۔

"مدھر بھیاں ہے تمہاری باتیں تم نے ناشتے کا پوچھ رہی ہوں اور تم ہو کہ جواب ہی نہیں دے رہیں۔"

"سسس... سوری مجھے دھیان نہیں رہا تم نے کیا پوچھا ہے تم نے؟"

"پگلی! میں پوچھ رہی تھی کہ میکال بھائی ناشتا کر کے گئے ہیں یا نہیں۔ میں ان کا ناشتا بھی ساتھ بنا رہی ہوں۔"

"ہاں کرو، میرے خیال میں وہ یہیں ناشتا کریں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے میں ناشتا بناتی ہوں تم ذرا یہ چیزیں ٹیبل پر سیٹ کردو۔ آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہیں۔"

"سوری ہادیہ میری بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم ملازمہ کو ساتھ لگا لو۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں سونے کے لیے سوری اگین۔" ہادیہ کی ریکویسٹ پر صاف جواب دیتی وہ فوراً کچن سے نکل آئی تھی۔ اس وقت جو اس کا حال تھا اس حال میں ریسٹ کرنا واقعی اس کے لیے بہت ضروری ہوگیا تھا۔

❁ ❁ ❁

کہانیاں اب بدل گئی ہیں
نہ اب وہ آنکھیں کہ جن میں خوابوں کے سارے موسم
گلاب موسم بنے ہوئے تھے
نہ اب وہ شامیں کہ جن میں تیری حسین باتیں
رفیق لگتی تھیں ذہن و دل کو
وہ سارے منظر بدل گئے ہیں
نہ وصل کا کوئی خواب باقی
نہ اب وہ حرفِ سخن رہا ہے
کہانیاں اب بدل گئی ہیں
تمہارے جانے کے بعد یوں بھی
جو خواب آنکھوں میں چاہتوں کا یقین بن کر ٹھہر گئے تھے

تک وہ پورے راستے چبکتی رہی تھی۔ حمیرا منہ بنائے بیٹھی رہی۔ جس وقت وہ لوگ گھر پہنچے گویا ایک طوفان ان کا منتظر تھا۔ گھر پہنچتے ہی حمیرا نے ماں کو شکایت جڑ دی اور پھر اریج تو نکل گیا مگر عائشہ کی شامت آگئی۔ اگلے روز اس کا منہ بری طرح سوجا ہوا تھا اریج نے دیکھا تو ششدر رہ گیا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ محض تھوڑی سی شاپنگ پر اس کی ماں اس لڑکی کا ایسا حال کرے گی۔ پوری رات وہ سگریٹ پھونکتا رہا تھا اور سوچتا رہا تھا۔ کیا ملا تھا اس لڑکی کو اس گھر میں آ کر محض دکھ اذیت ذلت

کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس نے اپنی ماں کی خواہش اور حکم کے سامنے سر جھکایا تھا۔ جتنا وہ سوچتا جا رہا تھا اتنا ہی اس کا دل کڑھتا جا رہا تھا۔

اگلے روز حمیرا کا مایوں تھا۔ جانے کہاں کہاں سے مہمانوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اریج تو جیسے گھن چکر بن کر رہ گیا تھا۔ جبکہ بڑا کمال جمال کی موت کی طرح بہن کی شادی پر بھی نہیں آیا تھا۔ ہاں اس نے کچھ پیسے ضرور بجھوا دیے تھے۔ عائشہ نوکرانیوں کے حلیے میں ملبوس کچن میں مہمانوں کی آؤ بھگت کر کے پاگل ہو رہی تھی۔ مگر اس کا احساس کرنے کی فرصت وہاں کسی کے پاس نہیں تھی۔ اس کی ماں نے بیٹے کی برات کے ساتھ آنا تھا اور شاید بہن نے بھی مگر اسے امید نہیں تھی کہ وہ لوگ آ کر بھی اس کا کوئی احساس کریں گے۔

صبح سے رات تک وہ کاموں میں جتی رہی تھی۔ نہ اس نے کپڑے تبدیل کیے تھے نہ تقریب میں آ کر شمولیت کر سکی تھی۔ اریج خاموشی سے دیکھتا رہا آج کی تقریب میں عائلہ بے حد خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سارا وقت اسی کے ارد گرد رہا۔ مایوں کی طرح مہندی کی تقریب بھی عائشہ نے [illegible]

[illegible]

بہن کس حال میں ہے؟ اپنے کمرے میں آنے کے بعد وہ دیر تک روتی رہی تھی۔

اگلے روز اس کے گھر والے آ گئے تھے۔ اس کی ماں نے مقابل آتے ہی اس اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ بھائی ابھی گھر نہیں آیا تھا اور بہن بھی تا حال نہیں پہنچی تھی۔ وہ ماں کے گلے لگ کر نہ چاہتے ہوئے رو پڑی تھی مگر وہ اس کا درد محسوس نہیں کر سکی تھیں۔ انہوں نے اس کے آنسوؤں کو اپنی جدائی پر محمول کیا تھا، عائشہ چاہتے ہوئے بھی ان کے سامنے زبان نہیں کھول سکی تھی۔

برات آ گئی تھی سبھی گہما گہمی میں مصروف تھے مگر وہ پھر کاموں میں جتی ہوئی تھی۔ تبھی اریج اس کے پاس چلا آیا تھا۔

''آپ تیار نہیں ہوئیں؟'' وہ چونکی تھی اور پھر سر جھکا گئی۔

''نہیں بس ابھی دو سوٹ پریس کر کے ہوتی ہوں۔''

''چھوڑیں سوٹوں کو، دو چیں جا کر تیار ہوں پلیز۔''

''اریج میں ...!''

آپ کو سمجھ نہیں آ رہی میں کیا کہہ رہا ہوں۔'' اس کے منمنانے پر وہ برہم ہوا تھا۔ عائشہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ یہی وہ پل تھا جو خار بن کر اریج کی ماں کی نگاہوں میں چبھ گیا تھا۔ کسی چیل کی مانند لپکتے ہوئے وہ قریب آ گئی تھیں۔

''یہ ہو رہا ہے یہاں؟ اور تم ادھر کیا کر رہے ہو سوائے اس کے آگے پیچھے پھرنے کے تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے؟''

''میں کسی کے آگے پیچھے نہیں پھر رہا ہوں آپ بھی ان سے کہیں کہ یہ کپڑے تبدیل کر لیں بس۔''

''یوں کپڑے تبدیل کرنے کا تمہیں کیوں ہر وقت اس سے ہمدردی کے مروڑ اٹھتے رہتے ہیں؟''

''میں انسان ہوں امی [illegible]''

[illegible]

[illegible] بہت [illegible]

سے جانتی ہوں میں کیا گل کھلا رہے ہو تم دونوں مل کر۔''

''اماں پلیز مت اتنا دماغ خراب کریں میرا کہ میں کچھ کر بیٹھوں۔''

''کچھ کرنے کے نہیں ہو تم بس کتے کی طرح اس کے آگے پیچھے پھرنا آتا ہے تمہیں اور کچھ نہیں۔''

''اماں۔''

''کیا اماں؟ تم کیا سمجھتے ہو میں کچھ جانتی نہیں۔ ایسے ہی بیٹا نہیں مارا اس نے میرا۔ ایک نمبر کی چنڈال اور حرافہ عورت ہے یہ۔ جان بوجھ کر اس نے میرے معصوم بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اب یہ تمہارا خون پینا چاہتی ہے مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ بہت مزے کر لیے تم دونوں نے اب یہ لڑکی ایک منٹ کے لیے بھی اس گھر میں نہیں رہے گی۔'' بیٹے کے چلانے کا قطعی اثر لیے بغیر وہ اس سے بھی تیز آواز میں چلا رہی تھیں اور عائشہ کی ماں کے ساتھ دیگر مہمان بھی تھے کہ منہ میں انگلی ڈالے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

''اماں آپ بہتان لگا رہی ہیں۔ وہ بھی ایک معصوم لڑکی پر اور میں یہ ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔''

''ارے جاؤ آیا بڑا اماں کو دھمکیاں دینے والا میں بھی دیکھتی ہوں کون رکھتا ہے آج کے بعد اسے اس گھر میں۔'' وہ جنوں میں [illegible] کے درمیان بنا عائشہ کی ماں کی کوئی پرواہ کیے وہ جانے کس طرح چلا رہی تھیں۔ اریج کا دماغ جیسے گھوم گیا تھا۔

''میں بھی دیکھتا ہوں کون نکالتا ہے آج کے بعد اسے اس گھر سے۔'' نہایت غصے سے کہتے ہوئے وہ عائشہ کا ہاتھ تھام کر گھر سے باہر نکل آیا تھا۔ باہر بڑے سے شامیانے میں مولوی صاحب بیٹھے نکاح کی تیاری میں تھے وہ غصے سے [illegible] اسی طرف چلا آیا۔

''مولوی صاحب یہ میری بیوہ بھابی ہیں عدت پوری ہو چکی ہے میں ان سے نکاح کرنا چاہتا ہوں ابھی اسی وقت [illegible]''

[illegible]

[illegible]

''اریج۔'' پھیلی پھیلی سی آنکھوں کے ساتھ سہمی ہوئی عائشہ نے پہلی بار کچھ بولنے کی ہمت کی تھی۔ مگر اریج کے غصے اور بے نیازی نے اسے احتجاج کا موقع ہی نہیں دیا۔ خود اس کی اپنی ماں جیسے پتھر بن کر رہ گئی تھی۔

بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ سر پھرا شخص اپنی محبت چھوڑ کر اس سادھوسی لڑکی کو اپنا لیتا۔ خود عائشہ کی ماں اور بھائی بھی شاکڈ کھڑے تھے۔ تاہم اس کی بہن ابھی ابھی پہنچی تھی اور وہ قدرے حیران ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خوش تھی۔

وہاں اس دیہاتی ماحول میں جو ہونے جا رہا تھا وہ کسی کے بھی وہم و گمان میں نہیں تھا۔ لوگ یوں جمع ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے جیسے کوئی مداری بندر کا کھیل دکھا کر بچوں کو محظوظ کر رہا ہو۔ اریج کا دماغ اس وقت قطعی کام نہیں کر رہا تھا اس کے اور عائشہ کے گھر والے قریب کھڑے تھے مولوی نے سب کی موجودگی میں اللہ کا نام لے کر اس کا نکاح عائشہ سے پڑھوا دیا۔ عائشہ ساکت بیٹھی تھی گویا اس میں جان ہی نہ ہو۔

عائلہ جس وقت بن سنور کر وہاں آئی گویا اک قیامت اس کی منتظر تھی۔ سر جھکائے کھڑے اریج کا نکاح عائشہ ازہان کے ساتھ ہو چکا تھا اور نکاح کے فوری بعد اس کا کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں نکل گیا۔ لوگوں کی چہ میگوئیاں جاری تھیں۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا تو کوئی کچھ مگر اس کی سماعتیں تو جیسے کام کرنا ہی چھوڑ گئی تھیں۔ کتنے سالوں کا ساتھ تھا اس کا اور اریج کا مگر کیسے ایک پل میں خوابوں کے سارے محل ٹوٹ کر زمین بوس ہو گئے تھے۔ وہ رونا چاہتی تھی مگر صدمہ اتنا شدید تھا کہ آنسو بہانا ہی بھول گئیں۔

اگلے روز اریج کو اس کے بارے میں خبر ملی تھی۔ عائلہ نروس بریک ڈاؤن ہونے کے باعث اسپتال میں تھی وہ جیسے تڑپ کر رہ گیا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جیسے پھولوں کا خوش ہونے [illegible] خواب

شلوار کو ٹخنوں سے ذرا اوپر اٹھا کر جھکتے ہوئے خود اسے جوتا پہنا رہا تھا۔ بے حد خوب صورت شفاف ہاتھ اس کے پیر چھو رہے تھے۔ وہ کرنٹ کھا کر رہ گئی۔

”مم... میں خود پہن کر دیکھ لیتی ہوں۔“ بڑی مشکل سے جھکتے ہوئے اس نے اپنے سرد ہاتھ اس کے خوب صورت ہاتھوں پر رکھے تھے۔ وہ خاموشی سے سائیڈ پر ہو گیا۔ اسی رات تھکن سے چور سارے کاموں سے فارغ ہو کر وہ کمرے میں آئی تو اریج کمپیوٹر پر کسی کام میں مصروف تھا۔ وہ بے چین سی بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

”وہ... مجھے کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔“ ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بہ مشکل وہ کچھ بولنے کی ہمت کر پائی تھی۔ اریج نے اچٹتی سی ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر دیا۔

”ہوں کہو۔“ اپنی سیٹ سے اٹھ کر وہ بیڈ پر اس کے ساتھ ہی آ بیٹھا تھا۔

”وہ... میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ... امی آپ سے بہت ناراض ہیں۔ اسی لیے انہوں نے کمال بھائی کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ پرسوں رات کی فلائٹ ہے ان کی بھائی نے سارا کام کروا دیا ہے انہوں نے فی الوقت وہ میری شکل دیکھنے کی روادار بھی نہیں ہیں۔ مم... میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کو مجھ سے نکاح نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ عائلہ کو پسند کرتے تھے آپ کو اسی سے شادی کرنی چاہیے تھی۔“

”پسند کرتا تھا نہیں پسند کرتا ہوں۔ پہلی محبت ہے وہ اور اگر امی مجھے اتنا مجبور نہ کر دیتیں تو لازمی طور پر میں اسی کے ساتھ شادی کرتا اور یہ شادی تو ابھی بھی ہو سکتی ہے۔ آپ میری محبت میں تو [illegible] نہیں ہیں جو دوسری شادی کی اجازت نہیں دیں گی۔ جہاں تک امی کی بات ہے تو مجھے ان کی ناراضی سے کوئی فرق نہیں پڑتا [illegible]

دیکھتی رہ گئی۔

”خیر چھوڑو ادھر آؤ۔“ اگلے ہی پل اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عائشہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اسے کیسا مقام دینے والا ہے۔ کس قدر پیار اور اپنائیت سے اس نے اسے اس کا حق دیا تھا۔ وہ سرشاری جس سے وہ قطعی ناآشنا تھی اس نے کس درجہ محبت و ذمہ داری کے ساتھ اسے اس سرشاری سے متعارف کروایا تھا۔ حقیقی معنوں میں سہاگن کیا تھا۔

وہ تو محض اس کا نام ملنے پر ہی اس کی شکر گزار تھی کہ اس نے سہاگن بھی بنا دیا تھا۔ عائشہ کو لگا وہ زندگی میں کبھی اس کے سامنے سر نہیں اٹھا پائے گی۔ اسی روز شام میں اس کی اور عائلہ کی ملاقات ہوئی تھی وہ رو رہی تھی۔ محض تین دن کے اندر ہی اس کا سراپا اجڑ کر رہ گیا تھا۔ اریج نے بے ساختہ نظر چرالی۔

”کیسی ہو عائلہ؟“

”تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟“

”پتا نہیں۔“

”کیوں اریج، کیوں؟ کیوں کیا تم نے ایسا ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچا تم نے کہ میرا کیا ہوگا۔ تمہاری اس سخاوت کے بعد میں کیسے جیوں گی؟“

”سوچنے سمجھنے کا ٹائم نہیں تھا عائلہ بس میرے سامنے ایک انسان کی زندگی داؤ پر لگی تھی میں نے اسے بچالیا۔ تمہیں تو مجھ سے بھی اچھا لڑکا مل سکتا ہے مگر اسے نہیں۔“

”اچھا لڑکا نہیں چاہیے مجھے تم اسے دے دو سارا [illegible] مجھے بس میرا اریج دے دو پلیز۔“ رو کر اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے وہ [illegible] اریج تڑپ کر رہ گیا۔

[illegible] میری زندگی میرے ساتھ؟“ اس سوال [illegible] کی بنیاد [illegible] تھی۔ [illegible]

صرف میرے میں تمہیں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔“

”جانتا ہوں میں نے بھی کبھی نہیں چاہا تھا کہ تم مجھے کسی کے ساتھ شیئر کرو مگر اب حالات بدل گئے ہیں عائلہ میں کسی کا ہاتھ تھام کر اسے اوندھے منہ گرانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔“

”چاہے میں مر جاؤں اریج؟“ کانچ سی آنکھوں میں رتجگے آنسوؤں کے ساتھ اس نے اسے دیکھا تھا۔ اریج کی پتلی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔

”نہیں۔“

”نہیں تو ابھی فیصلہ کرو تم اسے طلاق دے رہے ہو کہ نہیں؟“

”میں اسے علیحدہ رکھوں گا عائلہ وہ بہت بے ضرر لڑکی ہے کبھی ہمارے درمیان نہیں آئے گی۔“

”یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے اریج۔“

”عائلہ تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہیں۔ وہ بہت اکیلی ہے۔ کوئی اپنا نہیں ہے اس کا دنیا میں تم کیوں مجھے [illegible] کے سامنے کم ظرف ثابت کرنا چاہتی ہو۔“

”اریج تم اسے طلاق دے رہے ہو کہ نہیں؟“

”عائلہ پلیز۔“

[illegible] فیصلہ ہو چکا ہے۔“ لہو رنگ آنکھوں سے اس [illegible] طرف دیکھتے ہوئے وہ [illegible] ہوئی تھی۔

[illegible] بہت [illegible] تھا مجھے [illegible] کہ تم صرف مجھ سے پیار [illegible] میں اگر تم سے کہوں کہ اریج میرے [illegible] تم چھوڑ دو گے مگر میں غلط تھی۔ [illegible] زندگی میں تمہیں مجھ سے کبھی پیار نہیں رہا۔ جو کچھ اب تک ہمارے درمیان تھا سب بکواس تھا۔ جھوٹ [illegible] میں تمہاری زندگی ہوں [illegible]

میں رنگ اٹھا کر پاکٹ میں ڈالتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یہ کہنا کتنا آسان ہوتا ہے کہ میں خود کو سمجھا دوں گا۔ مگر دنیا میں سب سے مشکل کام خود کو سمجھانا ہوتا ہے محبت کے دربار سے دربدری کے بعد خود کو سمجھانے اور سنبھالنے میں عمریں بیت جاتی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مسائل پر ہزاروں لوگوں کو سمجھا کر ان کی سوچ تبدیل کرنے والے بھی سالوں اپنے اندر چھڑی جنگ میں پاگل ہوتے رہتے ہیں۔ اس رات اس نے پھر بہت شراب پی تھی۔ اسے لگا جیسے اب تک کا اریج مر گیا ہو اور اب اسے ایک نئے اریج کا روپ لے کر جینا ہو۔

جدائی دینے والے تجھ سے امید وفا کیسی؟
تعلق ٹوٹ جائے جب محبت روٹھ جائے جب
تو پھر رسم دعا کیسی؟
ملن کی التجا کیسی؟
بھنور میں ڈوبتی کشتی یہ ساحل کی تمنا کیا؟
اکھڑتی سانس ہو تو زندگی کی آرزو بھی کیا؟
جو منزل کھو چکی ہو پھر سے اس کی جستجو بھی کیا؟
رازِ دوست پہ اچھا سر تسلیم خم کرنا
سسکنے سے یہی بہتر ہے نا امید ہی مرنا
مگر دل نے تمہیں کس واسطے سے یاد رکھا ہے
تمہیں کیوں شاعری میں آج تک آباد رکھا ہے
ابھی تک میں نے کیوں خود کو بہت برباد رکھا ہے
جدائی دینے والے تنہائی کی قسم تم کو
تمہاری کج ادائی، بے وفائی کی قسم تم کو
مجھے اتنا بتا دینا
وفا کی چاہتوں کی مشعلیں کیسے بجھاتے ہیں
تعلق کیسے [illegible] ہیں
بھلا تو جن [illegible] انہیں [illegible] کیسے بھلاتے ہیں

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

سجدۂ شکر

عائشہ خان
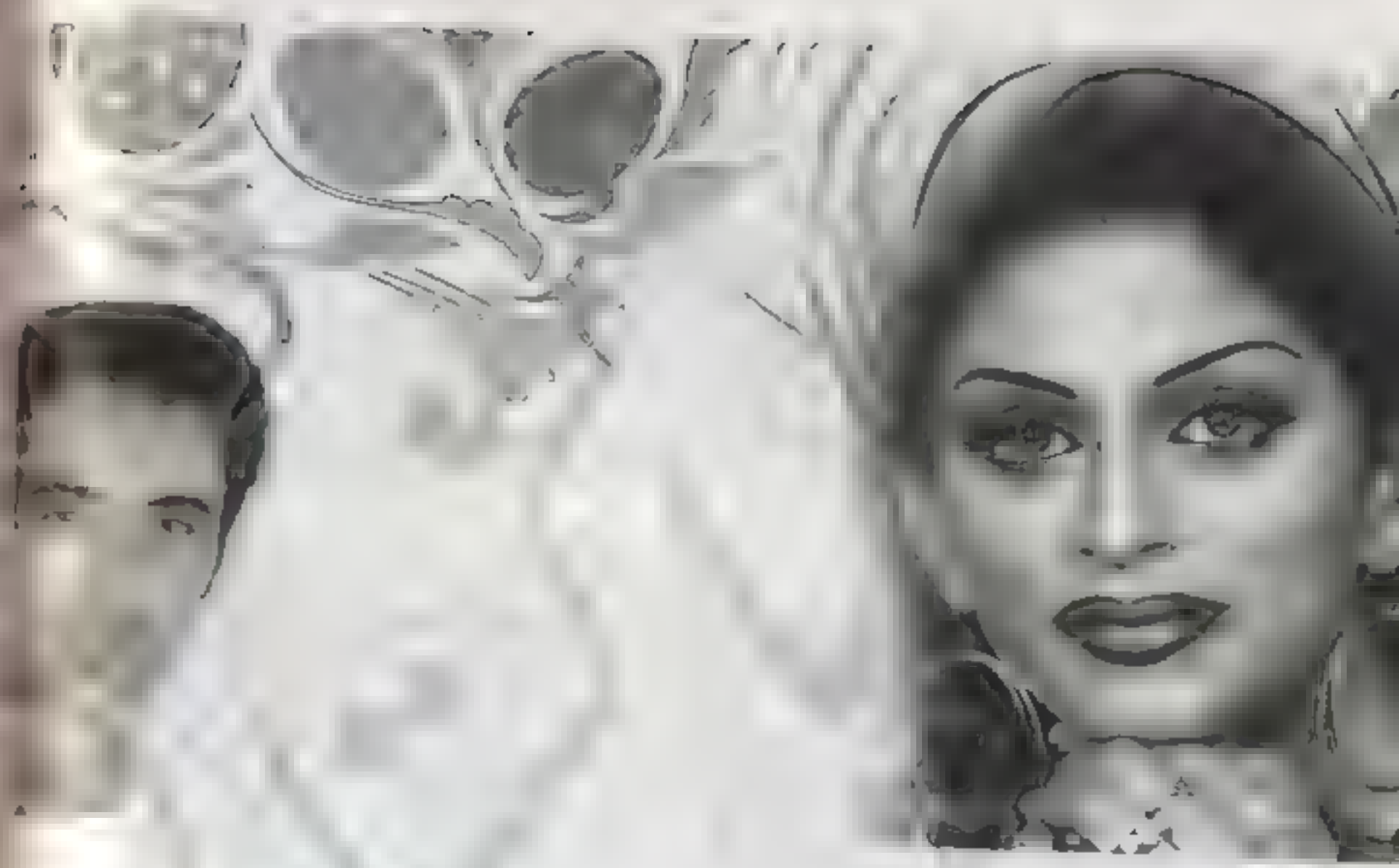
پہنچے جو سرِ عرش تو نادار بہت تھے
دنیا کی محبت میں گرفتار بہت تھے
آسائشِ دنیا کا فسوں اپنی جگہ ہے
اس سکھ میں مگر روح کے آزار بہت تھے

"سعود! اٹھ جائیں نماز کو دیر ہو رہی ہے۔" ولسعہ نے تیسری مرتبہ [illegible]

[illegible]

[illegible] منت ہو رہے تھے گویا وہ [illegible] سکتا تھا۔ ابھی [illegible]

[illegible]

"سعود! جلدی سے اٹھ جائیں پلیز، فوراً نہیں اٹھیں گے تو نماز قضا ہو جائے گی۔" نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی وہ دھیمی سی آواز میں کہہ رہی تھی۔ پاس ہی کاٹ میں سوئی بیٹی کی بھی فکر تھی اگر وہ اس وقت اٹھ جاتی تو اس کا دوبارہ سونا محال تھا اور ولسعہ کو اس وقت بہت سے کام نمٹانے تھے۔

"تنگ مت کرو یار! تم نے نماز پڑھ لی ہے نا مجھے سونے دو۔ ویسے بھی اب نماز کا ٹائم نہیں رہا۔" اس کا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کمبل منہ تک لے لیا تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑی تاسف بھری نگاہوں سے کمبل کو دیکھتی رہی جس کے اندر چھپا وہ وہی سعود تھا جو پہلی دفعہ ہلاتے ہی پٹ سے آنکھیں کھول دیا کرتا تھا۔

"اتنے پیار سے تو تم عدم سے بھی بلاؤ تو میں پلٹ آؤں مائی ڈیئر وائف! یہ تو پھر نیند ہے۔ ایسی سو نیندیں اپنی جان پر قربان۔"

"توبہ ہے سعود! صبح صبح آپ کیسی الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتے ہیں۔" وہ ناراض ہو جاتی لیکن کتنی دیر۔ گھڑی کا چوتھائی پل بھی نہیں اور اس کے منانے کا کیسا انوکھا طریقہ تھا۔ اس کی محبتوں میں بے حد شدت تھی۔ انتہائی وارفتگی تھی۔

ولسعہ کو حیرانی ہوئی تھی کہ یہ ساری محبتیں سب چاہتیں اس نے کہاں چھپائی ہوئی تھیں کہ اسے بھی خبر نہیں ہو پائی تھی اور ایک دن یہی بات جب اس نے سعود سے پوچھی تھی تو وہ [illegible]

"تم تو خود بے خبر تھے مائی ڈیئر وائف تمہیں خبر کیسے [illegible] وہ تو ایک دن اماں نے کہا کہ آج جلدی آ جانا تمہارے [illegible] کچھ لوگ ولسعہ کو دیکھنے آ رہے ہیں تو [illegible] اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ بہت [illegible] [illegible] میں مجھے ہوئے بھی سمجھنا [illegible]"

[illegible]

"تمہیں کیا تمہیں ولسعہ اچھی لگتی ہے سعود بیٹا!" میرے چہرے پر نگاہیں جمائے وہ جیسے میرے اندر کا سارا حال جان گئی تھیں۔ پتا نہیں ماں کو بچوں کے اندر تک اترنے کا ہنر کیسے آ جاتا ہے۔ میں نے اس پل محبت سے اماں کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

ہوئے انہوں نے گہری نگاہوں سے میرے چہرے کو کھوجتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں سعود......"

"وہ ہے ہی اچھی اماں پھر بھلا کیسے اچھی نہیں لگے گی۔" اک حسرت سی میرے لہجے میں اتر آئی تھی۔

"میں کسی کی نہیں تمہاری بات کر رہی ہوں۔"

"چھوڑیں اماں! کیا فائدہ ایسے خواب دیکھنے کا جو پورے نہ ہو سکیں۔"

"کیوں! خدانخواستہ کیوں نہ پورے ہو سکیں۔ کیا کمی ہے تم میں؟" میرے لہجے میں گھلتی اداسی اور کم مائیگی نے اماں کا دل تڑپا کر رکھ دیا تھا۔

"ہے کیا آپ کے بیٹے پاس اماں! ایک پرائیوٹ فرم میں چند ہزار کی نوکری اور کرائے کا دو کمروں کا یہ گھر اور یہ بے کار موٹر سائیکل" میں نے جیسے خود ہی اپنا مذاق اڑایا تھا اور اماں جیسے تڑپ کر رہ گئی تھیں۔ کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے مگر پھر جانے کیا سوچ کر خاموش ہو گئی تھیں۔

"اور پتا ہے ولسعہ......" اس نے اس کے گلے میں بازو حمائل کرتے ہوئے چہرہ اس کے سر پر ٹکا دیا تھا۔

"بتائیں نا سعود! چپ کیوں ہو گئے ہیں۔" جب وہ کئی لمحے کچھ نہ بولا تو ولسعہ نے بے چینی سے پوچھا تھا۔

"میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔"

"کس بات پر؟"

"تمہارے ملنے پر اور ان ڈھیر ساری نعمتوں پر جن سے اللہ نے مجھے نوازا تھا۔ اس دن میں جاب پر نہیں گیا تھا [illegible] کا وہ بے حد گرم دن جب حبس اور تپش نے لوگوں کو بے حال کر رکھا تھا۔ [illegible]

[illegible]

"کیوں سعود! آپ ایسا کیوں سوچ رہے تھے؟ آپ کا اور میرا تو خون کا رشتہ تھا کہ تایا ابو تھے آپ میرے اور پھر ہم کہاں کے لینڈ لارڈ تھے۔" اس نے تڑپ کر سعود کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"بھئی ہمارے مقابلے میں تو لینڈ لارڈ ہی تھے چچا کی چم چم کرتی ہوئی گاڑی اور میری یہ چھٹی اور تب تو مجھے یہ خیال ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ میرے چچا بھی ہیں۔ میں تو صرف انہیں اپنی محبوبہ کے باپ کے روپ میں دیکھ رہا تھا اور اس روپ میں وہ تخت پر براجمان تھے اور میں ان کے چرنوں میں۔" وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر خوش دلی سے ہنسا تھا اور ساتھ ہی زور سے ولیعہ کی ناک دبائی تھی۔

"ہائے......" ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ چلائی تھی۔

"سعود! اگر آپ یوں ہی میری ناک کے پیچھے پڑے رہے نا تو جلد ہی میں ناک سے ہاتھ دھو بیٹھوں گی۔" اس نے کچھ ایسی بے چارگی سے کہا تھا کہ سعود نے ہنستے ہوئے اسے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

"اچھا چلیں آرام سے بیٹھ کر بتائیں نا پھر کیا ہوا؟" ولیعہ کو یہ سب سننے میں بے حد مزا آرہا تھا۔

"پھر اللہ سے خوب سارے شکوے کرکے میں گھر آگیا اور گھر آ کر......" اس کی آواز یک دم بھرا گئی تھی۔ ولیعہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ خود پر قابو پانے کی سعی میں وہ اسے عجیب سی کیفیت میں نظر آیا پتا نہیں وہ رو رہا تھا یا ہنس رہا تھا۔ غمگین تھا یا خوش چند لمحے ولیعہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا لیکن پھر وہ جان گئی تھی کہ وہ خوش تھا شاید بے حد خوش اور یہ خوشی کے آنسو تھے جو اس کی آنکھوں میں جھلملا رہے تھے۔

"اور گھر آ کر میں نے دیکھا کہ اماں پلیٹوں میں مٹھائی سجائے بیٹھی ہیں اور سمیعہ باجی اور ناصرہ آپا کے بچوں نے گھر میں اودھم مچایا ہوا ہے۔ "آپ لوگ اچانک......" باجی اور آپا دونوں ہی صرف اتوار کو آیا کرتی تھیں اور ابھی کل ہی تو وہ ہو کر گئی تھیں۔ سمیعہ باجی جو گانے گانے کی خوب شوقین تھیں انہوں نے جو شادی بیاہ کے گانوں کے پسندیدہ ٹکڑے گانے شروع کیے تو میں حیران ہو گیا تھا اور تبھی اماں نے نم آنکھوں کے ساتھ میرے منہ میں لڈو ڈالتے ہوئے میرا ماتھا چوم لیا اور مجھے تمہارے ساتھ ہمیشہ خوش اور بستا رہنے کی دعائیں دینے

لگی تھیں اور میں بے یقینی سے منہ کھولے ششدر سا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اماں یہ سب کیسے ہوا؟" بڑی دیر بعد میں کچھ کہنے کے قابل ہوا تو پوچھا تھا۔

"بس میرے اور تمہارے ابا کی باتوں کے جواب میں تمہارے چچا نے تو ایک ہی جملے میں ہمیں گویا زمین سے آسمان پر پہنچا دیا۔

"بھائی جان! سعود میرے اس بھائی کا بیٹا ہے جس نے مجھے اپنے بچوں کی طرح پالا۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر میرا خیال رکھا' اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ بھلا سعود سے بڑھ کر میرے لیے عزیز اور کون ہو سکتا ہے۔"

"اللہ اسے دنیا و آخرت کی کامیابی دے اور اس کی عزت اور مان بھی یونہی بڑھتا رہے جیسے اس نے ہمارا مان رکھا ہے۔" اماں بے حد تشکرانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ولیعہ! میں تمہیں اپنے دل کی وہ کیفیت بتا نہیں سکتا جو اس وقت تھی۔ میرا دل چاہتا تھا میں سجدے میں گر جاؤں اور دھاڑیں مار مار کر روؤں۔ میں جو سارا دن اللہ کی ناشکری کرتا رہا تھا۔ اس نے مجھے کیا دیا تھا بچپن سے لے کر جوانی تک ایک ایک چیز کے لیے ترسایا تھا اس قسم کی بے سروپا باتیں سوچ سوچ کر گلے شکوے کرتا رہا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ اس نے میری کتنی خواہشیں پوری کی تھیں' کتنی نعمتیں مجھے دی تھیں' کیسے ہمیشہ مجھے اپنی رحمتوں سے نوازا تھا۔ مجھے اپنے اللہ پر اس دم بے حد بے تحاشا پیار آرہا تھا۔ وہ کتنا مہربان تھا ہمیشہ میری بے صبریوں کو معاف کر دیتا تھا۔" وہ ایک جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا اور ولیعہ حیرانی سے پھیلی آنکھوں کے ساتھ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ اس [illegible] سے اب تو کبھی [illegible] نہیں [illegible] رہا تھا۔

وہ تو حیران ہوا کرتی تھی کہ تایا اور تائی پانچ وقت کے [illegible] جب [illegible] کے ساتھ نماز شروع کر دیتا اور کبھی یوں لگتا جیسے اسے فکر ہی نہیں کہ نماز قضا ہو رہی ہے۔

"چلو اٹھو بیوی! کچھ کھلا دو یا آج دیدار یار سے ہی کام [illegible] ایمان سب لوٹ رہی ہو۔" اس نے مخمور نگاہوں سے ولیعہ کو

دیکھتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"چھوڑیں نا! دروازہ کھلا ہے۔" دبی دبی ہنسی کے ساتھ خود کو چھڑاتی ہوئی وہ محجوب سے لہجے میں بولی تھی۔

"ولیعہ بیٹی! کچن سے کچھ جلنے کی بو آرہی ہے۔" تائی جان کی آواز پر سعود نے مرے مرے سے انداز میں اسے پیچھے دھکیل دیا تھا۔

"جایئے جناب! کچن میں کچھ نہیں جلنا چاہیے' جلنے کے لیے یہ بے چارہ دل ہی کافی ہے۔" اس نے بے حد مسکینیت سے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور وہ ہنستی ہوئی کچن کی طرف دوڑی تھی۔

ایسی ہی محبتوں' چاہتوں اور شرارتوں میں سال جیسے پر لگا کر اڑ گیا تھا لیکن جاتے جاتے انہیں والدین کے رتبے پر فائز کرکے ان کے دامن میں خوشیاں بھر گیا تھا۔

دادا دادی بن کر تایا جان اور تائی جان خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے تمام عزیز و اقارب اور ہمسایوں میں مٹھائی بٹی گئی تھی۔ زندگی جیسے خوشیوں کا گہوارہ تھی۔

مگر پھر ان کی خوشیوں کو جانے کس کی نظر لگ گئی تھی۔ تایا جان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور انہیں کافی چوٹیں آئی تھیں ابھی وہ سنبھلے نہیں ہوئے تھے کہ سعود کی جاب ختم ہو گئی۔ تائی جان نے شادی کے دو ماہ بعد ہی گھر کے سارے معاملات ولیعہ کے سپرد کر دیئے تھے جنہیں وہ خوش اسلوبی سے نبھا رہی تھی۔ تایا جان کی دکان کی آمدنی اور سعود کی تنخواہ سے گھر کے [illegible] آرام سے پورے ہو جاتے تھے بل تایا جان اپنی [illegible] سعود کو دے دیتے تھے۔

[illegible]

حوصلے اور برداشت کی کمی تھی' بے صبرا پن تھا وہ ہر وقت چڑچڑا سا رہنے لگا تھا۔

ایسے میں صرف تائی جان تھیں جن کی وجہ سے ولیعہ کو حوصلہ رہتا وہ حسب معمول صبح اٹھتیں اور نماز پڑھتے ہی انہیں اٹھاتیں اور پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتیں۔ دن میں اس کے ساتھ سبزی وغیرہ بنواتے ہوئے وہ اس کی تشفی کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کہتی رہتیں اور یہ ان کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ وہ فکر مند تو تھی مگر مایوس اور ناامید نہیں تھی۔

☆☆☆

"سعود اٹھ جائیں صرف دس منٹ رہتے ہیں' سورج طلوع ہونے میں' روز آپ قضا نماز پڑھتے ہیں۔" اسے یک دم احساس ہوا تھا کہ نماز کا وقت تو بالکل ختم ہونے کو تھا' تیزی سے کندھے ہلائے جانے پر سعود نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے غصے بھری نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"وہ...... نم...... ماز۔" اس کے اس طرح گھورنے پر ولیعہ بوکھلا اٹھی تھی اور وہ جو بہت کچھ کہنے کے موڈ میں تھا لب بھینچ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ولیعہ نے جلدی سے جائے نماز بچھائی اور کچن میں آ گئی تھی۔ جلدی جلدی چائے بنا کر تایا جان اور تائی جان کو دے کر اپنے کمرے میں واپس آئی تو وہ دوبارہ سر تک کمبل تانے بستر میں لیٹ تھا۔ وہ حیران و پریشان دروازے میں کھڑی رہ گئی تھی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا' وہ ہمیشہ اسے اپنا منتظر ملتا تھا پھر اب۔ یک دم اس کا دل بوجھل سا ہو گیا تھا۔

رات آئے بھی بہت لیٹ تھے اس نے خود کو تسلی دی تھی اور کمرے میں بکھری چیزیں ٹھیک کرنے لگی تھی' چند منٹ اس کام میں لگے تھے اور وہ فارغ ہو گئی تھی۔ اب کیا کروں یہ فرصت روٹین سے ہٹ کر تھی اس لیے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فارغ وقت کو کس کام میں صرف کرے۔ کپڑے وہ [illegible] ابھی خاصا ٹائم تھا۔ تبھی اسے یاد آیا تھا کہ سعود کے جوتے پالش کرنے تھے۔

دروازہ کھول کر جوتے اٹھائے تھے جو کیچڑ سے بری طرح بھرے ہوئے تھے ایک جوتا تو نیچے سے ٹوٹا ہونے کی وجہ سے اندر تک بالکل گیلا ہو چکا تھا۔ اس کا دل جو ابھی کچھ دیر پہلے سعود سے شکوہ کناں ہو رہا تھا ایک دم گداز ہو گیا' گیلے

کپڑے سے جوتے صاف کرتے وہ اداس ہو رہی تھی۔
اس ماہ سیلری ملتے ہی سب سے پہلے جوتے لینے ہیں یار! اب تو کوئی حل نہیں رہا' نیچے سے مٹی اندر گھستی رہتی ہے۔" جب جوتے چھوٹنے سے چند دن قبل اس نے کہا تھا اور اب اتنے دنوں سے مسلسل تجل خوار ہوتے ہوئے جوتے کچھ اور ٹوٹ گئے تھے اور کل تو بارش بھی خوب ہوئی تھی۔
"پتا نہیں کب تک گیلے موزے اور جوتے پہنے گھومتے رہے ہوں گے۔" اس نے سوچا تھا اور خشک کپڑے سے رگڑ رگڑ کر جوتا خشک کرنے لگی تھی۔
"ولسعہ!" تبھی سعود کی دھیمی سی آواز آئی تھی۔
"جی۔" اس نے جلدی سے سر اٹھایا تھا۔
"ایک کپ چائے تو لا دو۔" ولسعہ نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آواز بھاری' وہ لپک کر قریب آئی تھی۔
"کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔" تفکر بھرے انداز میں اس نے پوچھا تھا۔
"بس کچھ نزلہ ہو رہا ہے اور ٹمپریچر بھی۔" اس نے بھاری ہوتی آواز میں کہا تھا۔ ولسعہ نے ہاتھ کی پشت سے ماتھے کو چھوا تھا' وہ اچھا خاصا گرم ہو رہا تھا۔
"میں آپ کے لیے ناشتہ بنا کر لاتی ہوں۔"
"نہیں صرف چائے اور ..." اس کے جملہ ادھورا چھوڑنے پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ "... ور ولسعہ خود" [illegible] آنکھیں میچتے ہوئے وہ شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ولسعہ کے دل سے جیسے کوئی بھاری بوجھ ہٹ گیا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔
چائے کا پانی چولہے پر رکھتے ہوئے اس نے فریج کھولا تھا۔ وہ چاہتی تھی چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو دے کر ٹیبلٹ [illegible] مگر کوئی ایسی چیز نہیں تھی' ڈبل روٹی انڈے سب ختم تھے۔ [illegible]
جب وہ چھینک ہوا اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔
[illegible]
"چھینکوں کی وجہ سے۔ میں نے سوچا رافعہ اٹھ جائے گی۔"

"تو کوئی بات نہیں' آپ چلیں بستر میں' یہاں سردی ہے۔" اس نے نرمی سے کہا تھا جب کہ وہ سائیڈ پر پڑا اسٹول اٹھا کر چولہے کے قریب کر کے بیٹھ چکا تھا۔
"باہر سے اپنے لیے موڑھا اٹھا لاؤ۔" چولہا جلاتے ہوئے اس نے کہا تھا اور وہ ٹرے وہیں سلیب پر رکھتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔
"لگتا ہے رات آپ خوب بھیگ کر آئے ہیں۔" ولسعہ نے فکر مندی سے اس کی سرخ ہوتی ناک اور بہتی آنکھوں کو دیکھا تھا۔
"ہوں ..." اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اس نے کپ اٹھا لیا تھا۔
"آپ کا فون آیا تو رافعہ جاگ گئی تھی' اسے سلاتے سلاتے پتا ہی نہیں چلا کب میری بھی آنکھ لگ گئی۔" اس نے نادم سے لہجے میں کہا تھا۔
"اچھا ہی ہوا میں تو خاصا لیٹ آیا تھا اور وہ بھی انتہائی خراب موڈ میں۔"
"کیوں؟" وہ حیران ہوئی تھی اور کچھ پریشان بھی۔
"بس یار! کل مجھے شام کو ایک یونیورسٹی کا دوست مل گیا' وہ زبردستی ساتھ لے گیا' کیا شاندار گھر تھا اس کا۔ میری تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ وسیع پورچ میں دو نئے ماڈل کی بالکل نیو برینڈ گاڑیاں آگے پیچھے کھڑی تھیں' اندر گئے تو کھانے کا دور چل رہا تھا' ڈائننگ ٹیبل انواع واقسام کے کھانوں سے بھری پڑی تھی اور تقریباً کلو گوشت تو ... [illegible] کے سامنے رکھ دیا گیا تھا جو ایک کونے میں بیٹھی مزے سے [illegible] تھی۔ یہ وہ شخص تھا جو یونیورسٹی میں انتہائی کا وہی [illegible] اور سب کا اس کی فیوز ... [illegible] کر پاگل بنایا ...
اب [illegible] اس نے ٹھنڈی سانس بھری تھی۔
[illegible] خوب پیسہ لگا کر بزنس کر دیا اور [illegible]
[illegible]

ے جلے کٹے انداز میں جواب دیا تھا۔
"بارش میں ...؟" ولسعہ کی آنکھیں حیرانی سے پھیلی تھیں۔
"اس وقت تو پتا نہیں چل رہا تھا مگر ..." زوردار چھینک نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔
"اب خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔" اس نے رومال سے ناک سے نکلتے پانی کو صاف کیا۔ ولسعہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی' وہ بے حد بے زار بے زار اور شاکی نظر آ رہا تھا۔ پتا نہیں اسے کس سے شکایت تھی' اپنے آپ سے حالات سے یا ... اس کی سوچ درمیان میں ہی رہ گئی تھی۔ وہ قدرے حیران اور اچھی خاصی پریشان اور متاسف سی اسے دیکھنے لگی تھی جو کہہ رہا تھا۔
"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ قدرت کی کیسی تقسیم ہے' کیسا انصاف ہے کہ کچھ لوگ ایک ایک نوالے کو ترس رہے ہیں اور کچھ انواع اقسام کے پکوان نہ صرف کھا رہے ہیں بلکہ ..."
"شاباش ہے میرے بیٹے۔" سعود کی بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی اور امی جان جو ناشتے کے برتن کچن میں رکھنے آئی تھیں انہوں نے اندر آتے ہوئے خاصے ناراض لہجے میں کہا تھا۔ انہیں سعود کی بات شدید ناگوار گزری تھی۔
"چند دن ذرا سی مشکل جو آ پڑی تو اللہ کی تقسیم اور انصاف پر اعتراض کرنے لگے۔ استغفار کرو بیٹے' توبہ کرو اللہ سے۔"
"امی' میں ..." سعود نے کچھ کہنا چاہا لیکن خاموش [illegible]
"اللہ اگر انصاف کرنے پر آئے تو ہم میں سے کون ہے [illegible]" ولسعہ نے موڑھے سے اٹھتے [illegible] بیٹھنے کے لیے کہا تھا اور وہ سنجیدگی سے سعود [illegible] ہوئے بیٹھ گئی تھیں۔ سورۃ ابراہیم اور سورۃ نحل میں [illegible] "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو [illegible]" [illegible] جب میں اس آیت کی تفسیر پڑھ رہی تھی [illegible] ایک حدیث [illegible] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
[illegible]

میں سوال کیا جائے گا' مکانوں کے سائے کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ میں نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے سایہ عطا کیا' پیٹ بھر کر کھانا کھانے اور اعضاء کے صحیح سالم ہونے پر سوال کیا جائے گا کہ ان کا کیا حق ادا کیا' میٹھی نیند جو عطا کی اس کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ اگر تم نے کسی عورت سے شادی کرنا چاہی اور کسی اور نے بھی اس عورت کے لیے رشتہ ڈالا اور اللہ نے تم سے اس کا نکاح کروا دیا تو اس کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا کہ یہ اللہ کا تم پر احسان تھا کہ اس نے بیٹی والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ تم سے اپنی لڑکی کا نکاح کریں اور دوسرے سے نہ کریں۔ اس حدیث کو پڑھنے کے بعد میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے کہ ہم لوگ کس قدر ناشکرے ہیں۔ کھاتے ہیں' پیتے ہیں' مزے سے گھروں کے اندر' چھت کے نیچے سردیوں میں ہیٹر لگا کر اور گرمیوں میں پنکھوں اور کولروں کی ٹھنڈک میں میٹھی نیند سوتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کرتے بلکہ سرے سے ان چیزوں کو نعمتیں سمجھتے ہی نہیں۔
ہمارے نزدیک نعمتیں صرف بڑے بڑے عالی شان گھر ہیں' بڑی بڑی گاڑیاں ہیں' انواع واقسام کے کھانے ہیں۔" وہ گہرے افسوس اور دکھ سے کہہ رہی تھیں اور سعود کو شدید ندامت کا احساس ہو رہا تھا۔
"اس کا اللہ کس قدر رحیم تھا کہ اس کی تمام تر کوتاہیوں' بے پروائیوں کے باوجود' ناشکری اور بے صبری کے باوجود نہ تو اسے معتوب ٹھہراتا تھا اور نہ ہی اس سے ناراض ہوتا تھا بلکہ جب جب وہ ذرا اس سے دور ہونے لگتا تھا وہ اسے واپس بلاتا تھا۔ وہ بے صبری اور ناشکری پر اترنے لگتا تو وہ سے احساس دلاتا تھا۔"
اسے اپنے اللہ پر بے تحاشا پیار آ رہا تھا اور دل کی عجیب سی کیفیت میں وہ [illegible] رہا تھا۔
"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں امی جان۔" وہ [illegible] اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا' اس وقت اسے تنہائی درکار تھی جس میں وہ اپنے رب کی ان بے پناہ مہربانیوں کا دل سے شکر ادا کر سکے اور اس کے بے شمار احسانات پر سجدہ بجا لا سکے۔

بھیگی پلکوں پر

اقرأ صغیر احمد

> مدت سے تھی کسی کے ملنے کی آرزو
> خواہشِ دیدار میں سب کچھ گنوا دیا
> کسی نے دی خبر کہ وہ آئیں گے رات کو
> اتنا کیا اُجالا کہ گھر تک جلا دیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

پری کے سرد وسپاٹ چہرے کو دیکھ کر طغرل اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کیے بغیر اسے اپنے جانے کی اطلاع دیتا ہے۔ جس پر پری بیگانگی کا اظہار کرتی ہے۔ مسز عابدی بیٹے کی ہٹ دھرمی پر مسلسل ٹینشن کا شکار رہتی ہیں اور بیمار پڑ جاتی ہیں۔ فیاض صاحب اپنی فیملی کے ساتھ مسز عابدی کی عیادت کی غرض سے آتے ہیں اور دادی جان کو اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ شیری فیاض صاحب کی اپنے گھر آمد پر بہت مسرور نظر آتا ہے لیکن پری کو نا پا کر سخت کبیدہ خاطر ہو جاتا ہے۔ پری شیری کے گھر جانے کی بجائے اپنی نانو کے گھر جانا پسند کرتی ہے جہاں وہ عشرت بیگم سے اپنے ماں باپ کے درمیان آنے والی اس علیحدگی کی وجہ بھی جاننا چاہتی ہے جس کی سزا اسے مل رہی ہے۔ سعود کی صورت میں صفدر جمال ایک ایسے کرب میں مبتلا ہیں جس میں کبھی بیس سال سے گرفتار تھی۔ اپنے بیٹے کی ضد اور ہٹ دھرمی انہیں اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ اب وہ خود بھی مکافاتِ عمل کے لیے تیار ہو جائیں۔

عادلہ اپنی باتوں سے شیری کو متوجہ کرنے کی کوشش میں ناکام رہتی ہے لیکن وہ اسے مسلسل نظر انداز کرتا ہے جس پر عادلہ نے نظر انداز ہونے پر پری کو بددعاؤں سے نوازتی ہے۔

ماہ رخ کے خوابوں کا محل بہت جلد چکنا چور ہو جاتا ہے ساحر اس کے ساتھ بہت بڑا دھوکا کرتے ہوئے اسے حارث کرمانی کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ یہاں اسے اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے ہاتھوں کا کھلونا بن جاتی ہے اور اپنی موت کی دعا مانگتی ہے لیکن موت بھی اس پر رحم نہیں کرتی اپنے ہی اعمال کے سبب وہ عرش کی بلندی سے پاتال کی تاریکیوں میں جا گرتی ہے۔

عشرت جہاں پری کو تمام حقائق سے آگاہ کرتی ہیں اور ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو جاتی ہیں لیکن پری ان کی باتوں سے مطمئن نہیں ہو پاتی اور اپنی ماں کو ہی قصوروار گردانتی ہے۔

دادی فراز تاؤ سے بات کرتی ہیں تو انہیں ان کی خرابیٔ طبیعت کے اندیشے ستاتے ہیں جس پر پری انہیں تسلی دیتی ہے اور انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

پری عشرت جہاں کے ساتھ شاپنگ کی غرض سے آتی ہے تو وہاں اپنے سامنے موجود شخص کو پا کر [illegible] رہ جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁ ☆ ❁
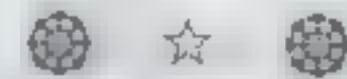
"ہیلو... [illegible]؟" شیری سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرتوں کا [illegible] تھا۔ [illegible] پری کے چہرے پر ناپسندیدہ سنجیدگی بکھری تھی۔ "ڈھونڈ رہا ہوں میں نے تو آپ کو مس پری! آپ نے بڑی کوشش کی تھی مجھ سے چھپنے کی [illegible] پر میں نے بے حد مس کیا آپ کو اور آپ میرا انتظار کیے بغیر [illegible] سے چلی گئیں۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایسے دوستانہ لہجے میں کہہ رہا تھا جیسے ان کے درمیان بہت گہری فرینڈشپ ہو۔

"مجھے نانو کے ہاں آنا تھا پھر میں نے آپ سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں آپ کے ہاں ڈنر پر آؤں گی اور پلیز! اب آپ جائیں یہاں سے۔" وہ ترش لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"میں جاؤں اور آپ مجھ سے روپوش ہو جائیں؟ نو نو میں یہ رسک افورڈ نہیں کرسکتا اب۔" شیری بے حد ایکسائٹڈ ہو رہا تھا۔

"روپوش ہو جاؤں گی؟ کیا مقصد ہے آپ کا اس بات سے؟" اس نے شیری کو غصے سے گھورا۔

"پلیز پلیز آپ غصہ مت ہوں میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کرسکتا۔" اس کے بگڑے تیور دیکھ کر وہ بوکھلا گیا تھا۔ اس کے اس طرح کھڑے ہونے سے قریب سے گزرنے والے لوگ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے۔

"پلیز پری! اس طرح کھڑی کیوں ہوگئی ہیں آپ..... لوگ دیکھ رہے ہیں کیا فیل کریں گے ہمارے بارے میں؟" اردگرد سے گزرنے والے لوگوں کی نظریں اس کے اوپر تھیں اور اکا دکا نوجوان وہاں رک کر معاملے کو جاننے کی سعی کر رہے تھے اور اس صورت حال سے وہ کنفیوز تھا۔

"میرے بارے میں نہیں صرف آپ کے بارے میں" آپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ میں نے یہاں کسی کو یہ بتایا کہ آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں پھر جو آپ کا حشر ہوگا آپ سوچ بھی نہیں سکتے" آپ کی خیریت اسی میں ہے آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔" اس کا لہجہ سرد اور سپاٹ تھا وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی' شیری کے چہرے پر اس کو دیکھ کر جو روشنیاں جل اٹھی تھیں وہ کسی موم بتی کی مانند بجھ گئی تھیں جن کا دھواں اس کے چہرے پر پھیلنے لگا تھا لیکن دل کسی ضدی بچے کی مانند بے قرار ہو کر مچل رہا تھا' وہ بے اختیار انداز میں اس کی طرف بڑھا اور وہ جو ابھی اس کے سامنے ہی بوتیک کی طرف بڑھی تھی اب وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے تمام بوتیکس دیکھ ڈالیں شاپس کے اندر دیکھتا پھرا مگر وہ ایسے غائب ہوئی گویا وہاں آئی ہی نہ تھی۔ سیکنڈ فلور سے وہ تھرڈ فلور پر تیزی سے بڑھا تھا' وہ کراکری شاپ پر دو بھری بھرکم خواتین کی اوٹ میں چھپی تھی' پری نے اسے ایسکلیٹر سے اوپر جاتے دیکھ کر سکون کا سانس لیا اور نانو کی طرف متوجہ ہوئی جو سیلز مین سے سامان کار میں رکھوانے کا کہہ رہی تھیں۔

"چلو اب تمہاری شاپنگ ہو جائے پری! یہاں بوتیک پر اعلیٰ معیار کے ڈریسز ہوتے ہیں۔" ملازم ان کا خریدا ہوا سامان کار میں رکھنے کے لیے گیا تو وہ اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"سوری نانو! مجھے کچھ نہیں خریدنا آپ گھر چلیں اب۔"

"یہ کیا بات ہوئی بیٹا! کبھی کبھی تو یہ موقع ملتا ہے پھر لڑکیوں کو گریز ہوتا ہے شاپنگ کا آپ نے ابھی کچھ بھی نہیں لیا ہے اور مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے ابھی۔" نانو حیرانی سے اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے نانو! میں اب مزید یہاں رک نہیں پاؤں گی۔" اس نے کچھ ایسے لہجے میں کہا [illegible]

"ہم سیدھے اسپتال چلتے ہیں۔"

"ارے نہیں نانو جان [illegible]

[illegible]

جہاں ڈرائیور ان کا منتظر تھا۔

"کیا چاہتا ہے شیری کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے وہ؟ مجھے رسوا کرنے میں کیا کسر چھوڑی ہے اس نے' میری فوٹو اتار کر ممی کی نگاہوں میں مجرم بنا دیا اور اب بھی نامعلوم کس قسم کی دیوانگی میں مبتلا ہے اور ساتھ میں مجھے بھی پاگل کرنے کے ارادے لگ رہے ہیں۔" کار سبک انداز میں رواں دواں تھی وہ سیٹ کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے شیری کے بارے میں سوچ رہی تھیں' جس کے انداز میں ایسی کوئی انہونی سی بات تھی' ایک عجیب سا احساس تھا جس نے اس کی حساس طبیعت کو کسی انجانے سے خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔

"سر میں درد زیادہ ہے پری' ضد مت کرو ڈاکٹر سے چیک اپ ضروری ہے' معمولی سے درد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔" عشرت جہاں اس کے سفید چہرے کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"ڈاکٹر کے ہاں جانے کی کیا ضرورت ہے نانو؟ میں ٹھیک ہوں ریلی نانو! مجھے انجکشن سے بے حد ڈر لگتا ہے اور ڈاکٹر کی میڈیسن سوئی چبھونے کے بنا تو کبھی کمپلیٹ نہیں ہوتی ہے۔" اس نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا تو عشرت جہاں نے ہنستے ہوئے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"اوہ مائی بے بی! یہ ڈر آپ کے بچپن سے دل میں بیٹھ گیا ہے۔"

پورے شاپنگ سینٹر کے اس نے ایک نہیں کئی چکر لگائے تھے دیوانوں کی طرح ہر چہرے کو کھوجتا' مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تھا وہ بڑے ٹوٹے دل سے وہاں سے نکلا اور کار گویا ہواؤں کے دوش پر پرواز کر رہی تھی۔ اس کے اندر آگ بھڑک اٹھی تھی' ہر سمت دھواں ہی دھواں دکھائی دے رہا تھا۔ پری کے سخت رویے نے اس کو مضطرب کر دیا تھا۔

نفرت کا دھواں بے مروتی کا دھواں بے حسی کا دھواں نامعلوم کس طرح وہ گھر پہنچا تھا' چوکیدار نے دور سے اس کی فاسٹ ڈرائیونگ دیکھ کر گیٹ وا کر دیا تھا۔ کار سے نکل کر اس نے لات مار کر ڈور بند کیا اور دھپ دھپ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا تمام ملازم سہم کر ادھر ادھر ہوگئے تھے' اس وقت مسٹر اینڈ مسز عابدی گھر سے باہر تھے' وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا۔

"کیوں کرتی ہو تم میرے ساتھ اس قدر زیادتی؟ پری پری آئی لو یو سو مچ آئی لو یو! بہت محبت کرتا ہوں تم سے ورتم؟ تم کچھ نہیں ہو ہر بار میری تذلیل کرتی ہو۔" وہ بیڈ پر اوندھا لیٹا زور زور سے بڑبڑا رہا تھا اور بڑبڑاتے [illegible] زندہ گی وہ خوب صورت خدوخال اور وجیہہ صورت شہریار جو اپنے آگے کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جس سے بات کرنے کے لیے ماں باپ کو بھی اپنا لہجہ نرم رکھنا پڑتا تھا۔ وہ کھڑمزاج اور بے پروا شخص بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ [illegible] لگا' بند کمرے میں اس کی بھاری آواز گونجنے لگی۔

[illegible] محبت کی ہے' میں نے یعنی شہریار عابدی نے اور بدلے میں تم کو بھی مجھ سے محبت کرنی پڑے گی' ہاں! [illegible] محبت کرنی ہوگی' میں سکھاؤں گا تم کو محبت کرنا' تمہیں میری زندگی میں میری بن کر آنا ہوگا آنا ہوگا۔ یہ میرا [illegible]" وہ روتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔

❁ ☆..... ❁

[illegible] مگر اس اندھیری سیلن زدہ کوٹھڑی کی دیواروں کے اندر اس کی روشن کرنیں نہ پہنچ سکی تھیں۔

[illegible]

[illegible] سماعت میں ہلچل سی پیدا ہونے لگی۔

"ماہ رخ!" یہ ساحر کی آواز تھی۔

ماہ رخ نے ایسے تڑپ کر آنکھیں کھولی تھیں گویا اس کے جسم سے پرواز کرتی روح پوری قوت سے دوبارہ بدن میں حلول کر گئی ہو۔ نیم مردہ جسم میں ایک برق سی بھری تھی اور وہ اٹھ کر بیٹھی اور بڑے جنونی انداز میں اس نے ایک ہاتھ سے ساحر کا گریبان پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے چہرے کو لہولہان کر دیا یہ سب لمحوں میں ہوا تھا۔ ساحر اور اس کے قریب کھڑی حبشی ملازمہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بھوک پیاس سے نڈھال اس کمزوری لڑکی میں اتنی طاقت آ جائے گی؟ پہلے تو وہ اپنا بچاؤ نہ کر پایا لمحوں میں ہی ماہ رخ نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

"میں تجھے جان سے ماردوں گی کمینے! تو نے میری زندگی برباد کر دی مجھے دھوکہ دیا یہاں لا کر بیچ دیا مجھے۔"

ساحر تو اس تابڑ توڑ حملوں سے ایسا بوکھلایا کہ اپنا دفاع نہیں کر سکا۔ ساحر کے چہرے پر خون بہتا دیکھ کر ملازمہ نے آگے بڑھ کر بپھری ہوئی ماہ رخ کو دھکا دے کر اس سے دور کیا ملازمہ کے زوردار دھکے نے ماہ رخ کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا وہ بے ہوش ہو کر گری تھی۔ ساحر نے رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے حقارت آمیز نگاہ سے زمین پر پڑی بے ہوش ماہ رخ کو دیکھا اور کوٹھری سے باہر نکل آیا چہرے اور گردن پر جہاں جہاں ماہ رخ کے ناخن لگے تھے وہاں سخت جلن و تکلیف ہو رہی تھی۔ حارث کرمانی کے ملازم نے اس کو فرسٹ ایڈ دی تھی۔

"آپ ابھی ریسٹ کریں تھوڑی دیر بعد آپ ریلیکس ہو جائیں گے۔" ملازم فرسٹ ایڈ بکس اٹھا کر بولا۔

"شکریہ آپ کا۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"ویلکم جناب! آپ مہمان ہیں آپ کا خیال رکھنا ہماری ڈیوٹی ہے آپ سے سر کچھ دیر بعد میٹنگ کریں گے تب تک آپ آرام کریں۔" ملازم چلا گیا ساحر بھی آرام کرنے لگا اس وقت اس کا چہرہ ہر قسم کے احساسات سے عاری تھا وہ آنکھیں بند کر کے لیٹا تو اے سی کی ٹھنڈک اور پرسکون ماحول نے اسے نیند کی وادیوں میں پہنچا دیا تھا اسے ابھی سوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ ملازم نے آ کر اسے اطلاع دی تھی کہ شیخ حارث کرمانی نے اسے بلایا ہے وہ ملازم کے ہمراہ حارث کے عالی شان لیونگ روم میں داخل ہوا تو وہ صوفے پر بڑے کر و فر سے گردن اکڑائے بیٹھا تھا۔

"آؤ ساحر! بیٹھو۔" وہ مہنگے ترین سگار کا کش لیتا ہوا ساحر سے گویا ہوا۔ ساحر مؤدب انداز میں دوسرے صوفے پر بیٹھا تھا۔

"ہوں تمہارا چہرہ اس نے خاصا بگاڑ دیا ہے۔" وہ اس کے چہرے پر زخموں کے سرخ سرخ نشانات دیکھ کر بولا۔

"جی حارث کرمانی! مجھے احساس نہ تھا تین دن کی بھوک و پیاس سے نڈھال ہونے کے باوجود وہ زخمی شیرنی کی طرح مجھ پر حملہ کر دے گی۔ سچ بتاؤں کہ میں اس کے خونخوار انداز سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ اپنا دفاع ہی نہ کر پایا۔" ساحر نے خفت سے مسکراتے ہوئے مؤدب لہجے میں جواب دیا۔

"عورت تو ایک ایسی پہیلی ہے جس کو کوئی بوجھ ہی نہیں سکتا کب کیا کر گزرے کوئی جان نہیں سکتا اس نے اپنے باطن میں ان گنت اسرار پوشیدہ رکھے بہت پراسرار ہستی ہے۔" گہرا کش لیتے ہوئے حارث نے کہا تھا۔

"جی حارث صاحب درست فرما رہے ہیں آپ۔"

"کہاں چلوں بھئی؟" عادلہ کے لہجے میں خود بخود بےزاری امڈ آئی۔

"اوہ! جیسے تم جانتی نہیں ہو میں کہاں جا سکتی ہوں؟" عادلہ کی طرف دیکھ کر وہ بھی طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں نے تم کو منع کیا تھا میں نہ وہاں جاؤں گی اور نہ تم کو جانے دوں گی یاد آیا تم کو؟"

"اوہ! بھرم دے رہی ہو؟ جیسے میں ڈر جاؤں گی تم سے۔" عائزہ استہزائیہ انداز میں اس کو گھورتے ہوئے گویا ہوئی۔ "پہلے وہ طغرل راہ کا پتھر بنا ہوا تھا اور اب تم اس کی جگہ لو گی ہونہہ یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"تمہارے لیے راستہ کلیئر ہے تو جاؤ پھر میرا دماغ کیوں خراب کر رہی ہو۔" عادلہ نے بے پروائی سے کہا۔

"عادلہ پلیز میرا موڈ آف مت کرو راحیل سے ملے ایک عرصہ گزر گیا ہے وہ بار بار کال کر رہا تھا وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا اور میں بہت کوشش کے باوجود بھی اس سے ملنے نہ جا سکی اس نے ناراض ہو کر مجھ سے بات کرنا ہی چھوڑ دی اب نہ اس کی کال آتی ہے اور نہ ہی میسج یہ اس کی ناراضگی کی انتہا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر منت بھرے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"چلو اچھا ہے اس طرح تمہاری اس سے جان چھوٹ گئی ویسے بھی اس میں ایسی کوئی اسپیشلٹی نہیں ہے جو اس سے دوری کا افسوس کیا جائے وہ بہت بدکردار اور بددماغ شخص ہے۔"

"شٹ اپ عادلہ! اگر میں تم سے نرمی سے بات کر رہی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم جو منہ میں آئے وہ بکتی چلی جاؤ۔" عائزہ نے تلملا کر کہا۔

"عائزہ! ہوش میں آؤ تمہاری منگنی ہو چکی ہے اور ممّا کی کوشش ہے وہ جلد از جلد تمہاری شادی سے فارغ ہو جائیں اور ایک تم ہو جو ابھی تک راحیل جیسے فلرٹ سے توقعات وابستہ کر کے بیٹھی ہو۔" عادلہ بے حد نرمی سے اسے سمجھانے کی سعی میں مصروف تھی۔

"میں نے تم سے کوئی ایڈوائز نہیں مانگی ہے اور نہ ہی تم دادی جان کی طرح نصیحتیں کرتی اچھی لگ رہی ہو۔"

"پھر مجھ سے یہ توقع بھی مت کرو میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔" عادلہ نے اس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر اٹل لہجے میں کہا۔

"تو مت جاؤ میں تمہارے آگے ہاتھ بھی نہیں جوڑوں گی ہونہہ! بڑی پارسا سمجھ رہی ہو خود کو۔ پہلے طغرل کو الو بنانے کی کوشش کرتی رہیں اس نے منہ نہیں لگایا تو اب شیری کے لیے جال بچھا رہی ہو یہ یاد ہے تم کو؟"

"یہ سب میں ممی کے کہنے پر کرتی ہوں ممی گائیڈ کرتی ہیں مجھے تمہاری طرح میں چھپ کر نہیں کرتی کچھ بھی۔" عادلہ نے بڑے اطمینان سے جتایا۔

"یہ تو ممی کا دوغلا پن مجھے ہرٹ کرنے لگتا ہے وہ تم کو کچھ نہیں کہتی ہیں بلکہ مدد کرتی ہیں اور پھر بھی کامیاب نہیں ہو... ۔" اس نے گہرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

❁.....☆.....❁

... ہو اور باہر اتنی زبردست بارش ہو رہی ہے بہت اچھا لگ رہا ہے۔" وہ اس کے پاس آ کر بولا۔

حیرت سے فوت ہو جائیں گے طغرل بھائی!" طغرل کو پاکستان آئے چند دن ہوئے تھے اور آتے ہی اس نے اسے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا اور دوسرے سارا سارا اپنے کمرہ بند ہونے کا گہرا دکھ لگا تھا اس لیے طغرل کو اس نے کرارا سا جواب دیا تھا۔

"میں تمہاری کسی بھی اسٹوپڈ بات کو مائنڈ نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں تمہاری اپر اسٹوری آلویز کلین رہتی ہے۔" کہتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا اور زبردستی باہر لے جانے لگا مگر پری کی تمام مزاحمت بے کار رہی تھی۔

"چھوڑیں مجھے طغرل بھائی!" وہ غصے سے چیخی تھی۔

"لان میں سب بارش انجوائے کر رہے ہیں اور تم بلاوجہ غم کی تصویر بنی کمرے میں قید ہو۔" وہ مزے سے کہتا ہوا اسے لان کی طرف لے کر جا رہا تھا۔

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ پر اپنی مرضی مسلط کرنے والے؟" اس کی گرفت میں خود کو بے دست و پا محسوس کر کے وہ جھنجلائی۔

"تمہارا خیر خواہ! کبھی بارش میں تنہا ہو گی تو معلوم ہو گا تم کو میں کون ہوں؟" ہوا کا تیز جھونکا تیز پھوار کے کئی قطرے اس کے چہرے پر اچھال گیا اور وہ چونک کر سوچوں سے حال میں آئی تھی۔

"اوہ! یہ کیا ہوا آج طغرل بھائی کی یاد کس طرح میرے دل میں جاگی کیوں یاد آئے وہ اور میں اس وقت کیوں خود کو تنہا اور اداس محسوس کر رہی ہوں ؟" وہ حیران تھی طغرل کی یاد کیوں آئی تھی؟ چند لمحے وہ خود سے پوچھتی رہی مگر جواب ندارد اس نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا مگ آگے بڑھ کر ٹیبل پر رکھ جو ہوا سے ٹھنڈا ہو چکا تھا ذہن پر عجیب سی کسلمندی طاری ہوئی تھی۔ اس کیفیت کو وہ سمجھ ہی نہ سکی تھی۔ معاً دروازہ ناک کر کے ملازمہ اندر آئی جس کے ہاتھ میں موبائل تھا۔

"آپ کی کال آ رہی ہے۔" اس نے موبائل پری کی طرف بڑھایا جو وہ نانو سے باتوں کے دوران ان کے روم میں بھول آئی تھی۔

"شکریہ۔" پری نے موبائل لیتے ہوئے کہا۔ اسکرین پر نمبر دیکھ کر وہ بے ساختہ بڑبڑائی تھی۔

"نام لیا اور شیطان حاضر۔" اس نے کال ریسیو کی اور دوسری طرف سے اس کے سلام کے جواب میں پوچھا گیا۔

"پارس! کہاں ہو تم؟" لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"نانو کے ساتھ ہوں۔"

"کیا مقصد ہے اس کا نانو کے ساتھ ہوں؟" اس کے سنجیدہ لہجے میں خفگی بھی شامل ہو گئی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا طغرل بھائی! میں نانو کے گھر آئی ہوں۔"

"ویری ویک اینڈ سے میں سن رہا ہوں تم کس کی اجازت سے یہاں آئی ہو؟ آ کر یہاں بیٹھ گئی ہو۔"

"دادی جان کی اجازت سے یہاں آئی ہوں میں۔"

"تم کو دادی کا خیال نہیں ہے وہ اکیلی محسوس کر رہی ہوں گی ان کی طبیعت بھی [illegible] نہیں رہتی ہے تم [illegible]

[illegible] بھی تم [illegible] طرح [illegible] اختتام [illegible] رعب [illegible] تھا۔

[illegible]

گی۔" پری بھی غصے سے گویا ہوئی تھی۔

[illegible]

جگہ ان کو دی جائے۔" اس کے لہجے میں کچھ نرمی در آئی تھی جب کہ پری بے اعتنائی سے بولی۔

"یہ دادی کی مرضی ہے اور میں ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتی اور نہ ہی یہ پسند کرتی ہوں کہ کوئی میری زندگی میں خوامخواہ دخل اندازی کرنے کی کوشش کرے۔"

"ریئلی! تم خود کسی کی زندگی میں دخل اندازی کرو اور کسی کی لائف کو اتنا بے رنگ کر دو کہ زندگی پھر زندگی نہ لگے۔" اس کا بھاری لہجہ ایک آنچ سی دینے لگا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ سمجھ نہیں آ رہی ہے مجھے۔" طغرل کا مدھم لہجہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا تھا پہلی بار اس کے دل کی دھڑکنیں عجیب انداز میں بے ترتیب ہوئیں اور لہجہ لرزاں ہوا تھا وہ بے اختیار بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"آئی مس یو پارس! مجھے یہاں کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا ہے کیا تم کو میری یاد آ رہی ہے؟" اس کے بوجھل انداز میں ایک میٹھا میٹھا درد تھا کچھ شوخی بھی۔

"مجھے آواز نہیں آ رہی ہے آپ کی۔" وہ انجانے حساسات کا شکار ہوئی۔ اس کو جذباتی دیکھ کر پری نے جھوٹ بولا۔

"اوہ! آواز نہیں آ رہی یا تم سننا نہیں چاہتی؟ خیر یہ باتیں جد از جلد سننا شروع کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے بلکہ میرے لیے تو بے حد اچھا ہے اب تم فوراً یہاں سے دادو کے پاس جانے کی تیار کرو دادو کے ٹیک کیئر۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں ایک دم ہی شوخی در آئی تھی۔ پری نے موبائل بیڈ پر رکھا اور پھر کتنی دیر تک گم صم انداز میں وہ دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنتی رہی تھی۔

"اوہ! آج یہ دل کی دھڑکنیں اتنی بے ترتیب کیوں ہو رہی ہیں؟ کیا ہوا ہے یہ اپنے آپ پر چھائی اداسی کا تنہائی کا دکھ مجھے کیوں طغرل بھائی کے لہجے میں محسوس ہوا ہے؟"

❁ ☆ ❁

"ارے آپ؟" عادلہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ارے آپ اس قدر حیران کیوں ہو رہی ہیں؟" شہریار عادلہ کو از حد حیران دیکھ کر شوخی سے گویا ہوا تھا۔

"وہ سوری! آئیے آئیے پلیز۔" عادلہ کہتی ہوئی لیونگ روم کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول کر اسے اندر آنے کا کہا۔

"[illegible] میں یہاں دادی جان سے ملنے آیا ہوں ملاقات ہو سکتی ہے ان سے؟ میرا مطلب ہے وہ گھر پر موجود ہیں؟" [illegible] نہیں تھا [illegible] اس نے مدعا بیان کیا۔

"جی میں نے یہ کب کہا کہ آپ مجھ سے ملنے آئے ہیں آپ تشریف تو رکھیں دادی سے بھی آپ کی ملاقات ہو جائے [illegible] مسکرائے [illegible] کہا تو وہ بھی مسکراتے ہوئے بیٹھ کر گویا ہوا۔

"شاید آپ مائنڈ کر گئی ہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔"

"خیر چھوڑیں میرے مائنڈ کرنے نہ کرنے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے یہ بتائیں کیا لیں گے آپ؟" عادلہ کے [illegible] در آئی تھی جس کا شہری پر کوئی [illegible] مسکراتے ہوئے بولا۔

[illegible] میں بھی وہی پیوں گا [illegible] کیا مصروف ہیں؟ کل تو ڈیڈ کے ساتھ آفس میں تھیں۔"

"[illegible] کے ساتھ آئی [illegible] گئی ہیں اگر آپ انفارم کر دیتے آنے کا تو ممی بالکل نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] سے بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔" اس نے پُر اعتماد انداز میں آئندہ کا لائحہ عمل بھی

بتادیا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" عادلہ جبراً مسکرائی تھی۔ اس کے اندر حسد و نفرت کی سرد آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی اس کی آمد کی وجہ دادی جان کی ذات ہرگز نہیں ہے وہ پری کی طلب میں یہاں کھنچا چلا آ رہا ہے۔

"دادی جان مصروف ہیں کیا اس وقت؟"

"بہت بے قرار ہو رہے ہیں دادی جان سے ملنے کے لیے؟ بہت محبت ہوگئی ہے جان سے آپ کو۔" وہ ذو معنی لہجے میں بولی۔

"ہوں کچھ ایسا ہی معاملہ ہے محبت ہوگئی ہے مجھے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی آنکھوں میں پری کا عکس تھا۔

"کس سے......؟"

"بتایا تو ہے ابھی دادی جان سے۔" وہ پکڑ میں آنے والا نہ تھا۔

"دراصل عصر سے مغرب تک دادی جان عبادت کرتی ہیں اس دوران وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتی۔ اب وہ مغرب کی نماز سے فارغ ہونے والی ہیں میں آپ کو ان کے روم میں لے جاؤں گی تب تک آپ کولڈ ڈرنک پئیں۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل آئی تھی تاکہ ملازمہ سے کہہ کر کولڈ ڈرنک منگوائے اور اس کے جاتے ہی شیری پری سے کچھ دیر قبل ہونے والی ملاقات کے تصور میں گم ہوگیا۔

❁ ☆ ❁

"آپی! کیا معیار بن گیا ہے اس دور میں ہم لوگوں کا؟ مضبوط بینک بیلنس، کوٹھی بنگلے اور اچھا کاروبار دیکھتے ہیں اپنی بیٹیوں کے لیے، عمدہ اخلاق، اعلیٰ خاندان اور اچھے کردار ہولڑکے کا یہ ہماری خصوصیات میں سے خارج ہوگیا ہے۔" صباحت کی چھوٹی بہن زینب نے ان کی خواہشات سننے کے بعد افسوس بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"تم بھی زینب! بہت ہی عجیب باتیں کرتی ہو خوش رہنے کے لیے سب سے زیادہ اہم ہے روپیہ! اب تم خود کو ہی دیکھ لو نا تمہارے پاس دولت ہے یہ بڑا بنگلہ ہے، سراج کا اپنا بزنس ہے نوکروں کی فوج ہے جو چاہتی ہو وہ ملتا ہے تمہیں۔" صباحت جیسی مادیت پسند عورت کو چھوٹی بہن کے خیالات اور سوچ سے اختلاف ہوا وہ تڑخ کر بولیں۔

"پاپا اور مما کا فیصلہ غلط تھا؟ کیا سراج کے علاوہ کوئی اور تم کو اس قدر پُرآسائش زندگی دے سکتا تھا؟ زینب! میری بھی یہی خواہش ہے میری بیٹیاں بھی اس طرح عیش بھری زندگی گزاریں، اپنے وقت کو بے فکری سے گزاریں، جس طرح تم گزارتی ہو؟"

"جس طرح میں گزارتی ہوں [illegible]؟" ایک دکھ بھری مسکراہٹ سے اس نے صباحت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی ہے آپی۔"

"یہ تو نگاہ نگاہ کی بات ہے سونا اور چمک پرکھنا خوب آتا ہے مجھ کو اب دیکھو کس طرح تمہارے بھائی صاحب کو [illegible] [illegible] چاہتے ہوئے بھی فاخر کو عائزہ سے منسوب کر بیٹھی ہیں۔"

"فاخر ماشاءاللہ بے حد خوش اور [illegible] عائزہ کو بے حد خوش رکھے گا۔" [illegible] بے حد محبت [illegible]

"اے شیری بھی بے حد مہذب اور پیار کرنے والا لڑکا ہے بلکہ فاخر سے زیادہ دولت مند ہے وہ [illegible] عادلہ کے بھی نصیب کھلنے والے ہیں۔"

[illegible]

[illegible]

"آپ [illegible]؟"

"وہ میری سوتن کی بیٹی ہے۔"

"وہ فیاض بھائی کی بھی تو بیٹی ہے۔"

"یہی بات مجھے آج تک برداشت نہیں ہوتی اس لڑکی کو دیکھ کر مجھے یاد آتا ہے فیاض کا تعلق ایک دوسری عورت سے بھی رہا ہے میری تقدیر میں اس بدذات مثنیٰ کی اترن لکھی تھی۔"

"اُفوہ! اس نیگیٹیویٹی سے پیچھا چھڑا لیں آپی! کچھ نہیں رکھا ان باتوں میں پھر فیاض بھائی کا تعلق مثنیٰ سے جائز تھا، ناجائز نہیں۔ نکاح کے بندھن میں بندھے تھے وہ ایک عالم کے سامنے شادی ہوئی تھی ان کی پری کی پیدائش پر کتنی خوشیاں منائی گئی تھیں۔"

"تو پھر بھی! کیسی درد بھری باتیں یاد دلا رہی ہو زینب! کیسے خون کے آنسو روتی تھی میں ان کو خوش دیکھ کر خیر دفع کرو تم تو اجنبی دیس میں رہ کر خود بھی اجنبی بن گئی ہو عائزہ اور عادلہ کو لے کر نہیں آئی تو اچھا ہی ہوا تمہاری باتیں سن کر کیا سوچتیں دونوں؟"

❁ ☆ ❁

عائزہ راحیل کے ساتھ اس کے گھر پر موجود تھی راحیل بگڑے موڈ سے بیٹھا تھا۔ عائزہ اسے منانے کے لیے ہر حربہ استعمال کر کے نڈھال ہوگئی تھی۔

"پلیز راحیل! اب ناراضگی دور بھی کردو میں نے کان پکڑ کر معافی مانگ لی ہے پھر بھی تم مجھے معاف کرنے کو تیار نہیں ہو۔"

"اتنے دنوں بعد آئی ہو تمہیں احساس نہیں تھا میرا؟"

"احساس تھا مجھے سب جانتی تھی میں لیکن کیا کروں بہت مجبور تھی آنے کا چانس ہی نہیں بن رہا تھا۔ جانو! تم یہاں بے قرار ہو رہے تھے تو میں بھی تو تم سے ملے بغیر بن جل کی مچھلی کی مانند تڑپ رہی تھی۔" اس نے لگاوٹ بھرے انداز میں اس کے شانے پر سر ٹکاتے ہوئے کہا۔ راحیل اس کے اس انداز پر مسکرا کر گویا ہوا۔

"ہوں! اگر اسی طرح مناتی رہیں تو میں مان جاؤں گا۔" اس نے عائزہ کو قریب کرتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔

"زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے اپنی حد میں رہو۔" وہ مسکراتی ہوئی اس کی گرفت سے نکلی اور دور ہو کر بیٹھ گئی۔

"یہ ظلم ہے جان! میں تمہاری قربت کے لیے ترس رہا ہوں اور تم میری پروا ہی نہیں کر رہی ہو یہ کیسی محبت ہے۔"

"تم میری مجبوری سمجھنے کی سعی تو کرو راحیل! جو تم چاہتے ہو وہ ابھی ممکن نہیں ہے تمہیں انتظار کرنا پڑے گا اس وقت تک جب تک ہماری شادی نہیں ہو جاتی ہے۔" وہ اٹل انداز میں بولی۔

"ہو جائے گی شادی بھی تم میرا موڈ آف نہ کرو اس دور میں سب چلتا ہے ویسے بھی یہ شادی وادی سب پرانی رسمیں [illegible] وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے یہ سب۔" اس کے انداز میں ذرا بھی شرمندگی نہیں تھی بلکہ وہ [illegible] انداز میں عائزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"پلیز راحیل! میں اپنے باپ کی عزت کو مٹی میں نہیں ملا سکتی تم مجھے مجبور مت کرو میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی۔"

"تم مجھ سے [illegible] جب تم کو باپ کی عزت کا خیال نہیں آتا؟ ایک شام ہے میرے ساتھ گھر سے باہر [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

فضول ضد منوانے کی کوشش کررہی ہو مجھ سے۔"

"یہ ضد نہیں محبت ہے جانم! آج موقع ملا ہے ہمیں محبت کرنے کا پھر کس طرح میں اس کو ضائع کردوں؟ میں تمہارے پیار میں مر رہا ہوں' تڑپ رہا ہوں اور تم ہو کہ میری محبت کا مذاق بنا رہی ہو۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا اور اسے قریب کرنے لگا تھا۔ عائزہ نے گھبرا کر اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکا اور کھڑی ہوگئی تھی' اس کے چہرے پر خوف سرایت کرچکا تھا۔

"ہوش میں تو ہو تم راحیل! تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟"

راحیل کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا۔ "بہت تمہارے ساتھ میں نے رعایت کی ہے' بہت بچایا ہے میں نے تمہیں خود سے مگر اب نہیں بچ سکو گی' میں اس پارسائی کے کھیل سے تنگ آ گیا ہوں' بہتر اب یہی ہے تم بھی سیدھی طرح میری بات مان لو۔" عائزہ کے لیے وہ آج ایک بالکل اجنبی اور برا شخص تھا' یہ وہ تو نہیں تھا جس نے اس کے ساتھ ہر دم ساتھ نبھانے کے وعدہ کیے تھے' زندگی بھر وفا نبھانے کی قسمیں کھائی تھیں۔ یہ سامنے کھڑا شخص جس کی آنکھوں میں ہوس تھی' جس کے چہرے پر گندگی تھی' جس کے مکروہ ارادوں نے اس کو عفریت بنادیا تھا۔

"تم... تم مجھے ایسی گری ہوئی لڑکی سمجھتے ہو؟" کمرا چھوٹا اور نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا' عائزہ کو کوئی جائے فرار دکھائی نہ دے رہی تھی اور وہ بہت اطمینان سے اس کے نزدیک آ رہا تھا۔

"تم خود کو نیک پروین سمجھنا چھوڑ دو عائزہ بیگم! جو لڑکی گھر سے بھاگ سکتی ہے' تنہا اپنے بوائے فرینڈ سے ملنے آ سکتی ہے تو وہ لڑکی عزت دار کس طرح ہوئی؟ کس طرح گواہی دو گی تم اپنی پاکیزگی کی' ہوں بتاؤ؟ کس طرح یقین کرلوں کہ میرے علاوہ تم کسی اور سے ملتی نہیں رہی ہو؟" اس نے ہنستے ہوئے خباثت بھرے لہجے میں کہا۔

یہ لہجہ... یہ انداز... عائزہ کے چودہ طبق روشن ہورہے تھے' یہ مرد اس کا آئیڈیل مرد تھا' جس کے پیچھے وہ آنکھیں بند کرکے بھاگتی رہی تھی' ممی' عادلہ اور طغرل ہر ایک نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی اور ممی نے اس کی ماں کی تمام ہسٹری بتادی تھی اور وہ خود بھی راحیل کے کوائف سے واقف تھی' چوری' ڈکیتی' شراب وشباب ہر برائی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ سوچتی تھی شادی کے بعد وہ راحیل کو بدل دے گی' وہ اس کی محبت میں سب برائیاں چھوڑ کر ایک اچھا انسان بن جائے گا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو راحیل! میری زندگی میں تمہارے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے' میں نے صرف تم سے ہی محبت کی ہے۔"

"میں بھی تو محبت کی ہی بات کررہا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے لہجہ چینج کیا اور ساتھ جست لگا کر عائزہ کو گرفت میں لیا تھا' عائزہ چیختی ہوئی اس کی گرفت سے نکلنے کی سعی کررہی تھی کہ اچانک راحیل کے سر پر ایک قیامت ٹوٹی تھی۔

❁ ☆ ❁
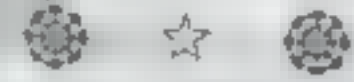
شیری اماں جان [illegible] انداز میں [illegible] کے انداز میں اتنی محبت بھری [illegible] تھی [illegible]

[illegible] میں جو [illegible] طرف سے [illegible] وہ [illegible] محبت سے [illegible]

کررہی تھیں [illegible] ملازمہ [illegible] ساتھ [illegible] خاطر و مدارات کی تھی اور عادلہ سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] پوچھا۔

"دادی جان! [illegible] چاہتا ہوں [illegible] نے [illegible] مجھے [illegible]

ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے اور میں ابھی فیصلہ نہیں کرپارہا ہوں۔" بہت شائستگی سے اس نے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک تو کہہ رہے ہیں تمہارے ڈیڈ! تمہیں اپنے والد کا کاروبار ہی سنبھالنا چاہیے بیٹا! ویسے بھی لوہار کا بیٹا لوہار اور سنار کا بیٹا سنار ہی بنتا ہے پھر تم اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے ہو' تم کو ان کا اور بہنوں کا بے حد خیال رکھنا چاہیے۔" دادی نے نفاست سے پان کا ایک ٹکڑا لے کر کتھا' چونا لگایا' چھالیہ اور سونف ڈال کر دونوں طرف سے موڑ کر منہ میں رکھا تھا پھر پان کھاتے ہوئے وہ اپنے پاندان کو درست کرنے لگی تھیں ساتھ ہی وہ اس کو سمجھاتی بھی جارہی تھیں جب کہ شیری بڑی دلچسپی سے ان کی تمام کارروائی دیکھنے کے بعد گویا ہوا۔

"جی... جی بہتر دادی جان! آپ کہتی ہیں تو میں ڈیڈ کے ساتھ ہی آفس جانے لگتا ہوں' آپ کی بات تو میں ٹال ہی نہیں سکتا ہوں۔"

"جیتے رہو' خوش رہو' اللہ تمہیں کامیاب کرے ہر امتحان میں۔"

"دادی جان! یہ آپ نے کیا کھایا ہے ابھی؟"

"پان ہے بیٹا یہ۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے بتایا' اسی اثناء میں عادلہ بھی دادی کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی تھی' شیری کرسی پر بیٹھا تھا۔

"کیا آپ مجھے یہ کھلانا پسند کریں گی؟"

"ارے تم کھاؤ گے پان! ابھی دیتی ہوں۔"

"آپ کھائیں گی تو میں بھی کھا سکتا ہوں دادی جان! میں جانتا ہوں یہ پان کوئی اسپیشل چیز ہے جو آپ کھا رہی ہیں' میرے خیال میں یہ اسپیشل نہ بھی ہو تو آپ کے کھانے سے اسپیشل بن جاتا ہے۔"

"دادی کی عادت ہے پان کھانے کی ورنہ پان میں کوئی اسپیشلیٹی نہیں ہے۔ ہم نے بہت چاہا دادی پان کھانا چھوڑ دیں' مگر دادی کھانا چھوڑنے کو تیار ہیں پان نہیں۔" عادلہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے چھوڑو بھی' بندر کیا جانے ادرک کا مزا۔ عادلہ! یہ تو بادشاہوں کے شوق ہیں ہر کوئی تھوڑی کرسکتا ہے' اس شوق کو پورا پھر تمہیں کیا پتا ہے میرا شوق' یہ تو ہمارا خاندانی ورثہ ہے۔ چائے اور پان ہمارے گھرانے کی تو یہ پہچان ہیں۔"

"بالکل درست کہہ رہی ہیں دادی جان آپ۔" شیری نے کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"دادی جان! آپ کو ڈاکٹر نے پان کھانے سے منع کیا تھا' اس لیے پاپا چاہتے ہیں آپ پان نہ کھایا کریں صرف یہ [illegible]" شیری کی سعادت مندی نے عادلہ کو پریشان کردیا تھا۔

"[illegible] ہر اچھی چیز کو منع کرتے ہیں اور خود کیا کرتے ہیں؟ ہزار تالیں... وہ لوگ جو زمین پر رہتے ہوئے بھی فرشتے کہلائے جاتے ہیں' آج اپنی خواہشوں کے پیچھے مسیحائی بھول کر انسانیت کو موت کا کفن پہنا رہے ہیں' عرش سے پستیوں میں [illegible] ہیں۔"

یہاں تو ہر طرف ہی ایسی افراتفری' بے حسی [illegible] لوگ خود غرض ہوگئے ہیں [illegible] دولت [illegible] شیری نے کہا تھا ان کے انداز میں [illegible] ابھرنے لگی وہ [illegible] یہاں [illegible] وہ [illegible] دے رہا تھا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] آپ [illegible] میں [illegible]

بھی گھٹنوں کے درد کے باعث کمرے تک محدود تھیں ملازمہ کچن میں مصروف تھی آج کوئی بھی تو گھر میں موجود نہیں تھا اور اس نے راستہ صاف دیکھ کر دل کی بات کہنا مناسب سمجھا جواباً شیری نے ڈرائیونگ ڈور کھولتے ہوئے اس کی طرف مڑ کر دیکھا پرپل سوٹ میں ملبوس سیاہ زلفوں کو بکھیرے لائٹ میک اپ میں وہ ایک خوب صورت لڑکی تھی۔ اس کی خوب صورتی ایسی تو نہ تھی جو نظر انداز کی جاسکے پھر وہ جن نظروں سے شیری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہی تھی۔

"آپ چاہتی ہیں میں آؤں؟" اس نے جھک کر سرگوشیانہ لہجے میں استفسار کیا۔

"ہاں بالکل! میں انتظار کروں گی۔" عادلہ نے بھی مسکرا کر اسی انداز میں سرگوشی کی تھی۔

"پھر تو آپ سے فرینڈشپ کرنی پڑے گی' کیا آپ کریں گی؟"

"ہاں کیوں نہیں شیری! اس نے شیری کا بڑھا ہوا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے شیری کی آنکھوں میں پُراسراریت چمک اٹھی۔

❁......☆......❁
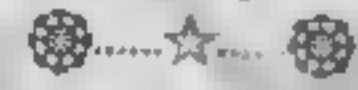
ضروری نہیں ہے
جو ساحل کی گیلی خنک ریت پر
ہاتھ میں ہاتھ دے کر
سفر اور تلاطم کے قصے سنائے
اور آنکھوں سے اوجھل کناروں پہ بکھرے
ہوئے منظروں ذائقوں اور رنگوں کی باتیں کرے
وہ ان واردا توں سے گزرا بھی ہو
گر کہے آؤ ہم ان پریشاں موجوں کا پیچھا کریں
جو تیرے اور میرے پاؤں کو چھوتی ہیں
تلاطم کی بے نام منزل سے گزریں
یہ دیکھیں ہوائیں کسے ڈھونڈتی ہیں
تو چلنے سے پہلے سوچ لینا
ضروری نہیں ہے جو اَن دیکھے رستوں کی خبریں سنائیں
وہ ان راستوں کا شناسا ہو
کہیں یہ نہ ہو جو سمندر میں تم
اس کو ڈھونڈو تو وہ
ساحلوں پہ کھڑا مسکراتا رہے

"رخ! تم مجھے بار بار یہ مت کہو میں نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔"

[illegible] حارث صاحب [illegible] پہنچ [illegible] تھی وہ [illegible] درمیان [illegible] چکی تھی [illegible] کے یہاں آنے سے قبل وہ ایک ریشمی رومال سے ماہ رخ کے ہاتھ باندھ چکی تھی۔

"[illegible] سمجھ [illegible] تمہیں [illegible]
میں [illegible] تم [illegible] جاؤں [illegible] فریب [illegible]

تھیں اور کالج میں بتاتی تھیں تمہارے ڈیڈی بہت بڑے بزنس مین ہیں۔" وہ گردن جھکائے سن رہی تھی آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے وہ خود کو میدان حشر میں کھڑا محسوس کررہی تھی۔ وہ برہنہ کھڑی ندامت وخوف کے پسینے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کا اعمال نامہ سنایا جارہا تھا اور وہ پسینے میں ڈوبتی جارہی تھی۔

"تم سے دوسری ملاقات کے بعد ہی میں جان گیا تھا کہ تم وہ نہیں ہو جو بن کر آتی ہو اور میرا یہ تجسس مجھے بہت جلد تمہاری اصلیت کی جانب لے گیا تھا اور ایک دن تمہارا پیچھا کرتا ہوا میں علاقے میں پہنچ گیا تھا اور تمہیں ایک قدیم طرز کے تعمیر شدہ گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر مجھے پہلے یقین ہی نہیں آیا تھا اور میں نے جب وہاں کے لوگوں سے معلومات لیں تو میرا شک سچ ثابت ہوچکا تھا۔ تم ایک غریب لڑکی تھیں جو گھر سے کالج کے لیے نکلتی تو ایک بڑی سی شال میں لپٹی ہوئی تھیں جو کالج تک پہنچتے پہنچتے غائب ہوجاتی اور کالج میں داخل ہونے والی لڑکی پردے دار کسی سبزی فروش کی بیٹی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایک جھوٹے کریکٹر کی دولت مند ماڈرن لڑکی بن جاتی تھی۔" ایک کے بعد ایک گناہ افشا ہورہا تھا۔

آگ کے طوق تھے جو اس کے گلے میں پہنائے جارہے تھے جس سے گردن تھوڑی سی جاتی تھی شعلوں سے بھڑکتی بیڑیاں اس کے وجود کو جکڑتی جارہی تھیں' تکلیف ودرد کا احساس تھا۔ ذلت ورسوائی کا احساس تھا۔ جھوٹ کی لذت شدید اذیت بن کر وجود میں سرائیت کررہی تھی' منوں ٹنوں بوجھ اس کی گردن پر آن پڑا تھا کہ وہ جنبش بھی نہیں کرپارہی تھی۔

"جو ہوا سو ہوا ماہ رخ! خوابوں کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔ تم جس طرح کی شاہانہ زندگی گزارنے کی خواہش مند تھیں' وہ زندگی تمہاری منتظر ہے پھر تم کیوں بھاگ رہی ہو؟" اس کو ماضی کا آئینہ بھرپور طریقے سے دکھانے کے بعد ساحر نرم لہجے میں گویا ہوا تھا لیکن ماہ رخ اسی طرح خاموشی سے گردن جھکائے آنسو بہاتی رہی تھی دوبارہ اس سے بات نہیں کی تھی۔

"تم خوش قسمت ہو ماہ رخ! جو سمجھانے کے لیے حارث صاحب نے مجھے یہاں بلوایا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تم کو پسند کرنے لگے ہیں ورنہ عورتوں کے معاملے میں وہ بہت بے رحم وسفاک ہیں۔ ذرا رعایت دینے کے عادی نہیں ہیں عورت کو۔" ملازمہ صابرہ ٹکر ٹکر ان دونوں کو دیکھے جارہی تھی ان کے درمیان ہونے والی گفتگو میں استعمال ہونے والی زبان سے وہ نابلد تھی مگر اپنی زنانہ فطری تجسس سے مجبور وہ سمجھنے کی سعی میں مگن تھی۔

"ماہ رخ... ماہ رخ! میری باتیں سمجھنے کی کوشش کرو تم۔"

"مرنے دو مجھے' میں تمہاری کوئی بات سمجھنا نہیں چاہتی' دفع ہوجاؤ یہاں سے' میں تمہاری صورت تک دیکھنا نہیں چاہتی ہوں۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا نفرت سے غرائی تھی۔

"جانتا ہوں... میں لیکن تم بھی بتا دو یہ پارسائی کا ناٹک بند کرو اور حارث صاحب جو چاہتے ہیں وہ کرو یہی بہتر ہے۔"

"میں خواہشوں کے پھول توڑنے کی خاطر اپنے آپ کانٹوں سے الجھ بیٹھی ہوں اور اب تا مرگ مجھے ان ہی کانٹوں [illegible] ہوناہے' جو میں نے کیا اسے تو شاید اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ کریں گے پھر بھی میں مرتے دم تک [illegible] کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کروں گی۔" [illegible] آنسو صاف کرتے ہوئے [illegible] کے [illegible] لہجے میں بولی۔

"[illegible] میری زندگی [illegible]

❁ ❁

[illegible] جارہی ہوں۔" وہ [illegible] نفرت [illegible] بولی۔

"اتنے عرصے بعد آئی ہو ٹھہر جاؤ' ابھی چند دن اور بیٹا!"

"دادی کی طبیعت بہتر نہیں ہے' گھٹنوں کے درد نے بہت بے چین کیا ہوا ہے' ان کو اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہو رہی ہے۔"

"جوڑوں کے درد کی وہ پرانی مریضہ ہیں اور اسپیشلی ونٹر میں تو بے حد تکلیف دیتی ہے یہ بیماری' اچھا ہے ان کے لیے جو آپ اتنا ان کا خیال رکھتی ہیں۔" مثنیٰ نے پری کو ستائشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"دادی بھی میرا بے حد خیال کرتی ہیں مما! وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ میری حمایت میں عامرہ پھپھو اور آصفہ پھپھو کو بھی بے بھاؤ کی سناتی ہیں اور وہ دادی سے اسی بات پر ناراض ہوتی ہیں۔" وہ مسکرا کر بتاتی ہوئی اپنے روم کی طرف جاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"میں اپنا سامان پیک کرتی ہوں نانو! آپ شوفر کو کہیں مجھے ڈراپ کر آئے رات سے پہلے میں گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے پری! میں شوفر سے کہتی ہوں۔" وہ ڈائننگ روم سے چلی گئیں ملازمہ نے ٹیبل سے برتن اٹھانا شروع کیے تو مثنیٰ جو کرسی پر بیٹھی سوچوں میں گم تھیں وہاں سے پری کے پاس چلی آئیں پری نے بیگ میں کپڑے اور دیگر سامان رکھتے ہوئے ایک نگاہ ان کی طرف دیکھا تھا وہ اس کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہوا مما! آپ میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں؟"

"آپ مجھ سے ابھی بھی خفا ہیں پری؟" زپ بند کرتے ہوئے اس کے ہاتھ رک گئے' مثنیٰ کے لہجے میں ایک گہرا درد تھا۔ وہ درد جو اس کے وجود کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا جہاں چہرے کے نقوش میں یاسیت تھی' دکھ کی ایک ایسی کسک جو سنجیدگی بن کر ان کے وجود پر چھا گئی تھی۔

پچھتاوے کی ایک ایسی آنچ جو نمی بن کر اکثر ان کی آنکھوں میں رہتی تھی اور یہی یاسیت' ایسی ہی کسک' ایسی ہی آنچ دیتی ہوئی نمی اس نے اپنے پاپا کے چہرے پر اور ان کی آنکھوں میں دیکھی تھی اور جس کا حصہ وہ بھی تھی' ان کے درد میں بڑا حصہ اس کا بھی تھا۔

"پری' میری جان... میری روح!" مثنیٰ نے آگے بڑھ کر اس کے ساکت وجود کو سینے سے لگا لیا پہلی بار ان کی ممتا کا یہ پُرجوش اظہار تھا اس سے قبل وہ چاہنے کے باوجود بھی اسے سینے سے لگانے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہی تھیں ان کے درمیان جو خاموش تکلف بھری بے گانگی تھی وہ آج ان کے اشکوں میں بہہ گئی دونوں ہی اپنے جذبات سنبھال نہ سکی تھیں۔

"میں آپ کو چھوڑنا چاہتی تھی اور نہ فیاض کو میں نے ہر ممکن سعی کی تھی تعلقات کو نبھانے' اپنے آشیانے کو بچانے کی لیکن کچھ بھی نہ بچ سکا سب ٹوٹ کر اس طرح بکھرا کہ جڑ نہ سکا۔" ان کے لہجے میں حسرتوں کے جلنے ہوئے جذبوں [illegible] دھواں تھا۔

"مما! کیا صرف یہی ریزن تھا آپ کا اور پاپا کی طلاق کا یا کوئی اور بھی وجہ تھی؟" وہ آہستگی سے استفسار کر بیٹھی تھی۔

"یہی ریزن تھا بیٹا! وہاں فیاض کی ماں' بہنوں کی میں ناپسندیدہ تھی تو یہاں بھی [illegible] آنٹی (صفدر کی ماں) فیاض سے خلاف [illegible] تیار کر کے بیٹھی ہوئی تھیں وہاں فیاض کی ماں بھی بہن کی بیٹی صباحت کو بہ صورت فیاض کی بہو بنانا چاہتی تھیں [illegible] طرف [illegible] آنٹی یہ قسم کھا کر بیٹھی تھیں کہ فیاض کی جگہ میری زندگی میں صفدر کو لا کر رہیں گی پھر بھی [illegible] [illegible]

رکھنے والے ہماری محبت کی بنیاد بھی ایسی زہر آلود باتوں سے کمزور پڑنے لگی۔"

"یہ کیسی محبت تھی مما! آپ نے اور پاپا نے دنیا سے ٹکر لے کر شادی کی اور پھر اتنی جلد لوگوں کی باتوں میں آ کر جدا بھی ہو گئے۔ کیا محبت ایک دوسرے پر اعتبار نہ کرنے کا نام ہے؟ کیا محبت اس کو کہتے ہیں؟" پری کے لہجے میں عجیب حیرانی تھی۔

"آپ نہیں سمجھو گی میری جان! اس جذبے کو ابھی۔" وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرائیں اور شوخ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"جب محبت ہو گی کسی سے پھر معلوم ہو گا آپ کو محبت کس قدر بہادر بناتی ہے اور کس قدر کمزور بھی' یہ اعتبار بھی بخشتی ہے اور بے اعتباری بھی' یہ راحت بھی دیتی ہے اور تکلیف بھی۔"

"میں محبت نہیں کروں گی مما!" وہ بے حد سنجیدگی سے بولی۔

"کیوں؟ محبت کے بغیر زندگی ادھوری ہوتی ہے پری۔"

"محبت کر کے بھی جب زندگی ادھوری ہی رہے تو مما۔" چند ساعتیں تو وہ کچھ کہہ ہی نہ سکیں کہ وہ سیدھے ان کی زندگی پر چلی بیان کر رہی تھیں' کچھ توقف کے بعد گویا ہوئیں۔

"میری بہت ساری دعائیں ہیں آپ کے ساتھ بیٹا! آپ کی زندگی کبھی ادھوری نہیں ہو گی' آپ کی زندگی میں خوشیوں کے گلاب ہمیشہ مہکیں گے' روشنیاں ساتھ رہیں گی آپ کے اور پھر مجھے توقع ہے فیاض کبھی بھی آپ کے لیے غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔"

"مجھے شادی نہیں کرنی ممی!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"شادی نہیں کرنی ہے... مگر کیوں؟" وہ متعجب ہوئیں۔

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ شادی کی جائے' بہت سے لوگ ہوتے ہیں دنیا میں جو اپنی زندگی آزادی سے جیتے ہیں اور میں بھی اپنی زندگی دادی جان کی خدمت کرتے ہوئے گزارنا چاہتی ہوں۔"

☆......
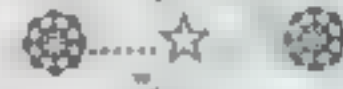
ایک دو تین تواتر سے لوہے کی سرخ راحیل کے سر پر پڑی تھی وہ عائزہ کو چھوڑ کر درد سے کراہتا ہوا پہلے گھٹنوں کے بل بیٹھا پھر سر پر پڑنے والی پے در پے ضربوں سے چکرا کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر گرتا چلا گیا تھا' تیزی سے نکلنے والے خون نے اس کے چہرے اور آسمانی رنگ کی شرٹ کو سرخ کر ڈالا تھا وہ فرش پر گرا ہوا درد سے تڑپ رہا تھا۔ عائزہ پہلے ہی [illegible] سے شاکڈ تھی مستزاد اس ملنے والی امداد نے بھی پر ہڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔ اس کی نگاہیں ہاتھ میں سرخ [illegible] کھڑی ایک بے حد دبلی پتلی عمر رسیدہ خاتون پر تھیں جو خون میں لت پت راحیل کو تڑپتے ہوئے دہشت و دیوانگی [illegible] نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

[illegible]

"[illegible] اماں!" وہ بھیگی آنکھوں سے اس طرف دیکھتے ہوئے [illegible]

"اماں!" وہ اسے گھورتے ہوئے تعجب [illegible] ان کی نگاہ راحیل پر تھی اور درد سے ان کو کوئی [illegible]

کونے میں دیوار سے لگی عائزہ کو بھی وہ نہیں دیکھ رہی تھیں اور عائزہ نے اپنے حواس درست کرتے ہوئے اپنے کانپتے وجود کو آہستہ آہستہ باہر کی سمت دھکیلنا شروع کیا تھا۔

"میں تیری ماں نہیں ہوں، میں تیری ماں ہوتی تو تُو مجھے رسیوں سے باندھ کر رکھتا؟ تُو مجھے روٹی سے، پانی سے ترساتا، تُو مجھے مارتا؟ جانوروں جیسا سلوک کرتا میرے ساتھ... بول... جواب دے؟" وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھیں جب کہ راحیل کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ فرش پر خون پھیلتا جارہا تھا وہ عورت ہذیانی انداز میں بولے جارہی تھیں۔ عائزہ نے اپنا پرس اٹھایا اور دبے قدموں وہاں سے نکل آئی۔

❀ ☆ ❀

"عادلہ... عادلہ! اری او عادلہ... کہاں بیٹھ گئی ہو جا کر؟" خاصی دیر تک وہ پلٹ کر نہ آئی تو دادی آوازیں دینے لگیں۔

"اوہو! ہر وقت دادی کی خدمت میں حاضر ہی رہو بس۔" عادلہ شیری کی مدھ بھری باتوں میں گم لاؤنج میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ معاً ان کی کراری آوازوں نے اسے بڑبڑانے پر مجبور کردیا۔

"جی دادی!" وہ ان کے کمرے میں آکر بولی۔

"تم تو شہریار کو گیٹ تک چھوڑنے گئی تھیں، گھنٹہ بھر ہوگیا پلٹ کر ہی نہیں آئی۔"

"وہ تو کب کے چلے گئے میں تو لاؤنج میں بیٹھی تھی۔"

"لڑکیوں کا خوامخواہ ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھنا کوئی اچھی بات نہیں ہے، پری کو دیکھتی ہو کبھی اس طرح فارغ بیٹھے ہوئے؟ کسی نہ کسی کام میں لگی رہتی ہے ملازمہ کی موجودگی میں بھی۔" پری کے نام پر ان کے منہ میں شہد سا گھل گیا تھا۔

"مجھے کیا کرنا ہے یہ بتایئے دادی جان؟" وہ جل کر بولی۔

"بیڈ شیٹ بدل دو، پان لگاتے ہوئے کتھا گر گیا ہے۔"

"جی! ابھی بدلتی ہوں۔" وہ منہ بناتی ہوئی دیوار گیر الماری کی طرف بڑھی تھی، جہاں ایک حصے میں پری نے ترتیب سے تہہ در تہہ بیڈ شیٹ رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک بیڈ شیٹ اٹھائی تو ایک طرف رکھی کچھ فائلز کے نیچے اس کو ایک لفافہ دبا ہوا نظر آیا تھا۔

"دادی! کون سی بیڈ شیٹ نکالوں؟" اس نے محتاط ہوتے ان کی جانب دیکھتے ہوئے سرعت سے وہ لفافہ نکال کر اپنے سوئیٹر کی جیب میں ڈالا تھا۔ اماں جو صوفے پر بیٹھیں تسبیح پڑھ رہی تھیں ان کی نگاہ سے اس کی حرکت اوجھل رہی تھی۔

"کوئی سی بھی نکال لے عادلہ!" ان کا لہجہ نرم تھا۔

[illegible]

"واہ! یہ ہوئی نا بات مجھے اس کی ہی تلاش تھی۔" وہ خوشی سے چہکی تھی بیڈ پر پری کی وہ فوٹو گراف بکھری تھیں جو شیری نے [illegible]

[illegible]

"تھوڑا صبر کرو [illegible]"

جدا کر رکھنا چاہتی ہو۔ ہونہہ! میں شیری کو تم سے بچالوں گی خواہ اس کی کوئی بھی قیمت مجھے ادا کرنی پڑے۔" اس نے پری کی تصویروں کو نفرت سے دیکھتے ہوئے دوبارہ سمیٹا اور بیڈ کی سائیڈ دراز میں حفاظت سے رکھ دیں۔

"کہاں ہو بھئی تم؟" وہ کمرے سے باہر آئی تو صباحت لاؤنج سے نکل کر اس طرف ہی آرہی تھیں عادلہ کو دیکھ کر وہ بولیں۔

"کمرے میں تھی ممی! آپ کب آئی ہیں؟"

"ابھی آئی ہوں عائزہ کو بلاؤ۔" وہ خاصی ایکسائیٹڈ تھیں۔

"عائزہ... ! گھر پر نہیں ہے ممی۔" وہ اٹکتے ہوئے گویا ہوئی۔

"گھر پر نہیں ہے؟" وہ رک کر حیرانی سے گویا ہوئیں۔

"کہاں گئی ہے وہ... اور کس کے ساتھ؟"

"راحیل سے ملنے گئی ہے اور وہ بھی تنہا۔" وہ بے پروا انداز میں بولی۔

"راحیل سے ملنے؟ اور تم نے جانے دیا؟ میں نے کتنی سختی سے منع کیا تھا وہ اب راحیل سے نہیں ملے گی پھر بھی تم نے روکا نہیں اس کو۔" غم و غصے سے ان کی آواز بلند ہوکر رہ گئی تھی۔

"روکا تھا... مگر وہ مجھے کوئی اہمیت ہی کہاں دیتی ہے جو میری بات مان کر رک جاتی، میں نے روکنے کی بے حد کوشش کی مگر..." وہ شانے اچکا کر ان کی پیروی میں تیز لہجے میں بولی تھی۔

"آہستہ بات کرو فاخر آیا ہے مجھے ڈراپ کرنے اگر اس نے کچھ سن لیا تو مسئلہ ہوجائے گا۔" ان کو ابھی یاد آیا کہ فاخر ان کے ساتھ آیا ہے۔

"فاخر بھائی آئے ہیں اور آپ اب بتارہی ہیں۔"

"آتے ہی تو تم نے ایسی بات سنائی ہے جس سے دماغ الٹ کر رہ گیا ہے میرا، نامعلوم بیٹیاں ہیں یہ سزائیں ہیں میرے لیے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف گئی تھیں اور عادلہ لاؤنج میں۔

"السلام علیکم، فاخر بھائی کیسے ہیں آپ؟" وہ لاؤنج میں داخل ہوکر بولی۔

"میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ کیسی ہو؟ بہت بزی رہنے لگی ہو گھر آنا ہی بھول بیٹھی ہو تم۔" وہ جواب دے کر اس سے شکایت کرنے لگا تھا۔

"ایسی کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہوتی، جلدی آؤں گی آپ کے گھر، یہ بتائیں پہلے کیا لیں گے آپ؟" عادلہ کو اس کی خاطر مدارت کا خیال آیا۔

"آنٹی زینب کے ہاں سے چائے پی کر آرہا ہوں، ممی کو لینے گیا تھا وہاں صباحت آنٹی شوفر کا انتظار کررہی تھیں، میں ان کو یہاں ڈراپ کرنے چلا آیا اور سوچا آج عائزہ سے بھی ملاقات کرلی جائے، بلاؤ تو اس کو میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

[illegible]

اسے۔" عادلہ گویا جان چھڑا کر وہاں سے کچن میں آ گئی تھی۔
"ممی! مارے گئے لگتا ہے فاخر بھائی کو شک ہو گیا ہے وہ عائزہ سے ملنا چاہ رہے ہیں' حالاں کہ آج سے قبل ایسا نہیں ہوا تھا۔"
"تم مزید پریشان مت کرو مجھے اس نے پہلے بھی مجھ سے کہا تھا وہ عائزہ سے ملنا چاہتا ہے اور میں نے اس خوف سے کہ عائزہ کچھ الٹا سیدھا نہ کہہ دے فاخر کو اسی لیے ٹالتی رہی تھی لیکن اب مجھے کچھ سوچنا ہی پڑے گا' عائزہ دن بہ دن ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے۔" وہ اندر آتی عائزہ کو دیکھ کر سخت لہجے میں بولیں۔

❁ ☆ ❁
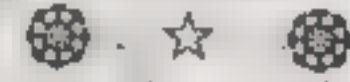
"ارے میری بچی آ گئیں تم۔" دادی نے ہمیشہ کی طرح اس کو لپٹاتے ہوئے محبت سے کہا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب ہی بٹھا لیا تھا۔
"بہت یاد آ رہی تھی آپ کی یہ بتائیں درد کیسا ہے آپ کی ٹانگوں کا؟"
"ویسا ہی ہے جیسا تھا بوڑھاپے کی بیماریاں ہیں بیٹی۔"
"چلیں آپ لیٹیں میں آپ کی ٹانگیں دباتی ہوں۔"
"تمہاری یہی خدمتیں تو یاد آتی ہیں' مجھے کام تو وہ ہی اچھا لگتا ہے جو بغیر کہے کیا جائے اپنی خوشی اور محبت سے۔" وہ لیٹتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں گویا ہوئیں وہ ٹانگیں دبانے لگی' جب اچانک اس کی نگاہ ٹیبل پر رکھے پھولوں پر پڑی تھی۔
"دادی جان! یہ پھول کون لایا؟"
"وہ آیا تھا شہریار! وہ ہی لایا ہے یہ ڈھیروں پھول۔"
"وہ کیوں آیا تھا؟ اور کیا یہاں بھی آیا تھا' ہمارے روم میں؟" اس کے لہجے کی ناپسندیدگی محسوس کر کے دادی نے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔
"پری...... بیٹی! وہ لڑکا برا نہیں ہے جو ہم اس کو سمجھتے تھے۔"
"دادی جان سب جاننے کے بعد آپ یہ کہہ رہی ہیں؟ دکھ ہو رہا ہے مجھے آپ کی بات پر' آپ ایک گرے ہوئے شخص کی تعریف کر رہی ہیں۔ کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ سخت کبیدگی سے گویا ہوئی۔
"دیکھو بات سمجھنے کی کوشش کیا کرو آتے ہی اب تم منہ پھلا کر مت بیٹھ جانا' تم سے زیادہ لوگوں کی پہچان ہے مجھے۔"
"جی جی مجھے معلوم ہے کتنی پہچان ہے آپ کو کوئی بھی آ کر آپ کی ہاں میں ہاں ملائے گا تھوڑی سی تابعداری [illegible] تہذیب کا مظاہرہ کرے گا اور آپ اس کے کردار اور اخلاق کی معترف ہو جائیں گی۔" پری کو سخت اشتعال آ رہا تھا [illegible] سادگی اور شیریں کی مکاری پر اس نے دادی کو گرفت کرنے کی پلاننگ کی تھی۔
"[illegible] عقل تم سے ہی [illegible] میں۔"
"پھر بھی ہو دادی جان! وہ شخص اب یہاں نہیں آئے گا۔"
"میرے [illegible] پابندی لگا [illegible]
[illegible]
[illegible]

اپنا کام کرتی رہی اس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔
"اچھا تم کہتی ہو تو نہیں بات کرتی میں شہریار سے' چلو اب تو خوش ہو جاؤ اور میرے لیے چائے بنا کر لاؤ۔ تمہارے پیچھے تو چائے میں سواد نہیں آیا اب تمہارے ہاتھ کی چائے پیوں گی تو قرار ملے گا۔" وہ کچن میں جانے کے لیے لاؤنج کے قریب سے گزری تو فاخر اس سے مخاطب ہوا تو مجبوراً اس کو بھی رک کر سلام دعا کرنی پڑی۔
"شاید آپ بھی کہیں سے آ رہی ہیں؟" وہ مسکرایا تھا۔
"جی! میں نانو کے ہاں گئی ہوئی تھی آپ بیٹھیں نا پلیز۔"
"نہیں' اب میں چلتا ہوں ممی انتظار کر رہی ہیں میرا۔" رسٹ واچ دیکھتا ہوا کہنے لگا۔
"میں ممی کو بلاتی ہوں' آپ تشریف رکھیں فاخر بھائی!" وہ اس سے کہہ کر صباحت کے کمرے کی طرف جا رہی تھی معاً عادلہ کے کمرے سے آنے والی آوازیں سن کر رک گئی تھی۔
"کیا ہوا ہے تمہیں عائزہ! کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ' کیوں خاموش ہو اس قدر کچھ بتاؤ تو سہی۔" صباحت کی آواز میں پریشانی تھی۔
"اداکاری کر رہی ہے یہ اب اس کو معلوم ہے ممی کو پتا چل گیا ہے یہ راحیل سے ملنے گئی تھی اور یہاں فاخر بھائی اس سے ملنے آئے ہیں۔ اب خود کو بچانے کے لیے اس کو یہ ڈرامہ تو کرنا ہی ہے ہونہہ!" عادلہ کسی ناگن کی طرح پھنکار رہی تھی اور پری کی سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کمرے میں جا کر اطلاع دے' فاخر کے جانے کی یا واپس یہیں سے لوٹ جائے اندر سے آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔
"چپ کر جاؤ عادلہ! دیکھ رہی ہو یہ شاکڈ ہے۔"
"شاکڈ ہے' گھر تک صحیح سلامت آ گئی اور گھر میں آ کر شاکڈ ہو گئی ہے اوہ خدایا! کتنی ٹاپ کی ایکٹریس ہے یہ عائزہ بھی۔"
"جا کر ذرا فاخر کو تو دیکھو وہ جانے کی کہہ رہا تھا' کولڈ ڈرنک ہی دے دو اس غریب کو آتی ہوں میں ابھی' کیا سوچے گا وہ کہ مجھے لاؤنج میں چھوڑ کر غائب ہو گئی ہیں۔" عادلہ کی زبان بھی ادھر ادھر طنزوں کے تیر برسا رہی تھی جب کہ عادلہ کسی مورت کی مانند بے حس و حرکت بیٹھی تھی کہ وہ ہمت کر کے راحیل کے فلیٹ سے نکل آئی تھی اس کے ٹوٹے پھوٹے زینے کی سیڑھیوں سے نیچے اتری تھی جس سے اس کے کپڑے گندے ہو گئے تھے جسم میں کئی جگہوں پر چوٹوں سے خون رسنے لگا تھا۔
بڑی مشکل سے وہ ٹیکسی میں گھر تک پہنچی تھی اور گھر آتے ہی اس کے حوصلے بکھر گئے تھے اس کو ہر طرف خون بہتا ہوا [illegible] رہا تھا اس کے اعصاب شل ہو گئے تھے۔
[illegible] آپ جائیں میں ہوں [illegible] کے پاس۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔ پری نے اندر جانا مناسب نہیں سمجھا وہ کچن میں چلی آئی۔
"[illegible] جانے کے بعد تم کو خیال رکھنا [illegible]
[illegible] بدنامی ہوگی۔" طغرل کی آواز [illegible]
[illegible] قدموں کی آوازیں تھیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

کبھی تو کم ملال

سدرہ سحر عمران

مدت کے بعد ہے وہ ستم گر ملا مجھے
جس کی مجھے تلاش تھی گوہر ملا مجھے
میں چاہتی تھی وہ فقط میرا ہو ہمسفر
وہ میری کائنات سے بڑھ کر ملا مجھے

اور آج پورے چار برس بعد یہ چہرہ میرے مقابل تھا۔ یہ چہرہ جو کبھی میرے دل میں بستا تھا مگر آج مجھے اتنا اجنبی کیوں لگ رہا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں اس قدر ویرانی اور وحشت تھی کہ میرا سارا جوش وخروش ماند پڑ گیا تھا۔ یہ واقعی زینب امین تھی یا مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔

"زینب! یہ تم ہو؟" میری آواز مجھے خود بھی اجنبی لگی تھی اور اس کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"چار سال اتنے طویل تو نہیں ہوتے کہ تم مجھے پہچان ہی نہ سکو۔ وہ شکستہ کواڑوں کے سامنے سے ہٹ گئی تھی مگر میرا بے جان وجود ہلنے سے انکاری تھا۔

"آجاؤ اندر میرا گھر تمہارے شایان شان تو نہیں ہے مگر قبرستان ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"زینب! تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اتنی بدل گئی ہو؟" میرے لہجے میں ابھی تک حیرت پنہاں تھی۔

"جن کی قسمت بدل جائے ان کے چہرے نہیں دیکھا کرتے۔" اس نے لکڑی کی پرانی طرز کی بے رنگ کرسی اپنے آنچل سے صاف کر کے میرے سامنے رکھ دی۔ میں نے [illegible] چہرے کے [illegible] نقوش کو دیکھا۔ "چار سال چار صدیوں میں کیسے بدل گئے زینب! یہ وقت اتنا طویل نہیں تھا کہ تمہیں گھر سے کھنڈر بنا دیتا۔"

"جب دل کھنڈر ہو جائے تو ظاہر کی پروا کسے رہتی ہے۔ تم بیٹھو نا! میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

"نہیں، تم یہاں بیٹھو میرے پاس۔ مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟" میں نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں تابی!" وہ زبردستی مسکرائی۔ "اپنے نصیب کا لکھا بھگت رہی ہوں، مقدر ناانصافی پر اتر آئے تو انسان کھنڈر ہی ہو جاتا ہے۔ تم سناؤ، شادی وادی کی؟"

"نہیں تم نے کر لی؟"

"ہاں" اس نے آنکھوں کو زور سے [illegible] "چارپائی پر جو شخص لیٹا ہے تم نے دیکھا نہیں اسے؟"

"وہ جو باہر؟" میرے ذہن میں جھماکا [illegible] چارپائی پر بے سدھ لیٹا ستر اسی سال کا بوڑھا جس کے جھریوں بھرے چہرے پر مکھیاں بھنک رہی تھیں [illegible] اسے دیکھ کر میرا دل متلانے لگا تھا۔ [illegible] ایسے ہی تو ہوتے ہیں۔

"ہاں وہ ہی تو میرے مجازی خدا ہیں۔" وہ اب بھی مسکرا رہی تھی مگر آنکھیں ساتھ دینے سے انکاری تھیں۔

"کیا!" میرے ہاتھوں سے قیمتی موبائل فون پھسل گیا۔ شاک کے باعث میری آنکھیں پھٹ گئیں۔ "تم... تم سچ کہہ رہی ہو زینب!"

"زینب کے ساتھ تو خود زندگی نے مذاق کیا ہے اب زینب کسی کے ساتھ مذاق نہیں کرتی۔" اس قدر زہر اور تلخیاں تھیں اس کے لہجے میں... میں بے ساختہ رونے لگی۔

"تم کیوں رو رہی ہو تابی! رونا تو مجھے چاہیے مگر کیا کروں اب تو آنسو بھی خشک ہوگئے ہیں۔" اس نے میرا سر اپنے شانے سے لگالیا۔

❁ ❁ ❁

بے تابی سے برستی شفاف پانی کی بوندیں کھڑکی کے شیشے پر پھسلتی جارہی تھیں۔ سبز پتوں کی جھنکار کے سنگ بوندوں کا رقص جاری تھا۔ باہر آسمان رو رہا تھا تو اندر میرا دل... میں جو چار برسوں سے آنسوؤں پر بند باندھتی آرہی تھی آج سارا ضبط چھلک گیا تھا۔

"زینب امین! میری محبت کا خوب صورت چہرہ! آج اس کا نچڑا ہوا وجود دیکھ کر ہر عضو آنکھ بن کر برسنے لگا تھا۔ جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تو وہ فسوں خیز فسانوں جیسی تھی۔ اس کا سلونا چہرہ اور اس پر جگمگاتی سی آنکھوں میں بلا کی پراسراریت تھی۔ میں اسے کھوجنے کی چاہ میں اس کی ذات میں داخل ہوتی چلی گئی۔ حالانکہ میرے اور اس کے منصب میں زمین آسمان کا فرق تھا' میں حویلی کے وارث کی واحد نشانی تھی وہ ہمارے جدی پشتی ملازم امین بخش کی اولاد۔ میرا اور اس کا کوئی میل نہیں تھا [illegible] میں نے اسے کبھی خود سے کمتر نہیں جانا' میرے نزدیک وہ صرف میری مخلص سہیلی تھی گو [illegible] دلایا گیا تھا کہ کمی کمین لوگوں کو اتنا منہ نہیں لگاتے مگر میں [illegible] تھی۔ ہم دونوں کا درد مشترک تھا' غم یکساں تھے تو اس [illegible] بھی قریب ہوگئے تھے۔ میں نے "مرتبے" کی پرواہ نہیں کی تو وہ بھی احساس کمتری سے نکل آئی تھی۔ خضراں اس کی سوتیلی ماں تھی۔ مگر دونوں کی عمروں میں تین چار برس کا فرق تھا اس لیے دونوں کی خوب بنتی تھی۔ اس کی ماں تو اسے جنم دیتے ہی زندگی کی بازی ہار گئی تھی' اس کے بابا اس وقت زندہ تھے۔

❁ ... ❁ ... ❁

ایزی چیئر کو جھلاتے ہوئے میں نے اسٹڈی ٹیبل کی دراز سے سیاہ مخملی ڈائری نکال لی۔ چار سال سے یہ ڈائری میری ٹیبل کی دراز میں بند تھی۔ چار سال پہلے میں نے آخری بار کب لکھا تھا' مجھے یاد نہیں تھا۔ میری زندگی کی تلخ یادیں اس سیاہ ڈائری میں مقید تھیں۔ میں نے اس کا پہلا صفحہ کھولا تو زینب کے ہاتھ سے لکھی ہوئی نظم نے میری پلکیں پھر سے نم کردی تھیں۔ اسے شاعری وغیرہ سے کوئی شغف نہیں تھا میرے اصرار کرنے پر یہ نظم اس نے بہت مشکلوں سے لکھی تھی۔

اسے تو ہوش ہی نہ تھا
کھلی ہتھیلیوں پر جو نصاب ہجر لکھ گیا
وہ وقت کیسے تھم گیا
کہ پھر سحر نہ ہوسکی
اسے خبر نہ ہوسکی
شہزادہ فراق نے ستارہ سحر سے کیا کہا
کہ پھر سحر نہ ہوسکی
قبیلہ فراق میں
جو دل میں ہے نہ کہہ سکیں
کہ قصہ رکارو نہ ہی نہیں
قبیلہ فراق میں [illegible]
نہیں ہے جرأت تکلم بھی
کہ دنیا میں قدم رکھتے ہی
گروی رکھ چکی ہوں میں
[illegible]

"یہ نظم میں نے خاص طور پر تمہارے لیے لکھی ہے۔"

تابی! [illegible] تم ہی میری دوست ہو تم ہی میری محبوب [illegible]...کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ نظم دوبارہ پڑھنے لگی۔

"دوست کی حد تک تو ٹھیک ہے' یہ محبوب وحبوب کا چکر رہنے دو۔ خوامخواہ میں مجھے تم سے رومینس جھاڑنا پڑے گا۔" میں نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اور اب تو یوں لگتا ہے جیسے تمہارے لب کبھی مسکرائے ہی نہیں زینو!" میں نے ہتھیلی سے آنسو مسلے۔ اگلے صفحے پر چودہ ستمبر انیس سو چھیاسی کی تاریخ رقم تھی' اس وقت میں سولہ برس کی ہوچکی تھی' یہ ڈائری مجھے معظم حجازی نے گفٹ کی تھی۔ میرا ذہن سولہ برس پیچھے بھاگ گیا۔

❁ ... ❁ ... ❁

زینب کو میں نے پہلی بار آٹھ برس کی عمر میں دیکھا تھا' وہ اپنی ماں خضراں کے ساتھ پہلی مرتبہ حویلی میں آئی تھی۔ خضراں' امان بخش کی دوسری بیوی تھی' زینب کی ماں چند سال قبل ہی کرنٹ لگنے سے فوت ہوگئی تھی۔ خضراں کا بیٹا سجاول جو ابھی پانچ برس کا تھا اکثر اس کے ساتھ آتا تھا لیکن زینب پہلی بار آئی تھی۔

"خضراں' یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" سترہ سالہ [illegible] میں اس کے نام سے ہی بلاتی تھی۔

"یہ میری بیٹی ہے بی بی صاحب! زینب نام ہے [illegible] کو حویلی اندر سے دیکھنے کا بہت شوق ہے [illegible] آج حویلی اندر سے بھی دیکھ لے۔"

[illegible] میں نے استعجابیہ نظروں سے [illegible] زینب کو دیکھا جس کے سلونے [illegible] چہرے پر [illegible] اس قدر سحر خیز لگ رہی تھیں کہ میں [illegible] چلی گئی۔

"[illegible] بخش کی پہلی زنانی کی کڑی ہے جی زینب تو [illegible] نا!" اپنے لمبے پراندے کے گھنگرو چھنکاتے [illegible] وہ بڑی بڑی آنکھیں [illegible] رہی تھی۔

[illegible]

"[illegible] تمہارا نام ہے زینب۔ مجھ سے دوستی کروگی؟"

"جی۔" وہ میری پھیلی ہتھیلی کو حیرت سے دیکھنے لگی۔ خضراں نے نفی میں سر ہلایا۔

"رہنے دو جی... بانو آپا کو غصہ لگے گا۔ وہ تو اپنی بیٹیوں کو سجاول سے بات کرنے پر بھی ڈانٹتی ہیں۔"

"خضراں! تم کچن میں جاؤ اور زینب تم میرے ساتھ پائیں باغ میں چلو۔" میں نے اس کا ہاتھ تھام کر خالص مالکوں والے انداز میں خضراں کو انگلی سے اشارہ کیا۔

"جی بی بی!" وہ مزید بحث سمیت کروالان کی طرف مڑ گئی۔ میں زینب کا ہاتھ تھامے باغ میں چلی آئی۔

"میرا نام تاباں ہے... تاباں فاروقی... تھرڈ کلاس کی اسٹوڈنٹ ہوں اور تم...؟"

"میں بھی۔" وہ قدرے مطمئن ہوگئی تھی میرا انداز دیکھ کر۔

"کون سے اسکول میں پڑھتی ہو تم...؟ میں نے تو اپنے اسکول میں تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں آپ والے اسکول میں تھوڑی پڑھتی ہوں' وہ تو بہت مہنگا اسکول ہے جی... میں تو یہاں ماسٹر فیض احمد کے اسکول میں پڑھتی ہوں جو آپ کے دادا نے بنایا تھا' گاؤں کے بچوں کے لیے۔" وہ خاصی باتونی لگ رہی تھی۔

"کتنے بہن بھائی ہیں تمہارے؟"

"میں ایک ہی بہن ہوں... بھائی سجاول... مجھ سے چھ سال چھوٹا ہے آپ نے دیکھا ہوگا۔"

"ہاں بجو... اسے تو میں نے دیکھا ہے' مجھے بہت اچھا لگتا ہے' میری بہت بنتی ہے اس سے... تمہیں پانچا کھیلنا آتا ہے۔"

"ہاں جی آتا ہے۔"

"چیٹو کھیلتے ہیں۔" میں نے بنچ کی سائیڈ پہ رکھی [illegible] کیریاں اٹھائیں۔

یہ [illegible] زینب امین سے پہلا تعارف تھا۔

❁ ❁ ❁

"مجھے تو سیب بہت اچھے لگتے ہیں' تمہیں جانے کیوں پسند نہیں۔" خضراں سنہری سیبوں کی نفاست سے کاٹی ہوئی قاشیں میرے سامنے رکھ گئی تھی مگر مجھے تو ثابت سیب کے بڑے بڑے بائٹ لینے میں مزہ آتا تھا۔ تیز تیز جھولا جھولتی ہوئی میں ایک ہاتھ سے سیب کھا رہی تھی تو دوسرے سے رسی تھامی ہوئی تھی۔

"مجھے تو بس کینو پسند ہیں۔" اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"تو کینو بھی پڑے ہیں نا فریج میں لے آؤ۔" میں نے رفتار آہستہ کی۔

"نہیں نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے نہیں کھانے"

"ارے واہ! کھانے کیوں نہیں؟ خضراں! خضراں!"

"بچی تاباں مجھے نہیں کھانے" وہ ایک دم گھبرا گئی تھی۔ میں جھولا روک کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں کیا ہوا؟ اتنی گھبرا کیوں رہی ہو؟"

"تم آؤ نا انگلش کا سبق یاد کرتے ہیں۔ صرف چار دن رہ گئے ہیں امتحانوں میں۔"

"مجھے یاد ہے سب۔" میں چھلانگ لگا کر نیچے اتری۔

"تو مجھے گرامر ہی سمجھا دو۔" میرے بار ہا ٹوکنے پر وہ "آپ" کہنا چھوڑ چکی تھی۔

"چلو اچھا' ویسے گرامر تو میری اپنی بھی ایویں ہے۔ غنی سے کہتی ہوں اگر پھپھو نے اسے آنے دیا تو؟"

"نہیں تاباں اس سے نہیں کہنا کل بھی شاہ جی نے بہت ڈانٹا تھا نہیں۔"

"شاہ جی کو تو شوق ہے [illegible] خوامخواہ میں ڈانٹتے [illegible]"

[illegible]

لے رہا تھا۔

"غنی!" میں نے پردہ سرکا کر اندر جھانکا۔

"ہاں!" وہ فوراً اٹھا تو پھپھو ناگواری سے مجھے دیکھنے لگیں۔

"مجھے گرامر! سمجھا دو گے؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

"اس نے تمہیں سمجھانے کا ٹھیکا نہیں لے رکھا' جو ٹیوٹر رکھا ہے' وہ کس مرض کی دوا ہے؟"

"اس بڈھے کھوسٹ کی مجھے ایک سمجھ نہیں آتی۔" میں نے ناک چڑھا کر کہا۔

"تو وہ پیسے کس بات کے لیتا ہے؟" بابا کی وجہ سے وہ انداز دھیما رکھ کے بات کرتی تھیں۔

"پتا نہیں۔ یہ تو آپ اس سے پوچھئے گا' غنی! باغ میں آ جاؤ۔"

"اسی سے سمجھنا جو سمجھنا ہے۔ غنی! تم جاؤ' میں نے جس کام کا کہا ہے پہلے وہ کرو۔"

"چاچی مارکیٹ شام میں کھلتی ہے' ابھی تو چار بجے ہیں۔ میں دوپٹا پھر لا دوں گا' اگر تاباں کو ٹیوٹر کی سمجھ نہیں آتی تو میں سمجھ دیتا ہوں' حرج ہی کیا ہے؟"

"جسے ٹیوٹر کی سمجھ نہیں آتی اسے تمہاری کیا آئے گی۔ توجہ ہے ہی نہیں پڑھنے کی طرف الٹے سیدھے جتنے مرضی کروا لو۔" انہیں ارمغان کی بے تابی ایک آنکھ نہیں بھائی۔

"چلو تابی!" وہ میرے پیچھے چلا آیا۔

"مجھے نہیں پڑھنا مجھے زینو کا پانی لا دو"

"مگر" وہ [illegible]

"اچھا! اپنی چاچی کا [illegible] تو میں بھی چلی جاتی ہوں۔"

[illegible]

[illegible]

❀ ❀ ❀

بابا کی طبیعت اکثر ہی خراب رہتی تھی۔ پتا نہیں انہیں کیا مرض تھا۔ میں نے انہیں زیادہ تر سوتے ہی دیکھا تھا۔ جب میں چھوٹی تھی تو وہ اکثر میرے ساتھ کھیلتے' جھولا جھلاتے اور بہت سی باتیں بھی کرتے تھے لیکن ان تین برسوں میں جانے انہیں کیا ہو گیا تھا' وہ ایک بار شدید بیمار ہو گئے تھے۔ انہیں ٹائیفائیڈ ہوا تھا گو کہ وہ ٹھیک بھی ہونے لگے تھے مگر پھر پہلے کی طرح تندرست نہیں ہو سکے تھے۔ پھپھو مجھے ان کے پاس جانے نہیں دیتی تھیں۔ ان کے خیال میں میں انہیں ڈسٹرب کرتی تھی۔ مجھے ان سے محبت تو بہت تھی مگر ان کی طویل بیماری نے مجھے الجھا دیا تھا۔ دس گیارہ برس کی عمر میں قدرے سمجھ دار ہو چکی تھی' یا خبر نہیں جن کی مائیں نہ ہوں' انہیں وقت پہلے سمجھ دار کر دیتا ہے۔ انہی دنوں میں نے خضراں کی آنکھوں میں بے پناہ خوف دہراس بکھرا دیکھا تھا' وہ بیٹ کی طرح پٹر پٹر باتیں بگھارنا اور اونچے اونچے قہقہے لگانا بھولی ہوئی تھی' مجھے اس کی باتیں سن کر مزہ آتا تھا مگر جانے کیوں چپ چپ رہنے لگی تھی۔ میرے چھٹی جماعت کے امتحان ہو چکے تھے جبکہ زینب کے جاری تھے۔ وہ زیادہ تر گھر میں رہنے لگی تھی' ارمغان بھی میٹرک [illegible] رہا تھا۔ میں سخت بوریت محسوس کرتی تھی۔ [illegible] سانہ باجی مجھ سے پانچ سال بڑی تھیں اور [illegible] کی غرض سے اپنے ددھیال میں رہتی تھیں' شرانہ [illegible] اور اپنے آپ میں گم رہنے والی [illegible] سے تو میری بنتی ہی نہیں تھی' اسے شروع [illegible] رہی تھی مجھ سے ہر وہ چیز جو مجھے [illegible] ہاتھ رکھ دیتی اور مجھ میری طرف [illegible] معصوم [illegible] جل کر کوئلہ ہو جاتا۔ پھپھو کو ہر [illegible] ریشمی کپڑے اور گئی تو سونا خود پہ [illegible]

[illegible]

[illegible] میرے [illegible] خضر

حیات کی دو ہی اولادیں تھیں۔ بانو پھپھو اور میرے بابا حسنین فاروقی پرانے وقتوں کی مستطیل طرز پر بنی یہ سرخ حویلی میرے دادا نے اپنی زندگی میں ہی بابا کے نام کر دی تھی' میرے دادا پر جلال شخصیت کے انصاف پسند انسان تھے' ان کے سوتیلے بھائی مہتاب فاروقی البتہ ان سے بہت مختلف تھے۔ خاصی جابر اور عیاش طبیعت پائی تھی انہوں نے اس لیے دادا ان سے سخت نالاں رہتے تھے اور پھر جب انہوں نے اپنی بائیس سالہ پرانی منگنی توڑ کر غیر خاندان کی لڑکی سے شادی کی تو پوری برادری نے ان سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ دادی صغریٰ خانم بیوہ لیکن کروڑوں روپے کی جائیداد کی مالکہ تھیں۔ مہتاب فاروقی نے ان کی محبت میں شادی کی تھی یا ان کی دولت کی وجہ سے تاہم وہ اپنا کھیل کامیابی سے کھیل چکے تھے۔ احمد شاہ انہی کی اولاد تھے۔ دادا نے تو ان سے ملنا جلنا بھی ترک کر دیا تھا مگر جانے کیسے احمد شاہ ان کے راستے میں آ گئے تھے اور بانو پھپھو کو اپنے جال میں ایسے پھنسایا کہ دادا کی ناپسندیدگی کے باوجود انہوں نے احمد شاہ سے شادی کر لی تھی۔ میرے بابا پھپھو سے بارہ برس چھوٹے تھے اس لیے ان پر رعب بھی بہت تھا۔ وہ شروع سے ہی ان سے دب کر رہے تھے اور جب میری ماں اس گھر میں بیاہ کر آئیں تو پھپھو نے ان کو بھی اپنے رعب میں لے لیا تھا۔ دادی تو عرصہ پہلے ہی انتقال کر چکی تھیں اس لیے اب سرخ حویلی پر اجارہ داری قائم کرنے کے لیے وہ دونوں میاں بیوی میرے ماں باپ کو اپنی جی حضوری پر مجبور کر چکے تھے۔ پھر "میراں" نام کا کانٹا تو بہت جلد ان کی زندگی سے نکل گیا تھا اور پھپھو نے تو شاید [illegible] کی دیگیں پکائی ہوں گی جس روز میں پیدا ہوئی۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] دن بعد رخصت ہوئی تھیں۔ بابا پھپھو سے بھی

کسی قابل سمجھا ہی نہیں تھا۔ احمد شاہ بھی انہیں ملازم کا درجہ دیتے تھے' بانو آپا اپنے سسرال کے بجائے یہیں رہتی تھیں اور اس کا جواز یہ گھڑا تھا کہ حسنین ابھی حویلی کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل نہیں ہوا جبکہ وہ انہیں قابل بنانا ہی نہیں چاہتی تھیں۔

میں بابا سے خود ہی باتیں بگھار کر نچلی منزل کی سیڑھیاں اترنے لگی تو کافی عرصے سے بند پڑے کمرے میں ہلچل سی محسوس ہوئی۔

"یہاں پر کون ہے . ؟" میں نے ایک کھڑکی سے جھانکا اور اندر کا منظر دیکھ کر میرا سانس رک گیا تھا۔

☆☆☆

خضراں بہت چپکے سے مرگئی تھی' کسی کو بھی اس کی خودکشی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن میرا ننھا سا دل آندھیوں کی زد میں آ گیا تھا۔ احمد شاہ سے تو مجھے پہلے بھی انسیت نہیں تھی اور ان دنوں تو میرا دل چاہتا اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کا کریہہ چہرہ نوچ لوں۔

"تاباں! لوگ اتنی جلدی کیوں مرجاتے ہیں؟ اماں کی عمر تھی جانے کی محض اٹھارہ سال ! پتا نہیں انہوں نے خودکشی کیوں کرلی ؟ ابا بھی ہروقت روتا رہتا ہے میرا چھوٹا بھائی سارا دن اماں کو ڈھونڈتا رہتا ہے' میں کہاں سے لاؤں اسے ؟ سجاول کا رونا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ میرا دل صدمے سے پھٹنے لگتا ہے جب وہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ باجی اماں حویلی سے واپس کیوں نہیں آئی ؟" وہ رو رہی تھی اور میں نے بہ مشکل اپنی سسکیاں بہت مشکلوں سے روکی تھیں۔ "حویلی والوں کو اس کے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑا مگر ہماری تو دنیا اندھیر ہوگئی ہے نا! شاہ جی کتنے سنگدل ہیں ابھی تین دن بھی نہیں [illegible]

[illegible]

لگانے دیتی تھی حالانکہ مجھے بھی یہی کام کرنا ہے ساری عمر پھر بھی اور مرنے سے ایک دن پہلے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر عزت سے جینا ہے تو کبھی حویلی مت جانا زینو! بھوکی مرجانا پر حویلی نہیں جانا۔ اس نے ایسا کیوں کہا تھا تابی!"

"پپ پتا نہیں۔" میں نے گھٹنوں میں سر چھپالیا۔

"ابا تو پہلے ہی بستر پر پڑا ہے' شوگر نے اس کو کسی کام کا نہیں چھوڑا' سجاول ابھی آٹھ سال کا بھی نہیں ہوا تیسری میں پڑھتا ہے۔ اگر کوئی کام نہیں کرے گا تو ہم کھائیں گے کہاں سے؟" وہ اپنے مسئلوں میں الجھی ہوئی تھی اور میں اس کے پاس سے اٹھ کر اپنے بابا کے پاس چلی آئی۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ خضراں نے خودکشی کیوں کی تھی' کوئی نہیں جانتا تھا مگر میں جانتی تھی۔

"بابا!" میں نے ان کے ساکت ہاتھ پر سر ٹکایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

❀ ❀ ❀

"زینو! اتنے دن ہوگئے تجو حویلی نہیں آیا' کہیں گیا ہوا ہے؟" لکڑی کی بینچ پر کتابوں سے گھر بناتے ہوئے میں نے ستون سے ٹیک لگائے گہری سوچ میں گم زینب کی طرف دیکھا۔

"ہاں اسے عذرا پھوپھو لے گئی اپنے ساتھ یہاں تو سارا دن روتا ہی رہتا تھا۔ میرے آنسو تو ختم ہوگئے تابی! لیکن سجاول کو ابھی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اماں ہمیشہ کے لیے کھوگئی ہے۔ وہ مجھ سے کہتا تھا' باجی [illegible] بڑی حویلی ہے اس میں اتنے کمرے [illegible] ناراض ہوکر پہلے کی طرح کمرے میں چھپ گئی [illegible] سے ڈھونڈ کے لاتا۔ اب مجھے کیا پتا تھا [illegible] اندھیرے سے نکل لیا۔"

[illegible]

ے بغیر نیند نہیں آتی تھی لیکن اب عادی ہوگئی ہوں۔" وہ اپنی سرخ ہتھیلی کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"تابی! ریکٹ کھیلو گی۔" ارمغان ریکٹ پر شٹل کاک اچھالتا باغ میں چلا آیا۔

"نہیں۔"

"کیوں یار! دو تین دن سے تم مجھ سے بات نہیں کر رہیں۔ میں نے کل بلایا تو جواب بھی نہیں دیا۔"

"میری مرضی!" میں کتابیں ترتیب سے رکھنے لگی۔

"مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟" وہ میرے مقابل بنچ پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اٹھو یہاں سے" میں نے دھکیلنا چاہا تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

"تابی! بتاؤ تو سہی مجھے کیسے پتا چلے گا!"

"تم تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرا ہاتھ پکڑنے کی ؟" میں نے تڑپ کر ہاتھ چھڑایا تو وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تمہیں کیا ہوا تابی! تم اس طرح کیوں کر رہی ہو؟"

"کہا نا میری مرضی ! اب دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" میں نے تنفر سے منہ پھیرا۔

"نہیں اس طرح نہیں تم میری اچھی دوست ہو۔"

"کچھ نہیں ہوں میں تمہاری۔ سنا تم نے اور آئندہ [illegible] کوشش بھی مت کرنا ورنہ تمہیں کے ذمہ دار تم [illegible] میں نے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی اور تقریباً بھاگتی ہوئی اندر چلی آئی۔

[illegible] شاہ جی [illegible] لگا رہے تھے۔

[illegible] میں نے ان کو گھور کر دیکھا۔ [illegible]

[illegible]

بھونکنے والا شخص کتا ہی ہوتا ہے۔"

"اچھا" انہوں نے سگار ایش ٹرے میں مسل دیا۔ "میری شہزادی بہت عقل مند ہوگئی ہے۔"

"ہونہہ!" میں اوپری منزل کی سیڑھیاں چڑھ گئی اور زینب تھوڑی دیر بعد ہی چائے کا کپ لیے میرے کمرے میں آئی تو میں سمجھ گئی کہ اسے کھد بد لگی ہوگی۔

"تابی' ارمغان تو اتنے اچھے ہیں' تم نے اتنی بے عزتی کیوں کی ان کی؟ سچ مجھے تو بہت غصہ آیا تھا تم پر۔"

"کوئی اچھا نہیں ہے زینب' سب نے چہروں پر نقاب چڑھا رکھے ہیں اچھائی کے۔" میں بیڈ پر اوندھی لیٹ گئی۔

"تیرے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تھی اس نے ؟" میری پشت پر اس کی سیاہ طلسمی آنکھیں چبھنے لگی تھیں۔

"اس کی جرأت ہے مجھ سے بدتمیزی کرنے کی ؟" میں جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"تو پھر ؟"

"بس مجھے اچھا نہیں لگتا وہ شاہ جی کا بھتیجا ہے نا! اس لیے زہر لگنے لگا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ وہ میرا اچھا دوست تھا پر اب میں نے اس سے دوستی ختم کرلی ہے۔"

"تو سچ کہہ رہی ہے! بس اسی وجہ سے تو نے اس کا دل توڑ دیا کہ وہ شاہ جی کا بھتیجا ہے؟" اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی کیونکہ یہ تو میں شروع سے جانتی تھی کہ وہ شاہ جی کے بھائی کا بیٹا ہے۔

"ہاں" میں نظریں چرا کر چائے کے گھونٹ لینے لگی۔ "اب یہ موضوع ختم کردو میں اس پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"تو نہیں بتانا چاہتی نہ سہی پر کوئی بات ہے ضرور۔" وہ بڑے تھکے ہوئے انداز میں کہہ کر چلی گئی اور میں اپنی جان سے [illegible] وجہ [illegible]

❀ ❀ ❀

[illegible]

پڑھنا نہیں چاہیے دماغ خراب ہو جاتا ہے۔
''اچھا! تو آپ کی بیٹیاں کیا لڑکیوں میں شمار نہیں ہوتیں؟'' میرے لہجے میں طنز سمٹ آیا۔
''بھتیجی تو کہہ رہے ہیں۔'' مجھے پھوپو کی آواز پہلی بار پست لگی تھی۔ جب سے نغمانہ نے اپنے کلاس فیلو کے ساتھ کورٹ میرج کی تھی ان کا انداز قدرے دھیما ہو گیا تھا۔ شاہ جی اس کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں تھے مگر اس میں میرا تو قصور نہیں تھا۔
''پھپو نغمانہ باجی نے اپنی پسند سے شادی کر لی تو اس میں میری کیا خطا ہے؟ اور پھر آپ ہی...''
''تیری خطا ہو نہ ہو بس تجھے نہیں پڑھنا۔'' شاہ جی نے ہاتھ اٹھایا۔
''یہ تو آپ کا اپنا فیصلہ ہے نا اب میرا فیصلہ بھی سن لیں، مجھے ہر صورت میں آگے پڑھنا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔'' میں ازلی ہٹ دھرمی سے کہہ کر سیڑھیاں اترنے لگی تو ارمغان سامنے آ گیا۔
''کیسی ہو؟'' آج پورے ڈیڑھ سال بعد اس نے مجھے بلایا تھا۔
''تم سے مطلب ؟'' میں پاس سے گزر کر دالان میں چلی آئی۔
''یہ میں داخلہ فارم لایا تھا۔'' اس نے فارم آگے بڑھایا۔
''تم کیا سمجھتے ہو اس طرح کی ہمدردیاں دکھا کر تم میرا دل جیت لو گے؟ یاد رکھنا مسٹر ارمغان حجازی! تاباں حسنین فاروقی نہ تو معذور ہے نہ کم ہمت۔'' میں نے فارم پکڑ کر خود دیکھی۔
''میں احمد چچی اور بانو چچی کو منا سکتا ہوں۔'' اس نے قطعی برا نہیں منایا۔
''اس کی ضرورت نہیں ہے [illegible] خود [illegible] رکھتی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] چاہتی۔'' میں نے فارم پکڑ کے اس پر اچھال دیا۔

''تاباں! تم اچھا نہیں کر رہیں۔'' اس کا لہجہ پست تھا۔
''یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے۔'' میں سر جھٹک کر جھولے جھولنے لگی۔
''اور ابھی دو ماہ ہی ہوئے تھے کالج میں داخلہ لیے کہ انہی دنوں بابا انتقال کر گئے۔ پہلے وہ بستر پر سوئے رہتے تھے اور پھر قبر میں جا سوئے۔ میرا دکھ بہت بڑا تھا آنسو ختم ہو گئے درد کم نہیں ہوا تھا۔ واحد زینب ہی تھی جس نے میرا غم بانٹا تھا کہ ارمغان کی تو تعزیت بھی سننا گوارا نہیں کی تھی میں نے دنیا دکھاوے کو حویلی پر بھی آزردگیاں اور اداسیاں اتری تھیں لیکن جلد ہی سب سنبھل گئے تھے مگر میرے ذہن میں بابا کی زندگی کی آخری رات آسیب بن کر چمٹ گئی تھی۔
''ڈاکٹر! میرے بابا کو کیا ہوا؟ یہ اس طرح اچانک'' میں نے ڈاکٹر ادیب حشمت کی طرف آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا جو میرے فون کرنے پر بھاگے آئے تھے۔
''بیٹا! مجھے لگتا ہے تمہارے بابا مرے نہیں ہیں انہیں مارا گیا ہے۔'' وہ ڈسٹ بن میں گری سنہری منرل بوتل کو بغور دیکھ رہے تھے۔
''جی۔'' میرے سر پر تو سات آسمان آ گرے تھے۔ اسی وقت شاہ جی تیر کی طرح اندر داخل ہوئے۔
''ہارٹ اٹیک ہوا ہے انہیں ابھی ہسپتال لے جانا ہوگا۔ شیدے! مکھن!'' ماتھے سے پسینے کے قطرے پونچھتے ہوئے وہ عجلت سے کہہ رہے تھے۔ [illegible] ڈاکٹر ہوا انہوں نے مجھے بتایا۔
''اس کی ضرورت نہیں ہے شاہ صاحب [illegible] نے بابا کا ہاتھ آہستگی سے بیڈ پر رکھ۔'' یہ [illegible]
''[illegible] آپ ہوش میں تو [illegible]
[illegible] آپ [illegible]
بابو'' [illegible]
ڈاکٹر ادیب خاموشی سے [illegible] کر چل [illegible]

[illegible] گئی تھی۔ بعد میں میں نے ڈاکٹر ادیب سے بابا کا بیان [illegible] کرنے کا ذکر کیا تو وہ بیان بدل چکے تھے۔ [illegible] جانتی تھی کہ شاہ جی نے ان کی جیب نوٹوں سے بھری ہوگی اس لیے ان کے الفاظ بدل گئے مگر اس وقت [illegible] رہنے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ [illegible] کے بعد گھر بیٹھ گئی تھی، میں نے اسے بہت [illegible] کہ میرے ساتھ داخلہ لے لو مگر اس نے کہا کہ وہ [illegible] اوقات نہیں بھولنا چاہتی۔ میں نے اس سے ڈاکٹر ادیب کا ذکر کیا تو وہ بولی۔
''شک تو بہت سے لوگوں کو ہے لیکن جہاں پیسہ بولتا ہو وہاں سب گونگا ہو جاتا ہے، تجھے اگر سچ تک پہنچنا ہے تو آنکھیں کھلی اور زبان بند رکھنی ہوگی۔'' اور میں نادان تو نہیں تھی اسی لیے خاموشی کو ہتھیار بنا لیا۔
''میں تو سمجھتا تھا کہ تیری بھتیجی بہت شور کرے گی یہ تو شرافت سے بیٹھ گئی ہے۔ لگتا ہے عقل میں بھی [illegible] پڑ گئی ہے۔'' بابا کے انتقال کے سات [illegible] بعد میں نے شاہ جی کی سرگوشی سنی تھی۔
''[illegible] مجھے بھی تھا لیکن لگتا ہے صدمے نے زبان [illegible] ہے [illegible] زیادہ خوش ہونے کی ضرورت [illegible] گنتے ہوئے بیٹا حسنین کو مرے [illegible] سفاکی سے وہ اپنے سگے بھائی کی [illegible] کر رہی تھیں۔ میں نے سہارے کے لیے [illegible]
[illegible] سفاک حقیقت ہے کہ لہو کو بھی پانی میں [illegible]
[illegible] سے اس کا رشتہ دیکھ کر [illegible] تھے میں نے [illegible] حویلی [illegible]
[illegible]
[illegible] میں [illegible]
[illegible]
[illegible] کوئی رستہ بھی تو نہیں ہے۔''

''حسنین کو اسی وجہ سے ہی اتنے سال لٹکا کر رکھا کہ کاغذات قبضے میں آ جائیں لیکن '' وہ بے چینی سے کہہ رہے تھے اور میں سسکیاں روکنے کی کوشش میں کمرے کی طرف بھاگی تو ارمغان لدا پھندا دیوان کی طرف بڑھ رہا تھا۔
''کیا ہوا؟'' وہ ٹھٹک کر رک گیا اور میں چہرے پر ہاتھ رکھے کچن کی طرف بھاگ لی۔ ''تابی! بات تو سنو۔'' وہ میرے پیچھے لپکا مگر میں نے پوری قوت سے دروازہ بند کیا تھا۔ ''آؤچ '' آواز آئی اس کی انگلیاں دروازے میں آ گئی تھیں۔ مارے تکلیف کے اس نے دھڑ سے دروازہ کھولا۔ ''تم تم سمجھتی کیا ہو اپنے آپ کو '' تکلیف کی شدت کے باعث اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے مگر مجھے بے تحاشہ روتے دیکھ کر وہ واپس پلٹ گیا۔ میں زینب کی گود میں سر رکھے بس روئے جا رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

احمد شاہ حسن اس بار الیکشن میں کھڑے ہو رہے تھے۔ بھرپور تیاریاں جاری تھیں مزارعوں اور کسانوں کا دل جیتنے کے لیے انہیں اضافی فنڈ بھی دیئے جا رہے تھے۔ ارمغان بھی دن رات مصروف تھا اور اس کی مصروفیت میرے تن بدن کو آگ لگا رہی تھی۔ احمد شاہ حسن نے اسے بیٹا بنا کر اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا اور وہ بیٹا بن کر دکھا رہا تھا۔ میرے سیکنڈ ایئر کے امتحانات کل ہی ختم ہوئے تھے۔ خوب سونے کے بعد شام کو بھی تو ارمغان باغ میں کین کی کرسی پر بیٹھا شیدے اور مکھن کو بینرز اور اسٹیکر [illegible] کی ہدایات [illegible]
''زینب یار چائے تو پلا دو۔'' شام کے [illegible] پنکھی جھلتے ہی باغ میں جھولا جھولنا اور پھل توڑ کر کھانا میرے [illegible] معمول میں شامل تھا [illegible]
[illegible]
[illegible]
میں جھولے پر بیٹھی [illegible] زینب کو [illegible]

رہا تھا۔ میرون سوٹ میری گلابی رنگت پر کھلتا بھی بہت تھا۔ اسی لیے ارمغان کی نگاہوں کا کھٹکنا مجھے معمول کی بات لگا تھا' اس وقت کئی مزارعے بھی وہیں چلے آئے۔ جانے کیا سوچ کر میں نے شیدے کو بلایا اور اس کے ہاتھ سے اسٹیکر لے لیے۔

''انتخابی نشان' چھتری!'' میں نے احمد شاہ حسن کی بدہیئت تصویر کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''حالانکہ ان کا انتخابی نشان تو ''لوٹا'' ہونا چاہیے۔''

''آپ جائیں اندر......'' ناگواری سے کہتے ہوئے ارمغان نے میرے ہاتھ سے اسٹیکرز لے لیے۔ زندگی میں پہلی بار اس نے مجھ سے اتنے اجنبی انداز میں بات کی تھی۔

''چچ...... چچ...... وکالت پڑھتے ہوئے بھی اس قدر ناانصافی؟'' میں نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود دو درجن کے قریب اسٹیکرز مسل کر نیچے پھینک دیے۔ شیدا ہکا بکا رہ گیا تھا۔ مزارعے بھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ارمغان نے مکھن سے ان کو باہر لے جانے کا کہا۔

''کیوں افسانہ بنوا رہی ہیں؟'' وہ پھر مجھ سے دانت پیس کر دھیمے لہجے میں بولا تو میری ہنسی چھوٹ گئی۔

''میں تو تمہیں شاہ جی کا بھتیجا سمجھتی تھی لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ تم ان کے زرخرید بھی ہو۔''

''تاباں!'' وہ مارے ضبط کے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ ''خاموش رہو۔''

''جاؤ شیدے...... مکھن پورے گاؤں میں یہ اسٹیکر لگا آؤ' بینرز لگا آؤ۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ جیت ان کی ہوتی ہے یا میری......'' جھولے سے اتر کر میں نے ارمغان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ حیران رہ گیا۔

''تم...... تم ان کے مقابلے پر آؤ گی؟''

''ہاں...!''

''[illegible] سیاست میں [illegible] اتنی چھوٹی عمر ہے تمہاری پھر بھی [illegible]''

''پیسہ ہو تو کچھ مشکل نہیں'' میں شیدے اور مکھن کو دیکھنے لگی جو اشتہاروں پر لئی لگا رہے تھے۔

''اٹھارہ سال کوئی اتنی کم عمر بھی نہیں ہے' ویسے بھی میرا شناختی کارڈ بن چکا ہے۔''

''اچھا مذاق کر لیتی ہو۔'' وہ اب ہنسنے لگا تھا۔

''یہ مذاق ہے یا حقیقت... تمہیں جلد ہی پتا چل جائے گا۔''

''تاباں!'' میرے لہجے کی سنجیدگی نے اسے خائف کر دیا۔ ''کیوں جانتے بوجھتے کنوئیں میں چھلانگ لگانا چاہتی ہیں؟ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مقابل احمد شاہ حسن ہے جو اپنے راستے کی ہر دیوار کو ٹھوکر سے اڑانے کا فن جانتا ہے۔ تم اتنی نازک اور کمزور سی لڑکی ہو' جذباتی ہو کر سوچتی ہو۔ بھلے وہ میرے چچا ہیں میں ان کی سانپ جیسی فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں بچپن سے یہاں رہا ہوں۔ ان کی جی حضوری کرتا ہوں یہ میری فطرت ہے یا میری مجبوری... لیکن مجھے اقرار کرنے دو کہ اس کی وجہ صرف اور صرف تم ہو تاباں! ہمارے درمیان اب دوستی کا واحد رشتہ بھی ختم ہو چکا ہے تم نے ایسا چاہا تھا میں نے نہیں لیکن میں تمہارا عجیب رویہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ تم میرے لیے کیا ہو یہ میں لفظوں میں نہیں بتا سکتا لیکن یہ سچ ہے کہ صرف تمہاری خاطر میں نے [illegible]'' زینب کو آتے دیکھ کر اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی تھی اور میں جو آنکھیں پھاڑے [illegible] تھی ایک دم ہوش میں آ گئی تھی۔

''بس...... ڈراما ختم ہو گیا ہو تو یہاں سے جاؤ۔ [illegible] قسم [illegible] مجھ پر [illegible] انداز نہیں ہو سکتے۔''

''تاباں تم... !'' وہ کچھ کہنے لگا تھا مگر پھر لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

[illegible]

''بخش دوں گی' جب وقت آئے گا۔'' میرا ذہن اس کی باتوں سے کھولنے لگا تھا۔

❀ ❀ ❀

''تابی! ایک دم بے وقوف ہے تو!'' میری بات سننے کے بعد اس نے سرگوشی میں کہا' وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کمرے میں سے آئی اور کرسی پر بیٹھ کر میرے قدموں میں بیٹھ گئی۔ ''اگر تجھے شاہ جی کو نیچا دکھانا ہے تو یہ بات مناسب ہے' تو ارمغان کو سیڑھی بنا سکتی ہے۔ اگر تجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو پتا چل جائے گا کہ کتنے پانی میں ہے۔''

''مطلب؟'' میری آنکھوں میں واضح الجھن تھی۔

''مطلب یہ میری بھولی بھالی مالکن'' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ ''میں نے کبھی شطرنج کھیلی تو نہیں ہے لیکن واقفیت ضرور ہے' تجھے ارمغان سے کہنا ہے کہ اگر وہ اپنی محبت میں سچا ہے تو اسے وہی کرنا ہوگا جو تو چاہے گی۔''

''اور وہ ایسا کرے گا؟''

''[illegible] تجھے چننا ہے [illegible] اگر وہ تیرے [illegible] ہوا تو اسے تیرا ساتھ دینا پڑے گا۔ ورنہ [illegible]''

''[illegible] میں تو اسے منہ دینا پسند نہیں کرتی [illegible]'' میں تذبذب میں پڑ گئی۔

[illegible]

''[illegible] کھل رہی ہے ورنہ پچھلے دنوں جو بخشو موچی [illegible] رافیہ کا ریپ کیس ہوا تھا سید حاجیل کی ہوا [illegible] پھوپا صاحب کو۔''

[illegible]

''دوریاں تبھی بنتی ہیں جب انہیں بنایا جائے اور ہلانے والے ہاتھ نظر تو نہیں آتے لیکن کٹھ پتلی تماشہ بھی دیکھتے ہیں۔ عاصم رفیہ کا بھائی آیا تھا نا اس دن' دیکھی تھی اس کی حالت...؟'' اس کی سیاہ طلسمی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ میں کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر آہستگی سے بولی۔

''میری تو شاہ جی سے دشمنی کی وجہ صحیح ہے زینو پر تو ان سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے؟''

''صرف میں نہیں گاؤں کا ہر فرد ان سے نفرت کرتا ہے تاباں! ابلیس سے کوئی محبت کر سکتا ہے؟ تمہارے دادا جی نے اس گاؤں کو جو عزت' شہرت' ترقی اور مان دیا تھا شاہ جی نے گلیوں کی راکھ بنا ڈالا۔ آج کوئی لڑکی اس ڈر سے گھر سے باہر نہیں نکلتی کہ شاہ جی کے پالتو کتوں کی نظر نہ پڑ جائے اس پر... جس کا جب جی چاہتا ہے لڑکی اٹھا لیتا ہے' عورت کو بازاری شے بنا کر رکھ دیا ہے۔ میرا اس گھر کے سوا کوئی آسرا نہیں رہا' جب سے ابا کا قتل ہوا ہے' آخری پناہ گاہ بھی یہی بن گئی ہے۔ سجاول وہاں کراچی میں کام کرنے لگا ہے۔ میں نے سے بات کی تھی مگر وہ کہتا ہے کہ تم کراچی آ جاؤ۔ میں کراچی کیسے جاؤں...؟ صرف تمہارا آسرا ہے مجھے جو شاہ جی کے عتاب سے بچی ہوئی ہوں ورنہ ان کی غلیظ نظروں سے [illegible] اور تم نفرت کی وجہ پوچھتی ہو؟ میں تو یہ سوچ کر حیران ہوتی ہوں تابی! جن کے اپنے گھر میں بیری ہو وہ دوسروں کے آنگن میں پتھر کیوں اچھالتے ہیں؟''

''حریف پارٹی کون ہے؟'' میں نے ماحول کی تلخی کم کرنا چاہی۔

''علی عباس گیلانی... عباس گیلانی کا بیٹا ہے [illegible]''

[illegible] ہو جائے گی۔ [illegible]

"میں اسی لیے کچھ کہنے سے ڈرتا ہوں۔"
"بولو منظور ہے۔" میری بات نے اس کے چہرے کا رنگ بدل دیا تھا۔
"تم مجھے آزمانا چاہتی ہو؟"
"میں پتا نہیں کیا چاہتی ہوں لیکن تمہیں ہاں یا ناں میں جواب دینا ہے۔ بدلے میں "
"مجھے کچھ نہیں چاہیے' تمہارے اقرار کے سوا۔"
"اس کا مطلب ہے تم میرا کام کردو گے لیکن میں اقرار کی گارنٹی نہیں دے سکتی۔"
"چلو جو تم چاہو۔ میں ایسا ہی کروں گا جیسا تم چاہتی ہو۔" وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور میں وہیں کھڑی رہ گئی۔

❁ ❁ ❁

اور پھر ویسا ہی ہوا تھا جیسا میں نے چاہا تھا' شاہ جی الیکشن ہار گئے تھے۔ ان کے کالے کرتوتوں کی کہانیاں خوب چھپی تھیں اخبارات میں وہ آج کل زخمی سانپ کی طرح بلبلاتے پھر رہے تھے اور اس سانپ کو ڈھونڈنے میں ہلکان تھے جو ان کی اپنی آستین میں تھا۔ پھپھو اور ان کی بیٹیاں شاہ جی کے کارناموں کی وجہ سے منہ چھپائے شاہ جی سے ناراض پھر رہی تھیں اور میری تو دلی مراد بر آئی تھی۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کی غرض سے میں دو دن کے لیے اپنی رتے کی حالت کی طرف چلی گئی تھی اس لیے کہ اپنی خوشی کو بھرپور طریقے سے منا سکوں اور پھر وہاں اپنے ننھے منے کزنز اور خالہ خالو کی محبت میں ہفتہ لگا بیٹھی تھی۔ مجھے اپنی جیت کی اس قدر سرشاری تھی کہ ان دنوں میں زینب کو بھی بھول ہوئی تھی [illegible] زینب [illegible] رہتی تھی۔ [illegible] مجھے [illegible] بھی خبر ہوتی کہ میری [illegible] دوری زینب کو [illegible]

❁ ❁ ❁

[illegible]

تھی جسے میں نے اپنے دل کی سب سے اونچی مسند پر بٹھا رکھا تھا۔ وہ میرے لیے کیا تھی' میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں لاہور سے خوب شاپنگ کے دوران اس کے لیے بھی بہت کچھ لائی تھی مگر مجھ سے پہلے ہی بدنصیبی اس کی چوکھٹ پر پہنچ گئی تھی۔ غلام و چاچا کے تانگے پر سوار اس کے دس سالہ چھوکرے سے باتیں مٹھارتی میں بڑے مزے سے حویلی کے مین گیٹ پر پہنچی تو چند مزارعے کسی لڑکے کو بری طرح زدوکوب کر رہے تھے۔ میرا دل انجانے وسوسوں سے دہل اٹھا۔
"یہ یہ کیا ہو رہا ہے چاچا!" میں نے چلتے تانگے سے چھلانگ لگانا چاہی تو انہوں نے فوراً تانگہ روک دیا۔
"پتا نہیں پتر! مولا خیر کرے۔" وہ بھی گھبرا گئے تھے پھر مجھے جلدی سے اتار کر آگے بڑھتے ہوئے بڑبڑائے۔ "بڑے لوگوں کے بڑے سیاپے۔"
میں نے سیاہ سفری بیگ شانوں پر لٹکا کر تیزی سے اندر کا رخ کیا۔
"یہ یہ کیا کر رہے ہو؟ تم لوگ پاگل ہوگئے ہو کیوں اس مظلوم کو جان سے مارنے پر تلے ہو؟" میں ان کو پیچھے ہٹاتی آگے آئی تو نڈھال سے عاصم کو دیکھ کر آنکھیں پھٹ گئیں۔ یہ بخشو موچی کا بیٹا تھا۔ حویلی کسی نہ کسی کام سے آتا رہتا تھا۔
"آپ اندر جاؤ بی بی! خوامخواہ اس سب [illegible] نہ پڑو۔ شاہ جی پہلے ہی بڑے غصے میں [illegible] آپ پر نہ برس جائیں۔" شیدے نے [illegible] میں [illegible]۔

[illegible]

یک غریب لڑکے کو مار رہے ہو۔" میں نے مزارعوں کو پرے دھکیلا۔
"دیکھیں بی بی! آپ بات جانے بغیر فیصلے نہ دیں۔ اس بے غیرت کو تو " وہ گالیاں بکنے لگا۔
"شیدے! اپنی اوقات میں رہو' مجھے سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ زبان گدی سے کھینچ لوں گی اگر بکواس کی تو۔"
"چھوٹی بیگم صاحب! دماغ نہ چاٹیں ہمارا اندر جائیں بڑے آئے کہیں سے اوقات والے۔"
"[illegible]! ہم اوقات والے ہی ہیں اسی لیے اتنا سنبھل کر بات کر رہے ہیں۔ عاصم! تم بتاؤ' ہوا کیا ہے؟" میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کا سر اونچا کیا تو اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔
"بی بی! مجھے بچالو' چھوٹی بی بی! میں نے کچھ نہیں کیا۔ [illegible]" اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ میں نے [illegible] کو باہر بھیج دیا۔
"[illegible] میں پانی لے کر آتی ہوں۔" مگر جب میں [illegible] رپورٹ پیش کر چکا تھا۔
[illegible] کی وجہ سے یہ نوبت آئی ہے۔ وہ [illegible] اپنی بلا ہمارے سر منڈھ گیا۔ آج [illegible] شاہ جی پھنکارتے ہوئے باہر نکلے تو میں [illegible]

[illegible]

بے مول تھے' میں اس کی حالت دیکھ کر ڈھے سی گئی تھی۔
"زینب زینو تجھے کیا ہوا ہے؟" سرگوشی کے انداز میں میرے لبوں سے یہ لفظ نکلے تھے اور وہ کھوئی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "زینو کیا ہوا ہے تجھے؟" میں نے اسے جھنجوڑا وہ ہنوز پاگلوں کی طرح مجھے تک رہی تھی۔ "زینب! میں کیا پوچھ رہی ہوں تجھ سے۔" میں نے اس کے شانوں کو زور سے دبوچ کر ہلایا۔
"تابی تو آگئی ؟" اس نے حیرانی سے استفسار کیا۔ "تو آگئی تاباں ! میری بربادی کا تماشہ دیکھنے۔" اس نے میرے چہرے کو چھو کر محسوس کرنا چاہا۔
"زینو! میری جان بتا تو سہی' تجھے ہوا کیا ہے؟ میرا دل دہل رہا ہے۔" میں نے بےتابی سے اس کا چہرہ تھام کر پوچھا تو وہ مچل کر میرے سینے سے آلگی۔
"تو اب آئی ہے تابی ! سب کچھ ہونے کے بعد مجھ پر قیامت بیت گئی اور تو اب آئی ہے؟" وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔
"اب تو آگئی ہوں زینو! مجھے بتا تو سہی ہوا کیا ہے؟" میں نے اس کے بالوں پر اپنے لب رکھ دیے۔ "تیری یہ حالت کیسے ہوگئی۔ کس نے کیا ہے یہ ؟"
"اتنا ظلم تابی جس کا میں نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔" وہ چند لمحوں کے لیے رک کر میرا چہرہ دیکھنے لگی۔ "میں نے کون سا گناہ کیا تھا تاباں' جس کی سزا مجھے زندگی میں ہی مل گئی۔ [illegible]

[illegible]

"کیا ابھی بھی تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے تاباں!"
اس کا لہجہ بوجھل ہوگیا تھا میں نظریں چرا کر سبز شاخوں پہ پھدکتی چڑیوں کو دیکھنے لگی۔

"مجھے کسی پر اعتبار نہیں ہے ارمغان! سگے رشتوں نے مجھے اتنے درد دیئے ہیں کہ میرا یقین کھو چکا ہے۔ میں اس خالی کمرے کی طرح ہوں جہاں روشنی کا گزر نہیں ہر طرف تاریکیاں ہیں پھر بھی میں نے اپنے اندر کو مرنے نہیں دیا' کیونکہ میں جینا چاہتی ہوں' پورے اعتماد اور طاقت کے ساتھ۔" میری گردن خود بخود تن گئی تھی۔

"اس کے لیے تمہیں اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ ابھی تو تم خود اسٹوڈنٹ ہو' کسی مقام پر پہنچنے کے لیے تمہیں وقت درکار ہے اور اگر تمہیں جینے کی خواہش ہے تو اس خواہش کو یہیں دفن کردو۔"

"تمہارا مطلب ہے زینب [illegible]"

"ہاں...... کیونکہ اس میں سراسر نقصان ہے تمہارا۔ جب وہ وقت آجائے کہ تم ان کے مقابل آسکو پھر تمہیں گڑے مردوں کو اکھاڑنا چاہیے۔ تمہاری سمجھ میں آرہی ہے نا میری بات......؟"

"مگر میں [illegible]" اس پل سونیا کو روش پر آتے دیکھ کر میں خاموش ہوگئی۔

"دغنی! تم کتنی دیر سے یہاں بیٹھے وقت ضائع کررہے ہو۔ جب میں نے تم سے شاپنگ کا کہا تھا تو تمہیں بہت ضروری کام یاد آگئے تھے۔" اس نے آتے ہی طنز کا نشتر اچھالا تھا۔

"میں تاباں سے ضروری بات ہی کررہا تھا۔" وہ بات ادھوری رہ جانے کی وجہ سے جز بز ہوگیا تھا۔

"اچھا [illegible] ایسی کون سی ضروری بات ہورہی تھی ذرا مجھے بھی تو پتا چلے......"

"تمہارے مطلب کی نہیں ہے۔" اس نے کہا تھا اور میں خود کو غیر اہم محسوس کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

❀ ❀ ❀

ارمغان جو بات مجھے سمجھانا چاہتا تھا وہ بخوبی مجھے سمجھ میں آگئی تھی۔ میں نے چپ سادھ لی تھی اور پھپھو نے تو شکر ادا کیا تھا کہ میری نوگز لمبی زبان اندر ہوگئی تھی۔ میں نے تعلیمی سفر بدستور برقرار رکھا تھا اور آج کل ایم فل کررہی تھی۔ وہ تپتی جولائی کی ایک گرم دوپہر تھی جب زینب کی پہلی بددعا نے عرش کا تختہ ہلا دیا تھا۔ جانے یہ کیا تھا مگر احمد شاہ حسن پر فالج کے حملے نے اس کی اکڑ' غرور' تمکنت سب چھین لیا اور وہ اسپتال کے کمرے میں ایک ناکارہ وجود کی طرح پڑا رہ گیا۔ اس سے اگلے ہی ماہ سونیا جو یونیورسٹی ٹرپ پر شمالی علاقہ جات گئی تھی' اس کی ویگن کو حادثہ پیش آنے کی وجہ سے موقع پر ہی جاں بحق ہوگئی تھی۔ میں خاموش تھی اور آسمان والا فیصلے کررہا تھا۔

چھوٹی اور لاڈلی بیٹی کی نعش گھر آنے پر وہ کہرام بپا ہوا کہ پھپھو نیم پاگل سی ہوگئیں۔ بڑی دونوں بیٹیوں کی آنکھوں میں بھی بے پناہ خوف تھا گو کہ نغمانہ شادی شدہ تھی لیکن اس کا شوہر انتہائی حریص اور لالچی طبیعت رکھتا تھا' اس نے نغمانہ سے اس کی دولت جائیداد کی خاطر ہی شادی کی تھی۔ اور وہ اس بات پر مصر تھا کہ وہ باپ سے اپنا حصہ لے کر آئے' جب سے پھپھو بستر پر آئے تھے وہ تب ہی حویلی آئی تھی ورنہ اسے اجازت نہیں تھی۔ پھپھو نے تو اسے کبھی کا معاف کردیا تھا لیکن احمد شاہ حسن یہاں آکر بہت باعزت اور غیرت مند ہوگیا تھا۔ [illegible] اب تو وہ نہ تین میں رہا تھا اور نہ تیرہ میں۔ ملازموں کے رحم و کرم پر زندگی کے باقی ماندہ دن [illegible] ہوچکا تھا۔ پھپھو گم سم سی کیفیت میں تھیں۔ [illegible] جو ہمہ وقت تنتناتی پھرتی تھیں اب گنگ ہوکر رہ گئی [illegible] میں تو ان دنوں ہر احساس سے عاری اپنے [illegible] فکر میں غلطاں تھی۔ اس وقت بھی میں کتاب گھٹنوں پر رکھے سیب کترنے میں مشغول تھی جب گرے کاٹن [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] پوچھا۔

"مشکل کو [illegible]"
"ختم کب تک ہوں گے؟"
"چودہ تک۔"
"تیاری کیسی ہے؟"
"جیسی ہونی چاہیے۔" میں نے کتاب سائیڈ پر رکھ کر ٹانگیں نیچے لٹکالیں۔
"تم کبھی اچھے موڈ میں بھی ہوتی ہو؟" اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا۔
"نہیں [illegible]"
"عجیب لڑکی ہو تم [illegible]!"
"جانتی ہوں میں [illegible] اور کچھ [illegible]؟"
"پھر بھی اچھی لگتی ہو۔" اب کے میں نے اسے دیکھا تھا۔ وہ وہی چمک آنکھوں میں لیے محویت سے مجھے تک رہا تھا۔ میں نظریں چرا گئی۔
"یہ بھی پرانی بات ہے۔"
"نئی بات تم ہی کرلو۔"
"مجھے نہیں آتی۔"
"مجھ سے دوستی کروگی۔"
"دشمنی کب تھی؟" بے ساختہ لبوں سے پھسلا۔
"[illegible] دوستی [illegible]؟"
"مجھے [illegible] نہیں تم سے دوستی کی [illegible]"
"تو [illegible] محبت ہی کرلو۔"
"[illegible] کرو۔"
[illegible] اس نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔ [illegible] میری سماعتوں میں کسی ہنسی کی آواز گونجی تھی [illegible] محسوس ہوا [illegible]

[illegible] میں خود [illegible]

[illegible]

[illegible]

"[illegible]"

"[illegible]"

"کیا تم مجھے پڑھنے دوگے؟"
"میں نے کب منع کیا ہے۔"
"تو جائیں تشریف لے جائیں یہاں سے تاکہ میں کچھ پڑھ سکوں۔"
"آج کوئی سونیا نہیں آئے گی۔" وہ یونہی بول گیا۔ میں چپ رہی۔
"تمہیں سونیا کی موت پر افسوس ہوا ہے؟"
"تمہیں خوشی ہے تو میں کیا کرسکتی ہوں۔" اب کی بار وہ دوبارہ ہنسا تھا مجھے گھبراہٹ ہونے لگی۔ "پلیز! تم یہاں سے جاؤ۔"
"چلا جاتا ہوں' میں تو تمہیں ایک بات بتانے آیا تھا۔"
"مجھے تمہاری کسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
"اچھا [illegible] ایسی بات ہے تو یونہی سہی۔" وہ ہاتھ جھاڑ کر اٹھ گیا۔ مجھے ذرا بھی تجسس نہیں ہوا۔
"میں نے زینب کو دیکھا تھا کل......" اس نے میری سماعتوں میں بم پھوڑا تھا۔
"کیا [illegible] ! تم سچ کہہ رہے ہو؟" میں بے یقین تھی۔
"میرا خیال ہے میں جھوٹ نہیں بولتا اور کم از کم تم سے تو بالکل بھی نہیں۔" اس نے گردن موڑ کر بغور مجھے دیکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھ گیا۔
"رمغان!" میں نے پکارا تھا۔ اس نے سنا ہی نہیں۔

❀ ❀ ❀

"تمہیں پتا ہے میں کتنی بے تاب ہوجاؤں گی یہ خبر [illegible] پھر بھی تم پوری بات بتائے بغیر چلے گئے؟" وہ [illegible] چلا گیا تھا اور پورے دو دن بعد واپس آیا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ میں اس کے انتظار میں دن گنتی رہی تھی۔

"[illegible]"

بے نیاز بن رہا تھا۔
"کہاں دیکھا تم نے زینب کو...... کیسی ہے

وہ......؟''

''میں دوسرے گاؤں گیا تھا اپنے ایک دوست کے والد کی وفات پر...... وہیں وہ آئی ہوئی تھی' میں اسے پہچان نہیں پایا' اس نے پہچان لیا تھا اور حال احوال پوچھا تھا میرا... اور''

''اور'' میں تیزی سے کھڑی ہوگئی۔

''اور تمہارا ذکر کر کے رونے لگی تھی۔''

''پلیز! مجھے اس کے پاس لے چلو...... پلیز ارمغان!'' میری آنکھوں میں نمی پھیلنے لگی تھی۔

''پھر کبھی جانا ہوا تو لے جاؤں گا۔''

''پلیز غنی!'' میں نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا بازو چھوا تھا۔ یہ قطعی غیر اختیاری عمل تھا۔ جہاں وہ ٹھٹکا میں اپنی جگہ خجل سی ہو کر رہ گئی۔

''غنی......'' اس نے دھیرے سے اپنا نام دہرایا یہ میں اسے بہت بچپن میں بھی کہا کرتی تھی۔ ''پھر کہو تاباں...... پھر سے کہو۔''

''مجھے زینب کے پاس لے چلو گے؟''

''ابھی چلو......'' وہ یقیناً بہت خوش تھا جبھی تیار ہوگیا۔

''کیا واقعی ابھی......؟''

''ہاں...... میں گاڑی نکال رہا ہوں' تم چادر لے آؤ۔''

''میں بس ابھی آتی ہوں۔'' مجھے یقین نہیں تھا وہ اتنی آسانی سے مجھے زینب سے ملوانے لے جائے گا۔ میں بے حد خوش تھی۔ زینب سے ملنے کا تصور ہی اتنا خوش کن تھا کہ میں اس دن اس کی ہر فضول بات چپ چاپ سنتی رہی۔

❀ ❀ ❀

''تاباں! میری زندگی کا ہر گزرتا دن آزمائش ہے اور ہر آنے والا پل خوف... مجھے اپنے نصیب کا... پہلے سے ادراک تھا۔ ہم جیسے لوگ جو مجبوری... ان کے نصیب آزمائشوں سے مشروط ہوتے ہیں۔ میں پہلے بھی بخت آور نہ تھی لیکن احمد شاہ نے تو میری بدقسمتی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ تو اس کی حریص طبیعت سے تو لاعلم نہیں تاباں! وہ عورتوں پر کس حد تک ظلم کرتا ہے تجھے پتا ہے۔'' اس نے کچی زمین پر انگلی سے لکیر کھینچی۔ یہ کیفیت اس کے اندرونی اضطراب کی غماز تھی۔

''وہ مجھے دولت جائیداد کا لالچ دیتا' وہ مجھے حویلی کی مالکن بنانا چاہتا تھا... مگر میں بدنصیب ضرور تھی' بدکردار نہیں تھی' تاباں' معاشرے میں طوائفیں یونہی نہیں جنم لیتیں' انہیں احمد شاہ جیسے بے ضمیر آدمی مجبور کرتے ہیں۔ جن کے اپنے آنگن میں بیریاں ہوں وہ دوسروں کے گھر پر پتھر کیوں اچھالتے ہیں؟'' عجیب سوال تھا' میں چپ رہی' کہتی بھی کیا؟ ''تیرا وجود ایک سائبان کی مانند تھا' میں ہر لمحہ تیرے ساتھ خود کو بہت محفوظ تصور کرتی تھی تو گئی تو مجھے لگا کہ وہ کسی لمحے آ کر مجھے دبوچ لے گا۔ میں بہت ڈری ہوئی تھی' میں تجھ سے رابطہ کرنا چاہتی تھی کہ تو جلد سے جلد واپس آجا۔ اسی روز مجھے پتا چلا کہ چاچا کرم الٰہی جو ویگن کے اڈے پر ملازم تھا' لاہور جا رہا ہے مجھے کچھ اور نہ سوجھا تو میں نے جلدی سے تیرے نام خط لکھ کر اس کے نواسے کو بلوا بھیجا کہ وہ تجھ تک میرا خط پہنچا دے۔ میں نے اس میں احمد شاہ کی خدشوں کی داستان لکھی تھی' وہ آیا تو میں نے خط اسے حفاظت سے تجھ تک پہنچانے کا کہا مگر...'' سسکی لی۔ ''... اس نے ... سارے ... حویلی کی قسمت میں ... دیئے تھے۔ اس نے میرے خط کو غلط رنگ دے دیا... بھی اڑ چکا تھا۔ وہ احمد شاہ کو دیکھ کر وہاں سے بھاگا تو اسے اس کے ملازموں نے پکڑ لیا۔ وہ اس سے خط چھیننا چاہتے تھے جس میں میں نے احمد شاہ کی سیاہ... داستان لکھی تھی... اور اس غریب نے گھبرا کر وہ خط ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں اڑا دیا۔ اس کا یہ کرنا تھا کہ احمد شاہ کے پالتو کتے اس پر پل پڑے۔ مجھے اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن... بھی کیا... احمد شاہ کے پالتو کتے عاصم کو پیٹ رہے تھے وہ... اس نے انتہائی رکیک الزامات... اس نے کہا میں نے پہلے بھی دونوں کو کئی بار رنگے ہاتھوں پکڑا' سمجھایا بھی لیکن یہ باز نہیں آنے والے... اٹھارہ سال کا وہ معصوم لڑکا بری طرح پٹ رہا تھا اور میں تو اپنے اوپر تھپنے والے الزامات کو سن کر ہی غش کھا گئی تھی پھر تماشائی تماشا دیکھتے رہے اور...... میں نے مرنے کی بہت کوشش کی لیکن بچ گئی کاش! میں مرجاتی تاباں کاش...!'' وہ رو رہی تھی اور میرے آنسو بھی کب رکے تھے۔ ''پھر اس نے مجھے حویلی سے نکلنے کا حکم دے دیا' میں کہاں جاتی تاباں! میرا کون تھا اس دنیا میں... مجھے تو کوئی راستہ نہیں آتا تھا' اور تو بھی تو میرے لیے کچھ نہ کرسکی... مجھے ارمغان نے کہا تھا کہ میں اپنی زبان بند رکھوں وہ تیری بھلی چاہتا تھا' وہ نہیں چاہتا تھا کہ تو احمد شاہ کے مقابلے میں آئے اور وہ تیرے ساتھ بھی کچھ غلط... وہ انسان کے روپ میں شیطان ہے تاباں'... بات کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ میں یہ بات... میں نے اس وقت اپنے لب سی... تھا تو میرے راستے میں دیوار بن... اور احمد شاہ سے بعید نہ تھا کہ وہ... ثبوت دینے... تیرے...

... کہنے پر ہی حویلی چھوڑ دینے کا سوچ لیا کیونکہ احمد شاہ مزید میرے ساتھ کیا سلوک کرتا اس سے بے خبر نہیں تھی میں... ارمغان مجھے میرے نام نہاد ماموں کے گھر چھوڑ گیا تھا جو آج میرا شوہر ہے۔'' ململ کے دوپٹے سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے میری طرف دیکھا۔ ''حمید اختر کی پہلی بیوی مرچکی تھی تو اس نے مجھ سے نکاح کرلیا۔ اس کی چار بیٹیاں تھیں چاروں مجھ سے بڑی ہیں اور میں ان کی ماں ہوں۔'' وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔ ''تاباں! مقدر کتنا رلاتے ہیں نا! نصیب برے ہوں تو انسان رل جاتا ہے۔ میری آنکھوں میں بینائی کے ساتھ سمندر بھی رکھ دیا ہے مالک نے جو کسی لمحے خشک نہیں ہوتیں۔ حمید شطرنج اور جوئے کا کھلاڑی ہے۔ نشے میں دھت میرے گھر آتا ہے تو میں اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں خوش قسمتی کا عنصر ڈھونڈتی رہ جاتی ہوں۔ میں خود کو بہت سخت جان سمجھتی تھی مگر میرا وجود تو بہت کھوکھلا نکلا' مجھے کینسر کی بیماری ہے دماغی کینسر۔''

''کیا!'' میں چیخی۔ ''زینب! پلیز ایسا مت کہو۔''

''حقیقت چھپ نہیں سکتی اور پھر مجھے اس بات کا کوئی غم نہیں ہے' میں نے اتنا برداشت کیا ہے زندگی کو کہ اب اس بیماری سے بھی فرق نہیں پڑتا۔ تھوڑے سے ہی دن رہ گئے ہیں زندگی کے... میں تو موت کا انتظار کرتی رہتی ہوں۔''

''زینب! تو اس قدر پتھر ہوچکی ہے' میں حیران ہوں؟''

''حیران مت ہو... میں نے بھی جینا... چھوڑ دیا ہے۔''

...

''مجھے... مرنا بھی کیا ہے تاباں! کس کے لیے زندگی کا سامان کروں تو خود سوچ... اس زندگی سے تو...

"میں ابھی چلتی ہوں زینب! جلدی میں نکل آئی ہوں' پھر بہت جلد آؤں گی۔" میں اس کی اداسی ختم کرنے کی غرض سے بولی تو وہ مسکرادی۔

"میں تیرا انتظار کروں گی' جلدی آنا۔" میں اٹھی تو وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہوگئی۔

"تاباں! ایک بات کہوں' برا تو نہیں مانو گی؟"

"تم چار برس مجھ سے دور رہ کر یہ بھی بھول گئی ہو کہ میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مناتی؟"

"ہاں جانتی ہوں لیکن" وہ رکی "تاباں! تو ارمغان کا ہاتھ تھام لے وہ تیرے بخت کا ایسا ستارہ ہے جو تیری تقدیر بدل دے گا۔"

"تو جانتی ہے زینب!"

"ہاں میں یہ بھی جانتی ہوں کہ احمد شاہ کا بھتیجا ہونے کی وجہ سے تو اسے پسند نہیں کرتی پر وہ تجھ سے محبت کرتا ہے تاباں! حویلی میں وہ تیری خاطر رہتا ہے اور اس سے بے خبر تو بھی نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ تیرا ساتھ دیا ہے' تجھے دھوپ سے بچائے رکھ' وہ ایک چھتنار درخت کی مانند ہے تیرے لیے تیرے سارے دکھ بانٹ لے گا' سارے آنسو چن لے گا' میری بات پر غور ضرور کرنا۔"

"میں اس سے ہارنا نہیں چاہتی۔" میرا لہجہ کمزور تھا۔

"پگلی! اس بار میں تیری جیت ہے' آزمالینا میری بات کو" اس نے مجھے گلے سے لگایا تو پھر سے رودی۔

❀ ❀ ❀

گئے دنوں کی عزیز باتیں
روشن جیسے گلاب راتیں
بساط دل بھی عجیب تر ہے
[illegible]
[illegible]
خشک مٹی اڑا رہی ہیں
گئی رتوں کا ملال کب تک
چلو کہ شاخیں ٹوٹتی ہیں
چلو کہ قبروں پر خوب رونے سے
اپنی آنکھیں ہی پھوٹتی ہیں!!

اور میں امتحانات کے بعد زینب سے دوبارہ ملنے کے لیے جانا چاہتی تھی جب ارمغان نے خبر دی کہ زینب تین دن پہلے اس دنیا سے جاچکی ہے اور میں ششدر رہ گئی تھی۔

کیا وہ ایک بار صرف مجھ سے ملنے کی غرض سے زندہ تھی؟

مگر وہ جیتی تو تب جب اسے جینے کی خواہش ہوتی اور اسے برباد کرنے والے کون سا سکھی رہے تھے۔ احمد شاہ کی بدحال حالت میں کوئی اس کے قریب نہیں جاتا تھا۔ پھپھو ویسے ہی نیم پاگل سی ہوگئی تھیں' کبھی بیٹھے بیٹھے ہنسنے لگتیں اور کبھی بے تحاشا رو تیں ... سرینہ نے نعمانہ کی دیکھا دیکھی خود بھی اپنی پسند سے شادی کرلی تھی۔ وہ دولت و جائیداد جس کے حصول کے لیے پھپھو اور احمد شاہ حسن نے زندگی بھر گناہ کیے تھے' اب ان کے کس کام کی رہی تھی' دونوں ہی لاچار' مجبور اور بے بس تھے۔ واقعی خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو پیسوں کے بدلے اپنی وفاداریاں تبدیل کرچکے تھے اب سب کے سب احمد شاہ کے مخالف ہوگئے تھے اور میں نے دیگر تمام لوگوں کو سکھ کا سانس لیتے دیکھا تھا۔

"زینب گناہ گار نہیں تھی' اسے ثابت کیا ... [illegible] وہی لوگ جو چند سال پہلے تک زینب ... [illegible] اٹھاتے تھے آج ان کی رائے بدل چکی تھی۔ اور [illegible] اس بات کا تھا کہ وہ [illegible] نہیں رہی تھی جواب [illegible] اور [illegible]

"یہ [illegible] سب کی زندگی میں [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

"تو آخر زینب کی زندگی کا کردار ختم ہوگیا۔"

"ہاں اس کا کردار یہیں تک تھا۔"

"اس قصے میں سب سے بدقسمت تو زینب ہی رہی نا کیوں کوئی خوشی اس کا مقدر نہ بن سکی۔ کچھ لوگ قسمت سمجھتے ہیں خود کو لیکن ایک وقت آتا ہے جب ان کی قسمت کا پانسہ پلٹ جاتا ہے' تقدیر اپنے مہرے تبدیل کردیتی ہے میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے' کچھ لوگ تاعمر قسمت کی بساط پر بازیاں جیتتے ہیں' پر کبھی ان کا مقدر نہیں بنتی' وہ تم جیسے لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"میری زندگی کی سب سے بڑی اور اہم ترین بازی تو تم ہو تاباں! تمہیں تو میں ابھی تک جیت نہیں سکا!" وہ کہہ رہا تھا' میں ان سنی کرگئی۔

"اور کچھ لوگ زینب کی طرح ہوتے ہیں تاعمر بدنصیبی ان کے تعاقب میں رہتی ہے۔ ان کے تاریک مقدر میں امید و خوشی کا کوئی جگنو ان کے دامن میں نہیں ڈالتے۔"

"ٹھیک کہتی ہو تم"

"میں ہمیشہ ٹھیک ہی کہتی ہوں۔"

"اتنی خوش فہمیاں بھی اچھی نہیں ہوتیں۔"

"[illegible] ہوں" میں نے گھورا تو وہ [illegible] کرتے ہوئے بولا۔

"نہیں نہیں میڈم! میری اتنی جرأت کہ میں آپ کو [illegible]"

"تم یقیناً اچھے شوہر ثابت ہوسکتے ہو" میں نے [illegible] لہجے میں کہا تھا [illegible]

[illegible] ہوئی۔

"تاباں ابھی کیا کہا تم نے؟"

[illegible] میں نے مسکراہٹ دبائی۔

[illegible]

[illegible]

"پلیز تاباں! سنجیدہ ہوجاؤ۔ میرا ہارٹ فیل بھی ہوسکتا ہے' میں کمزور دل کا بندہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"نہیں نہیں میں نے ایسا کب کہا؟ اچھا ٹھہرو میں یقین تو کرلوں۔" وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوگیا۔

"یہ کیا کررہے ہو؟" مجھے اچنبھا ہوا۔

"میرا دل معمول کی رفتار سے زیادہ رفتار میں دھڑک رہا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"تم!" اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کیاری میں جھک کر ادھ کھلے گلاب کی سرخ کلی توڑی اور میرے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بولا۔ "میڈم! آپ مجھ سے شادی کریں گی۔" وہ گلاب کی ادھ کھلی کلی میری طرف بڑھائے ہوئے تھا۔

"نہیں" میں نے ہنستے ہوئے گلاب کی کلی تھام لی۔ وہ فرط مسرت سے خود پر قابو نہیں رکھ پارہا تھا۔

"تاباں! کاش تم جان سکو کہ آج تم نے مجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی سے نوازا ہے۔ بے حد شکریہ تاباں!" وہ اپنی آنکھوں میں آئی ہوئی نمی صاف کررہا تھا میں حیرت سے بت بن گئی۔ "میں زندگی بھر تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکوں گا۔"

"اتنی محبت کرتے ہو تم مجھ سے؟" میرے لب لرزے۔

"یہ وقت بتادے گا تمہیں۔" وہ ڈوبتے سورج کی شفق بوم آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور میں اس کی آنکھوں میں [illegible] محبت کو

[illegible]

[illegible]

واضح حکایت کر رہا تھا ایمان کا دل دہل سا گیا۔
"ایسی باتیں مت کرو شرجیل! میں آل ریڈی بہت پریشان ہوں۔" وہ عاجز ہونے لگی۔
"تمہیں صرف اپنی پریشانی کی پروا ہے میرا خیال نہیں؟ اور سنو میں آئندہ ایسی بات کبھی نہیں کروں گا اگر تم مجھ سے میرا ساتھ نبھانے کا وعدہ کرلو۔"
"تم مجھے کچھ سوچنے کا موقع تو دو شرجیل ہوسکتا ہے کوئی راہ نکل آئے۔ اللہ مسبب الاسباب ہے۔" ایمان نے کسی قدر رسان سے کہا۔ شرجیل نے گہرا سانس بھر کے اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ ہٹالیے۔ ایمان نے خائف نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔
"تم نے اپنے گھر والوں سے بات کی؟"
"تم نے کی؟" شرجیل نے طنزیہ نگاہیں اس پر جمائیں ایمان بے ساختہ نظریں چرا گئی۔ وہ زہر خند ہوا۔
"پلیز اپنے گھر والوں سے بات کرو۔ انہیں ہمارے بارے میں بتاؤ پھر دیکھتے ہیں بابا سائیں کیا کہتے ہیں۔" ایمان ایکا ایکی جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گئی۔ بہرحال یہ طے تھا کہ اسے وقاص حیدر سے شادی نہیں کرنا تھی۔ وہ جس کی نظروں میں اس نے کھلی ڈھلی ہوس دیکھی تھی جس کے چہرے پر ہر دم ایک شیطانیت رقص کرتی تھی۔ اس کی محبت انہیں نہیں چاہتی تھی وہ جانتی تھی ایک ایسے گھٹیا سوچ کے مالک [illegible] شریک حیات کے طور پر ہرگز بھی قبول نہیں کرسکتی۔ جس کی نگاہوں میں اس کے لیے پاس کی بجائے [illegible] بے عزت ہونا اختر [illegible]۔ اس نے کئی بار وقاص کی نگاہوں کو لاریب کے حوالے سے بھی پوسٹ مارٹم کرتے [illegible]

[illegible]

"اور اگر وہاں سے انکار ہوگیا تو...؟" شرجیل نے [illegible]

[illegible]

"اس صورت میں پھر وہی ہوگا شرجیل جو تم چاہتے ہو۔" ایمان نے بات ختم کر کے اس کے چہرے کی جانب نہیں دیکھا وہ جانتی تھی شرجیل کے لیے یہ بات کتنی خوشی کا باعث ہے۔

❀......❀......❀

عباس حیدر کی شادی کی تاریخ طے ہوگئی تھی۔ اس کی کوشش تھی اس سے پہلے پہلے شوٹ مکمل کروا دے مگر یہ کام لمبا ہوتا جا رہا تھا ادھر عریشہ کی جھنجلاہٹ اور خفگی بھی۔ بالآخر عباس کو اس نے فون پر سخت سست سنائی تھیں۔
"یہ ہے تمہاری محبت عباس! بہت شور مچاتے تھے محبت عشق جنون شادی میں چند دن رہ گئے اور تمہیں ابھی بھی فرصت نہیں کہ میرے ساتھ برائیڈل ڈریس ہی پسند کرنے چل سکو۔" وہ غصے میں بولتی چلی گئی تھی۔ عباس کو مان اور استحقاق بھرا یہ انداز بہت بھایا تھا۔ جبھی دل سے مسکرایا تھا۔
"تم کچھ بولتے کیوں نہیں ہو؟ میں پاگل ہوں جو بکواس کررہی ہوں؟" وہ جھنجلا کر اس پر الٹ پڑی۔
"میری جان تم چپ کیوں ہو بولتے تمہیں سننا اچھا لگ رہا ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔ جبکہ عریشہ کا موڈ کچھ اور خراب ہوگیا تھا۔
"عباس تم اگر آج شام تک میرے پاس نہیں پہنچے تو پھر اپنا حشر دیکھنا۔" عریشہ نے دھمکی دینے کے انداز میں [illegible] رودیا۔ عباس وہ اہم شوٹ ادھوری چھوڑ کر [illegible] منت کی پروا کیے بغیر چلا گیا تھا۔
اسی رات عباس عریشہ کے ساتھ شاپنگ مال میں [illegible]

[illegible]

شادی کا جوڑا پسند کرتے ہوئے انہوں نے [illegible]

[illegible]

شوہر کی خوشی کے آگے ہر کام کو غیر اہم سمجھتے ہیں۔"
لاریب نے یہ خبر اور اس کی تفصیلات اپنے کالج کی لائبریری میں پڑھی تھیں اور اس کے اندر جیسے ببول اگ آئے تھے۔ ایک آگ کا دریا تھا جس میں اس کا وجود جلتا جا رہا تھا۔ دل و دماغ کچھ بھی تو قابو میں نہیں رہا تھا۔ یوں رد ہوئے ٹھکرائے جانے کا ایک ایسا اذیت انگیز احساس تھا جس کا کوئی انت تھا نہ حساب۔ اسے نہیں خبر ہوسکی وہ کالج سے حویلی تک کیسے پہنچی؟ اگلے دو دن تک بخار نے اس کی سدھ بدھ بھلائے رکھی تھی۔ تیسرے دن کہیں جاکے وہ حواسوں میں آئی تھی۔
"یہ ہوگیا تھا تمہیں لاریب؟ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کوئی ذہنی شاک پہنچا ہے۔" ایمان کی نگاہوں میں الجھن کے ساتھ پریشانی بھی تھی۔ وہ نظریں چرا گئی۔ جب سے عباس حیدر نے فلم انڈسٹری جوائن کی تھی دونوں حویلیوں میں اخبار یا میگزین کبھی آنے نہیں دیا گیا تھا۔ بہت سخت پابندی تھی کاغذ کے ان ٹکڑوں پر وہ اس کے متعلق خبر لاسکتے تھے۔ پھر بھلا عباس کے لیے کوئی گنجائش کہاں تھی۔ پیر [illegible] علی شاہ اپنے اصولوں کے اتنے ہی سخت تھے اور [illegible] کے بھائی تھے۔ ان کے ہر کام میں چاہے [illegible] یا ناجائز ان کا ساتھ دینے والے۔
"بس میری جان یاد ہے تمہیں؟ مجھے بتاؤ؟" [illegible] آنکھوں میں چپ کی دیکھی تو بے [illegible]

"[illegible] تنہا چھوڑ دیں۔" اس نے التجا کی تھی۔ [illegible]

[illegible]

مختصر مگر بے حد خاص قسم کی نگاہ لاریب کے ستے ہوئے چہرے پر ڈال کر ایمان کو مخاطب کیا تو وہ جیسے کچھ یاد آنے پر ایک دم الرٹ ہوگئی۔
"اوہ میں تو بھول گئی تھی بالکل لاریب اٹھو ہری اپ آج تمہارا چیک اپ ہوگا۔"
"مگر کیوں؟"
"بھئی تمہارا بخار نہیں اتر رہا بابا سائیں نے شہر کے ڈاکٹر سے ٹائم لیا ہے۔ اسپشلسٹ ہے چلو چلو کم آن۔"
"مگر میں اب ٹھیک ہوں پلیز باجو بابا سائیں کو منع کریں میں کہیں نہیں جارہی۔"
"اونہہ لاریب اس طرح نہیں کرتے جانو۔ اٹھو۔"
ایمان نے اسے اٹھا کر ہی دم لیا تھا۔ اگلے دن جب وہ کالج جانے کو تیار تھی تو ایمان نے بھی اسے منع کیا تھا مگر وہ کب کسی کی سنتی تھی۔ اس کے اندر تو ایک ہیجان برپا تھا۔ بس نہ چلتا تھا کہیں سے عباس حیدر سامنے آجائے اور وہ اس انسلٹ کا بدلہ لے لے ایسا ممکن نہیں تو پوری دنیا کو آگ لگادے۔ یہ بھی کہاں ممکن تھا۔ ہاں...... ایک اور حل تھا ایک اور طریقہ عباس کو جتلانے کا اسے بتانے کا کہ وہ اس کی راہ نہیں تک رہی اسے کوئی کمی نہیں ہے وہ اس سے پہلے شادی کرے گی مگر کس سے؟ اس کی تیز گام ٹرین کی طرح بھاگتی دوڑتی سوچیں اس مرکز پر آکے ٹھٹکیں۔ بے خیالی ہی بے خیالی تھی۔ اس کے ہاتھ پر گلاب توڑتے ہوئے کانٹا چبھ گیا تھا۔
"سکندر، سکندر۔" ایمان برآمدے کے آخر میں کھڑی پکار رہی تھی اس نے چونک کر اس سمت دیکھا۔ سکندر جو [illegible] سے نکل کر تیز قدموں سے اس کی جانب [illegible] تھی۔

سفید کھدر کا عوامی سوٹ اونچا پورا قد چوڑے مضبوط شانے سیاہ گھنیرے بال سادہ سے سیاہ چپل۔ وہ اتنا برا تو نہیں تھا بلکہ اچھا خاصا تھا اس نے سوچا اور بے خیالی میں سوچتی چلی گئی۔ وہ اپنی پراگندہ سوچوں مضطرب خیالوں اور بے ارادہ فیصلوں میں اتنی بے دھیان تھی کہ یہ

بھی خیال نہ رہا وہ سکندر جسے وہ اس حوالے سے سوچ رہی ہے چاہے ٹھکرائے جانے کے بعد ہی عباس حیدر کے پاسنگ کہیں بھی نہیں ہے وہ ان کا ملازم ہے جسے کل تک وہ خود بھی جوتے کی نوک پر رکھتی آئی تھی۔ یہ اس کی ذہنی تباہی اور خیالات کی ہیجان آمیزی ہی تھی کہ اس نے سکندر کے لیے ایسا سوچا اور اس فیصلے پر عمل کی مہر ثبت کردی تھی۔

"سکندر!" اس نے ایمان کے حکم کی تعمیل میں تیزی سے کچن کی سمت جاتے سکندر کو بے ساختہ پکارا۔

"جی لاریب بی بی؟"

"گاڑی نکالو مجھے کالج جانا ہے۔"

"مم مگر بی بی آپ تو"

"شٹ اپ سکندر! تم جانتے ہو مجھے سوال جواب سے کتنی نفرت ہے جو کہا ہے وہ کرو۔" وہ اس پر برس پڑی۔ سکندر نے خائف سی نگاہ اس کے لال بھبوکا چہرے پر ڈالی اور اثبات میں سر ہلایا۔ پاس سے گزرتی سکھاں کو روک کر ایمان کے لیے فریش جوس بھجوانے کا کہا اور خود پورٹیکو کی جانب چلا گیا۔ لاریب کمرے میں آئی بیگ اٹھایا اور کسی سے بھی کچھ کہے بغیر چپ چاپ آ کے سکندر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"تمہیں ہائی کورٹ کا راستا تو معلوم ہوگا سکندر۔ اکثر مہینوں کے کیس کے سلسلے میں آتے جاتے ہو گے۔"

"جی مگر آپ" معاً وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔ شاید اپنی حیثیت کا خیال سوال کرنے سے باز رکھ گیا تھا۔ مگر الجھن ہنوز تھی جسے لاریب نے اگلے لمحے دور کردیا تھا۔

"ایسا کون سا کام ہے؟ آپ بتایئے تو" سکندر نے الجھ کر بلکہ پریشان ہو کر اسے دیکھا۔

"نکاح کرانا ہے مجھے تمہارے ساتھ بولو ہو جائے گا یہ کام میری موجودگی کے بغیر؟" وہ خود پرسکون رہ کر بھی گویا سکندر کو کسی طاقت ور بم کے دھماکے سے اڑا چکی تھی۔ سکندر کو اپنی سماعتوں پر شبہ محسوس ہوا تھا گاڑی ایک دم لہرائی اور پھر یکلخت رک گئی۔ ایک زور کا جھٹکا لگا تھا۔ سکندر کے چہرے پر جیسے تاریکیوں کا سایہ تھا وہ ہنوز اپنے آپ کو فضا میں معلق محسوس کررہا تھا۔ اگر یہ لاریب کا مذاق تھا تو بے حد بھیانک! جس کی تاب نہ لاتے ہوئے سکندر کا دل دھڑکنیں بھول گیا تھا۔

"کیا ہوا شاک کیوں لگا ہے تمہیں؟" لاریب ہنوز پرسکون تھی۔ اس نے بہت طنزیہ نظروں سے سکندر کو دیکھا جس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔

"بی بی صاحبہ یہ بہت گھٹیا مذاق ہے۔ میں جانتا ہوں میں ایک حقیر انسان ہوں مگر"

"سکندر بند کرو یہ اپنی تھرڈ کلاس جذباتی تقریر میں مذاق نہیں کررہی۔" وہ بے ساختہ قسم کی ناگواری سمیت اسے ٹوک گئی۔ سکندر نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔

"آپ"

"تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں سو فیصد سنجیدہ ہوں۔" سکندر کے ہونق چہرے کو تکتے ہوئے لاریب نے [illegible]

[illegible] لوگ!

"آپ کو یقین [illegible] کی ضرورت نہیں ہے [illegible]

[illegible]

-تمہیں بھی ڈر کر یوں لاریب کو تکنے لگا جیسے اس کی دماغی صحت پر شبہ کا گمان ہو۔ لاریب کو بمشکل غصہ ضبط کرنا پڑا۔

"لاریب بی بی! اگر آپ سیریس بھی ہیں نا تب بھی سن لیجیے اپنی اوقات پتا ہے مجھے نہیں پتا آپ یہ بھیانک مذاق مجھ سے کیوں کررہی ہیں۔ بہرحال میں آپ کا اس معاملے پر ساتھ نہیں دے سکتا اور" اس کی بات ادھوری رہی کہ اگلا لمحہ قیامت تھا۔ لاریب نے یک دم ہسٹریک ہوتے ہوئے پہلے اس کے منہ پر بھرپور تمانچہ مارا پھر اس کا گریبان پکڑ کر بہت زور کا جھٹکا دیتے ہوئے ہذیانی انداز میں چیخ چیخ کر بولتی چلی گئی تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے تم کیا کہہ رہے ہو! تمہیں پتا ہے تم کسے ٹھکرا رہے ہو؟ لاریب علی شاہ کو جس کے پیچھے ایک دنیا دیوانی ہے جو کسی کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی اور تم اسے ٹھکرا رہے ہو اس کی بات کو؟"

وہ اپنے ہوش میں نہیں رہی تھی۔ ایک بار پھر غیر ارادی طور پر ہی سکندر کے لفظ اس کے سسکتے بلکتے احساسات کو ایسی اذیت سے دوچار کر گئے تھے وہ اذیت جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ یہ اتنا بڑا اسٹیپ لے رہی تھی [illegible] جو بھی تھا بہرحال وہ ایک بار پھر بکھر گئی [illegible] سکندر کے تو اوسان خطا ہوئے تھے وہ خود اس [illegible] رہ گیا تھا۔ [illegible] خود کو سنبھالنا پڑا [illegible] ہاتھوں سے وہ یہ مرحلہ سر کر پایا۔

[illegible] سوری لاریب ویری سوری بی بی صاحبہ [illegible] الفاظ سے تکلیف پہنچی میں خود کو بھی [illegible] معاف نہیں کر پاتا [illegible]

[illegible]

اسے بتاؤں گی میں نے اسے ٹھکرایا ہے۔" وہ واقعی حواسوں میں نہیں تھی جبھی تو وہ باتیں سکندر سے کہہ رہی تھی جن کا سامنا اس نے سالہا سال تک خود بھی نہیں کیا تھا۔ ہمیشہ نظریں چرائی تھیں، کترائی تھیں، سکندر نے سنا سمجھا اور جیسے اندر تک تھک گیا۔ تو یہ وجہ تھی اس کا دل گہرے سمندر میں ڈوبنے لگا۔ اتنی ناقدری ایسی بے مائیگی۔

"تم مجھے بتاؤ کرو گے مجھ سے نکاح یا نہیں۔" انکار کرنے سے قبل جان لینا سکندر کہ میں حویلی واپس نہیں جاؤں گی، یہیں اپنی جان دے دوں گی۔" وہ ایک بار پھر ہسٹریک ہونے لگی۔ سکندر نے دیکھا اس کی آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی۔ وہ عجیب مشکل میں پھنس گیا تھا۔ جبکہ وہ اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"یہ دیکھو میں خودکشی کا سامان ساتھ لے کر چلی تھی اور تمہاری جرأت نہیں کہ مجھے روک سکو۔ اگر میری بات ماننا ہے تو گاڑی کا رخ کورٹ کی طرف موڑ لو ورنہ گاڑی سے باہر نکل کر کھڑے ہو جاؤ میں ابھی اسی وقت اپنی کلائی کی رگ کاٹ دوں گی۔" وہ اسی ہیجانی کیفیت کے زیر اثر اسے سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے بولی۔ سکندر ہونٹ بھینچے کچھ دیر اسے تکتا رہا پھر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے کورٹ جانے والی شاہراہ پر ڈال دی۔ لاریب کے تنے ہوئے چہرے پر ایک آسودہ قسم کی مسکراہٹ بکھر گئی۔ ابھی وہ اتنی ارزاں تو نہیں تھی کہ کوئی اسے نہ اپناتا۔

❀ ❀ ❀

اس نے اپنے سامنے کاغذ کے پرزے پر درج نمبر مسکراتے ہوئے ڈائل کیا اور دوسری جانب دھڑکتے دل میں [illegible]

[illegible]

[illegible] بات سے ... بہت خوش ... ہے؟

[illegible]

وہ بہت دور کی بات۔

''... تمہارے میرے ... ہمیشہ ... خوشی کی خبر ہے تو ہمیں بھی بتا۔'' اس کے چہرے پر تجسس ... آیا۔

''مجھے تو لگتا ہے اماں اس کی کوئی بڑی لاٹری نکل آئی ہے۔ دیکھو ذرا پانچ کلو مٹھائی کا ڈبہ ساتھ لایا ہے۔'' ثانیہ کی نگاہ ابھی ابھی مٹھائی کے ڈبے پر گئی تھی جسے سکندر نے اماں کے سرہانے لا کر رکھا تھا۔

''لاٹری نہیں پرائز بانڈ نکل آیا ہے مجھے اماں میں سالوں سے صرف اس کی دعا ہی مانگتا تھا' بلکہ میں تو اپنی حیثیت سے بڑھ کر دعا مانگتے بھی ڈرتا تھا۔'' وہ جیسے کہیں کھو سا گیا۔ کل وہ سارا دن ملول رہا تھا یہ احساس ذلت اور تکلیف کے احساس کو بڑھاوا دیتا رہا تھا کہ لاریب نے جوش جذبات میں محض عباس کو نیچا دکھانے کو یہ قدم اٹھایا ہے ورنہ وہ ہرگز ہرگز بھی اس کا انتخاب نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر پھر اسے لگا تھا جیسے وہ رب کی اس اتنی بڑی نعمت کی ناشکری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ کیسے دل کے نہاں خانوں میں چھپی خواہش کو رب نے پورا کیا تھا اور وہ مسبب الاسباب ہے اسی نے تو یہ سبب پیدا فرمایا تھا۔ یہ خیال یہ سوچ اس کا سارا اضطراب بہا کر لے گئی تھی۔ وہ کتنا ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔ جو بھی تھا جیسے بھی تھا اس کے لیے تو مقام تشکر مقام عاجزی تھا پھر کیوں وہ خوشی محسوس نہ کرتا۔

''اماں سارے گاؤں میں مٹھائی بانٹنا اس لیے تو اتنی ساری لایا ہوں۔'' وہ چارپائی پر ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اماں نے مسکرا کر اس کی صورت نثار ہونے والی نظروں سے دیکھی۔

''ضرور پتر میں تو سب سے تیری مزید کامیابیوں کی

[illegible] ابھی ... ندوں کو ... جڑتا تھا۔

اماں ... سے ... بہت ... زندگی ... امتحان میں ناکامی ... بیس سال کی عمر میں ... اپنی ... نہیں ...'' وہ حفظ ما تقدم کے طور پر ... سے ...

''... اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے اٹھ نہیں ورول میں ہی ... گیا تو یہاں تو آ ... سارے سکندر ہی نکمے اور جاہل ہیں۔'' اماں ... میں الٹا ... خرد آیا۔ تو سکندر نے مسکرا کر گویا بات اماں کی مرضی پہ چھوڑ دی۔

''اماں میں پلیٹیں لے آؤں اندر سے نئی ڈنر سیٹ ... اس میں مٹھائی بانٹ آتی ہوں۔ سب سے پہلے ... رجو کے گھر دوں گی۔ اماں اس میں ذرا ڈولڈو زیادہ ڈال دینا۔ میری بہت گوڑی سہیلی ہے وہ۔''

''چل نی رہن دے۔ آرام سے بیٹھ۔ ڈنر سیٹ کا ڈبہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔ تام چینی کی پلیٹ لے کر آ۔ یہ لڈو نہیں گلاب جامن ہے۔ چار چار سے زیادہ نہیں دوں گی۔'' اماں نے جھاڑ کر رکھ دیا ثانیہ کا منہ لٹک سا گیا۔

''دیکھ سکندر تیری اتنی بڑی خوشی کے موقع پر بھی اماں مجھے نوی پلیٹیں نہیں نکالنے دے رہی۔'' اس نے ... سکندر سے شکایت جڑی۔ سکندر جو لاریب کے متعلق کچھ سوچتے ہوئے دھیمے سے مسکرا رہا تھا ایکدم ہڑبڑا کر چونکا اور سوالیہ نگاہیں ثانیہ پہ جمائیں۔

''کیا کہہ رہی ہو ثانی؟''

''کچھ نہیں پتر نمانی ہے اسے پتا ہی نہیں اس نے جہیز کے لیے خریدا ہے پورے بارہ سو کا۔ اب نکالوں گی تو ... کر خراب نہ ہوگا؟ دل چھوٹا کرتی ہے کملی جھلی نہ ہو۔ بھلا کنج مجھاواں بعد وچ دی تے دونویں ہی ...

مار کر ٹیبل پر دھرا کرسٹل واز فرش پر پھینک دیا۔ ایک مہین سا چھناکا ہوا اور واز کرچیوں کی صورت بکھر گیا۔

"میں مرجاؤں گی مام مگر آپ کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہونے دوں گی۔" کچھ دیر تک اس نے بکھرے کانچ کو دھندلائی نظروں سے تکا پھر جھک کر کانچ کا ایک نوکیلا ٹکڑا اٹھایا اور بے دردی سے اپنی کلائی کو کاٹ ڈالا۔ بھل بھل بہتا خون تیزی سے اس کے لباس کو نہ صرف رنگین کرنے لگا بلکہ اس پہ نقاہت بھی طاری کرتا جارہا تھا۔ وہ ہونٹ بھینچے یہ ناقابل برداشت درد سہتی رہی پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁

اگر میری محبت نہیں تو کوئی بھی نہیں

اس نے مکمل طور پر غافل ہونے سے قبل بڑبڑانے کے انداز میں جیسے سریتہ دیوی سے مخاطب ہو کر کہا تھا مگر وہ تو کیا وہاں تو دور دور تک بھی کوئی نہیں تھا۔

وہ ایک معصوم سی چاہت وہ اک بے نام سی الفت
وہ میری ذات کا حصہ وہ میری زیست کا قصہ
مجھے محسوس ہوتا ہے وہ میرے پاس ہے اب بھی
وہ جب جب یاد آتا ہے نگاہوں میں سماتا ہے
زباں خاموش ہوتی ہے مگر یہ آنکھ روتی ہے
میں خود سے پوچھ لیتی ہوں اسے کیا پیار تھا مجھ سے؟

فراز نے اس کے کمرے میں قدم رکھا تو پہلی نگاہ ٹیبل پر رکھی ڈائری پر پڑی۔ صفحات کے درمیان قلم کھلا پڑا تھا، مگر شرجیل خود کہیں نہیں تھا۔ فراز نے صفحات پر نگاہ ڈالی پھر کاندھے اچکا دیے۔ اسی پل شرجیل واش روم سے باہر آیا تھا۔

"یہ تو سی مرتبہ محبت کا فسانہ لگتا ہے ایمان صاحبہ کا کیا ہوا؟"

"تم ... اتنی سی آئی ڈی کیوں رکھتے ہو؟" شرجیل نے قہر بار نظروں سے اسے دیکھا۔

[illegible]

اٹھا کر بال بناتے ہوئے بولا تھا۔

"کبھی پڑھائی بھی کرلیا کرو۔"

"آپ نے ڈبل ڈبل ماسٹرز کر کے کون سے تیر ... لیے جو میں ماروں گا۔ جب جاب ہی نہیں ملنی تو فضول دماغ خراب کرنے کا۔"

"جاب ضروری تو نہیں، ایم بی اے کلیئر کرلو پاپا، تاؤ جی کے ساتھ بزنس کرنا۔"

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔ دو اور دو جمع چار کرنے کا۔" وہ ناک چڑھا کر نخوت سے بولا تو شرجیل نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"جاب نہیں کرنی، بزنس نہیں دیکھنا پھر کیا کرنا ہے۔"

"نام کمانا ہے۔ مشہور ہونا ہے ٹھاٹ سے رہنا ہے۔" وہ مستی میں آکر جھوم کر گنگنانے لگا۔ شرجیل نے ترچھے انداز میں سے گھورا۔

"تم شیخ چلی کب سے بن گئے؟"

"بھائی مذاق مت اڑائیں۔ یہ نہ ہو کل مجھ سے آٹوگراف لینے والی قطار میں آپ بھی شامل ہوں۔" کالر کھڑے کر کے اترایا تو شرجیل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کون سی فیلڈ میں جھک مارنے کا ارادہ ہے۔ بھائی اگر کرکٹ کا ارادہ ہے تو رہنے دو ویسے صرف ورلڈ کپ کی ... اب تو وہ بھی اگر پاکستانی ٹیم کوارٹر فائنل ... جاب ... باقی بچے کے چار سال کھلاڑیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں اور ورلڈ کپ چار سال بعد آتا ہے۔ ...ے"

"میں آپ کو احمق لگتا ہوں۔ مجھے شو ... شہزادے ... مائی موسٹ فیورٹ ... فراز کی آنکھیں چمکنے لگیں تھیں تو شرجیل کی ... پھٹ گئیں۔

"تم تو ... جوان ... تاؤ ... پاپا ... تمہیں اتنے چھتر ماریں گے کہ سر گنجا ..." شرجیل نے گویا ڈرایا مگر فراز نے ناک سے ...

"بھائی آپ ..."

نہیں نکلے؟ کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے۔" تبھی ثناء چلی آئی خفا خفا سی۔ فراز نے کھسیا کر سر پر ہاتھ مارا۔

"سوری مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ چلیں بھائی۔" وہ یکدم ...

"کیا پکا ہے ثناء؟" اس کے انداز میں بے دلی کی کیفیت نمایاں تھی۔

"بریانی اور کوفتے ہیں ساتھ میں ٹرائفل، کباب بھی ... لیے ہیں۔" ثناء نے مینو بتا کر اس کی شکل دیکھی جس پر بے زاری ہنوز تھی۔

"پھر آج تاؤ جی کی موج لگی ہے صحیح معنوں میں۔ میں بہت اسپائسی کھانے پسند نہیں کرتا۔ تم سونے سے قبل ایک گلاس دودھ دے جانا مجھے اور ہاں جب ماما اور پاپا اپنے کمرے میں چلے جائیں تب بتانا مجھے او کے۔"

"آپ کھانا نہیں کھائیں گے بھائی؟" ثناء کو فوری تشویش ہوئی۔ تاؤ جی کو گھر کے ایک بھی فرد کی کھانے کی میز پر غیر موجودگی سخت برہم کردیا کرتی تھی۔ شرجیل سے تو انہیں ویسے ہی بہت ساری شکایات تھیں۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"بھائی میں آپ کے لیے آملیٹ یا جو آپ پسند کریں ... ہوں لیکن پلیز رات کا کھانا مت چھوڑا کریں۔ ... نہیں تھی چاچو کی بیٹی تھی مگر شرجیل سے ... شرجیل یہ بات جانتا تھا تبھی ... ایک مشفق سی مسکان بکھر گئی۔

... رحمت کروگی مائی سسٹر! مجھے واقعی بھوک نہیں ...

غزل

جیسے کبھی دریا کے کنارے نہیں ملتے
ایسے ہی تو جاں بخت ہمارے نہیں ملتے
کھل جائے نہ تم پر یہ کہیں وصل کی خواہش
ہم تم سے اسی خوف کے مارے نہیں ملتے
وہ پیار ہی کیا اشک جو آنکھوں کو نہ بخشے
وہ عشق ہی کیا جس میں خسارے نہیں ملتے
جب ضبط کے بندھ ٹوٹنے لگتے ہیں میری جاں
آنکھوں کے کناروں کو کنارے نہیں ملتے
لگتا ہے کہ وہ شام بھی ہے شام غریباں
جس دن تیرے ملنے کے اشارے نہیں ملتے
اے دل تیری فریاد یہاں کون سنے گا
ٹوٹے ہوئے پتوں کو سہارے نہیں ملتے
ملنے کو تو ہم روز ہی مل لیتے ہیں سید
لیکن یہ مقدر کے ستارے نہیں ملتے

ثمینہ سید انتخاب۔ سیدہ شوال رضا لاہور

ڈائننگ ہال میں آیا تو وسیع و عریض میز کی تمام کرسیاں پر ہوچکی تھیں ماسوائے اس کی چیئر کے۔ اس طنز کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ سو خاموشی سے نشست سنبھالی۔ تاؤ جی کا اپنا مزاج تھا۔ بڑبھی چھکتا تا متکبرانہ وہ کچھ کچھ منتقم مزاج بھی تھے۔ شرجیل بہت کم ان سے الجھا کرتا البتہ فراز موقع تلاش کیا کرتا پتہ نہیں کون کون سے بدلے چکانے تھے اسے ان سے۔ ... پاپا کی ناراضی کی پروا کیے بغیر ٹھونک بجا کر جواب دیتا۔

"بابا کی جانب سے میں سوری کرتی ہوں شرجی! ان کی بات کا برا نہ مانا کرو۔" صالحہ کی کرسی اس کے مقابل تھی۔ وہ اس کی سمت جھک کر سرگوشی میں بولی۔ شرجیل نے ہونٹ بھینچ لیے۔ بھوک تو بالکل نہیں تھی۔ اب تو گویا کھانے سے جی ہی اچاٹ ہوگیا۔ صالحہ صاحبہ اسے ایک ...

حیرت کدہ بنایا گیا تھا چاروں دیواریں شیشے کی تھیں۔ یہ سب کچھ عریشہ پہ اس کی اہمیت اور خاصیت کو خوب اجاگر کررہا تھا۔ عباس حیدر جب کمرے میں آیا تو اس کی شوخ نگاہوں کے بے باک مچلتے تقاضوں سے عریشہ نے گھبرا کر شرما کر اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے مگر عباس کی شوخ جسارتوں پہ بند باندھنا اس کے بس سے باہر ہی تو تھا۔ عباس حیدر کی شدتوں اور وارفتگیوں نے ہی تو اسے باور کرایا تھا وہ اس کے نزدیک کس قدر اہم خاص اور ضروری تھی۔

عباس حیدر نے اسے جو رونمائی گفٹ دیا تھا اسے دیکھ کر تو عریشہ صحیح معنوں میں مغرور ہو اٹھی تھی۔ بے حد خوب صورت اصلی ہیرے کا بریسلیٹ اور لاکٹ سیٹ جیسے عباس نے اپنے ہاتھ سے پہنائے تھے۔ عباس نے وائٹ گولڈ میں ڈائمنڈ اور پرل رکھوائے تھے۔ عریشہ کی آنکھیں ان چاہتوں کو پا کر بھیگنے لگی تھیں۔ عباس نے اس کی آنکھوں کی نمی کو محسوس کیا تو بے چین ہو اٹھا تھا۔

"واٹ ہیپنڈ عریشہ!"

"تھینک!" وہ بھیگی پلکوں سمیت مسکرائی۔

"تم روئیں کیوں؟"

"عباس مجھے تمہاری محبتوں کی شدتیں خوف زدہ کرنے لگی ہیں۔ دامن تنگ پڑتا محسوس ہوتا ہے۔ تمہیں پتا ہے عباس! مجھے چند سال پہلے کسی نے ایک بات کہی تھی۔"

"کیا بات؟" عباس تکیے کے سہارے نیم دراز تھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہی کہ میں بہت لمبا عرصہ تک خوشیاں نہیں پاسکوں گی۔" وہ افسردہ تھی۔ عباس کی پیشانی پہ ناگواری شکنوں کی صورت سمٹ گئی۔

"یہ کیا فضول بات ہے۔ یہ تو غیب صرف رب جانتا ہے اور [illegible]

[illegible]

"یہ فضول بات اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ [illegible]

اللہ ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور خوش بھی چلو اب مسکرا دو۔" عباس نے اس کا گال نرمی سے سہلا کر کہا تو عریشہ [illegible] سے مسکرا دی مگر اس کا دل بھاری ہی رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

آنکھوں پر بازو رکھے وہ ساکن لیٹی تھی۔ آنکھوں پہ دھرا بازو بھی گویا ایک آڑ ایک پردہ تھا ان آنسوؤں کو چھپانے کی غرض سے جو روکے نہ رکتے تھے۔ دل تھا کہ ٹوٹ ٹوٹ کر وجود میں بکھرتا تھا کیسی بے کلی تھی کیسی بے چینی اضطراب ایسا گویا وجود کو کند چھری سے کاٹا جاتا ہو اور بے بسی سی بے بسی آنسوؤں پہ اختیار تھا سو جی بھر کے بہائے تھے مگر جانے یہ غم کا کیسا سورج چڑھا تھا جسے زوال ہی نہ تھا۔ ماما اس سے سخت خفا تھیں یہ ان کی خفگی کی شدید ترین انتہا تھی کہ انہوں نے موت کے منہ سے واپس لوٹ آنے والی نندنی سے کلام کرنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

"ایسا مت کریں ماما! اسے اس سچویشن میں آپ کی توجہ محبت کے ساتھ آپ کے جذباتی سہارے کی بھی ضرورت ہے۔" انہیں ایسی باتیں سمجھانے والا ایک [illegible] کون ہوسکتا تھا۔ پتا نہیں کیوں وہ بندہ اس سے بے حد مخلص تھا حالانکہ نندنی نے اس کی تحقیر اس کی ذات میں کبھی بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی مگر اس کا ضبط اس کا استقلال اسے جھنجلانے پر مجبور کردیتا تھا۔ شاید اس میں عزت نفس ہے ہی نہیں۔ وہ اکثر سوچتی اور بھی یہ [illegible] پاتی محبت یونہی تو بے بس کردینے والا جذبہ ہے۔

"میں اسے معاف نہیں کرسکتی [illegible] کی طرح اس نے بھی مجھے ڈسا تھا [illegible] بھی۔"

[illegible]

"ماما میرا ایسی بات [illegible] جاگ رہی ہو۔"

"تم مجھ سے [illegible]

[illegible]

چاہیے تھی وہ [illegible]

"میں کیا کروں؟ کیا کروں میں ایسا کہ وہ مجھے مل جائے۔" اس کا جی چاہا اپنے بال نوچ ڈالے اپنے نقصان پہ دھاڑیں مار مار کے بین کرے محبت کی گمشدگی سے بڑھ کر بھی کوئی نقصان ہے؟ نہیں یہ نندنی سے بڑھ کر کون جان سکتا تھا۔

"کیا آپ جاگ رہی ہیں؟" مہین نسوانی آواز پر وہ خیالات کی خارزار وادی میں بھٹک رہی تھی چونک کے متوجہ ہوئی۔ پیازی کلر کا عبایا ہم رنگ بڑے سے اسکارف میں ملبوس وہ ڈاکٹر زینب خان تھی۔ اس کی معالج جس کے ہاتھوں تک پر سیاہ گلوز ہمہ وقت چڑھے رہتے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟" نندنی کو اپنی سمت متوجہ پا کر وہ نرمی سے گویا ہوئی تھی۔ نندنی اسے دیکھے گئی۔ اس وائٹ اسکارف سے جھانکتی ان آنکھوں اور سیاہ گھنی پلکوں کی باڑھ میں اتنا حسن سمٹا ہوا تھا کہ بے اختیار نندنی کا جی اس کا چہرہ دیکھنے کو مچل گیا۔ اپنی خواہش کی اس بے ہودگی نے خود نندنی کو بھی ششدر کردیا تھا۔

"مجھے پتا تو نہیں ہے نندنی گریوال مگر کہنا چاہوں گی ایسا کیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے خود زندگی جیسی خوب صورت نعمت کو ٹھکرا دیا تھا۔ سوسائیڈ تو کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں ہے نا؟" اس کی شخصیت کی طرح اس کی آواز بھی بے حد متاثر کن تھی اور لب و لہجہ کا فسوں تو [illegible] سحر طاری کرتا تھا۔ جانے کیوں نندنی کا دل [illegible] زینب خان نے اس کی آنکھ کی پور سے [illegible] ہاتھ بڑھا کر اس کے گال کو سہلایا۔

"[illegible] نندنی گریوال!" نندنی نے جانے کس [illegible] مغلوب ہو کر ڈاکٹر زینب کا ہاتھ اپنے ہاتھ [illegible]

[illegible]

"[illegible] زینب؟"

[illegible]

وعدہ

وعدہ یہ تم وفا کرنا جاناں
بس مجھ سے ہی وفا کرنا جاناں
میں بس تجھ سے ہی محبت کرتی ہوں
تو زندگی بھر حق محبت ادا کرنا جاناں
یہ زمانہ تو جلتا ہے پیار کرنے والوں سے
تو اس زمانے کی پروا نہ کرنا جاناں
گر آتی ہے موت تو تیری بانہوں میں آئے
میری حیات ہے تیری بانہوں میں مرنا جاناں
تجھے پاکر جہاں بھر کی خوشی پائی ہے
کبھی ہر سو اداسی ورنہ جاناں
تیرے بھی دل میں بس میرا خیال رہے
اپنے دل سے مہناز کو کبھی جدا نہ کرنا جاناں

مہناز نجم شہزاد ۔۔۔ حیدرآباد

"میرے فادر کرسچن جبکہ ماما ہندو ہیں۔ میں نے دونوں مذاہب کے مطابق اپنی خواہش کی تکمیل مانگی مگر وہ بات مکمل نہیں کرسکی۔ اس کی ہچکیاں بندھنے لگی تھیں ڈاکٹر زینب نے آہستگی اور نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما یا۔ گویا ڈھارس بندھائی۔

"مجھ پر ایک احسان کردیں ڈاکٹر زینب! مجھے زندگی کی قید سے آزاد کرادو پلیز مجھے یہ زندگی نہیں چاہیے۔" وہ یک دم سے بلک کر بولی۔ تو ڈاکٹر زینب کچھ مضطرب ہونے لگی۔

"نندنی گریوال! خود کو سنبھالیں ابھی آپ جذباتی ہو رہی ہیں ورنہ زندگی میں آپ کے لیے یقیناً بہت کچھ ہے۔"

"مگر میں [illegible] اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" وہ [illegible] شدتوں سے رو پڑی۔

"کس کے بغیر؟" ڈاکٹر زینب نے [illegible]

[illegible]

"وہ مجھے [illegible] ایک بار [illegible] بہت ڈھونڈا بہت کھوجا مگر [illegible] مجھے اس سے محبت ہے۔"

بہت محبت مگر وہ مجھے نہیں ملتا ایک بار بھی نہیں۔" وہ دہشت زدہ ہی نہیں تھی بے ربط بھی تھی۔ ڈاکٹر زینب نے اپنے ہمراہ موجود نرس کو اشارہ کیا جسے سمجھتے ہوئے نرس نے انجکشن میں دوا بھری اور تیار انجکشن ڈاکٹر زینب کے اشارے پہ اس کی بے خبری کے عالم میں نندنی کے بازو میں لگا دیا۔ مسکن دوا کے اثر سے وہ اگلے چند لمحے بعد پرسکون نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

"اب یہ چند گھنٹے بعد اٹھیں گی تو پرسکون ہوں گی ڈونٹ وری۔" ڈاکٹر زینب خان نے سریتا دیوی کو مخاطب کیا جو نندنی کی زبان سے ہونے والے انکشافات پہ ساکن وصامت کھڑی تھیں۔ اللہ جانے ڈاکٹر زینب کی بات بھی انہوں نے سنی تھی یا نہیں۔

.....☆☆☆.....

"لاریب یوں کب تک چلے گا؟" ایمان نے اس کے مقابل بیٹھ کر بہت محبت سے اس کے ہاتھ تھام لیے تھے۔ لاریب کی آنکھیں جو ضبط کی کوشش میں سرخ تھیں۔ بہت تیزی سے بھیگتی چلی گئیں۔ ایمان نے اس کی بدلتی کیفیت دیکھی اور ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

"یہ سب کچھ نیا تو نہیں ہے لاریب! چار سال بیت چلے ہیں تم چار سالوں سے جانتی تھیں کہ وہ تمہارا نہیں رہا تمہیں نہیں مل سکتا پھر اب [illegible]؟ اب نیا کیا ہوا؟"

"وہ شادی کر چکا ہے باجو! اس آس کو توڑ دیا ہے اس نے جو میرے دل نے کبھی ٹوٹنے نہیں دی تھی۔ میری ساری دعائیں عرش سے بغیر قبولیت کے لوٹا دی گئیں عمر بھر کی نارسائی نصیب ٹھہری ہے اور......" وہ ایک دم یوں خاموش ہوگئی جیسے بروقت خود پہ قابو پایا ہو۔ ایمان اسے بغور دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پہ دہشت اور ہراس [illegible] تھا جو یقیناً کسی سوچ کسی خیال کی غماز تھی۔

[illegible]

چھا گئیں۔ اس نے بوکھلا کر ایمان کی صورت دیکھی۔ وہ بے خبری تو تھی مگر جانے کی بے قراری کے ساتھ۔ [illegible] بے اوسان پھڑ پھڑاتا دل ذرا سا سنبھلا۔ یہ ایسی بات ہی نہیں تھی کہ کسی کو شریک راز کیا جاتا۔ ابھی تو شرمندگی اور پچھتاوے کے کرب سے وہ خود باہر نہیں آسکی تھی۔

"جتنا بڑا بھی دکھ ہو اس کا احساس عمر بھر ساتھ نہیں چلتا۔ وقت ہر زخم پر مرہم رکھتا ہے۔ تم بھی اسے بھول جاؤ گی ڈونٹ وری۔" ایمان نے گویا اسے سمجھایا تھا وہ کچھ نہیں بولی۔ خاموش پرملول سی سر جھکائے ناخن سے میز کی سطح کھرچتی رہی۔

"تم نے دوا لی [illegible] کھایا بھی یقیناً کچھ نہیں ہوگا؟" ایمان کو خیال آیا پھر کھانے کی ٹرے جوں کی توں دیکھ کر اس نے شاکی نظریں اس پر جمائیں۔

"لاریب تمہیں کیا لگتا ہے اس طرح کر کے تم صرف خود کو نقصان پہنچا رہی ہو؟ بابا سائیں کی پریشانی کا تمہیں اندازہ ہے؟ بہانہ بنایا تھا میں نے کہ وہ سلیپنگ پلز تم نے غلطی سے پھانک لی تھیں۔ اب تمہارے یہ انداز [illegible] ان پہ کیا ثابت کر رہے ہیں تم سمجھ تو سکتی ہو۔"

"باجو آپ مجھے کچھ دیر کے لیے تنہا نہیں چھوڑ سکتیں۔" اس نے عجب [illegible] بے چارگی سے کہا تو ایمان [illegible] آنکھوں میں حدت سمٹ آئی۔

"نہیں ہرگز بھی نہیں۔ میں تمہیں تمہارے [illegible] چھوڑ سکتی نہ تم نے۔" اس سے قبل کہ لاریب [illegible] کچھ کہتی بابا سائیں کے ساتھ سکندر [illegible] دروازہ ناک کر کے اندر چلے آئے۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی بیٹا؟" [illegible]

[illegible]

[illegible] دل پہ ٹھونسا لگا تھا۔ وہ کتنی بے دردی سے ہونٹ [illegible] رہی تھی جیسے خود پر جبر کر رہی ہو اور یہ جبر یقیناً سکندر کی موجودگی تھی۔ احساس ہوتے ہی وہ الٹے قدموں [illegible]

"سکندر کہاں جا رہے ہو؟ ڈاکٹر صاحب جو دوائیں لکھ گئے وہ نسخہ لے کر جانا پتر!" بابا سائیں اس سے [illegible] نہیں تھے۔ سکندر کو نا چاہتے ہوئے بھی ٹھہرنا پڑا۔ [illegible] نظر چرا کے لاریب کی بے بسی کو اس سے دیکھا نہیں [illegible] شہر کے کیمسٹ سے دوائیں لے کر وہ واپس لوٹا تو [illegible] کیفیت کے زیر اثر تھا۔

"سکھاں یہ دوائیں بی بی صاحبہ کو پہنچاؤ اور سنو ان سے پوچھنا مزید کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔" وہ اس [illegible] خود بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ جبھی اب گھر لوٹ [illegible] تھا۔ سکھاں نے اس کا بڑھایا لفافہ تھامنے سے [illegible] اور جلدی سے بولی تھی۔

"سکندر سائیں بڑی بی بی صاحبہ نے کہا تھا آپ آ جاؤ تو [illegible] ان کے پاس بھیج دوں۔ شاید کچھ کام ہو جی۔" [illegible] پیغام نے سکندر کے اندر سرائیت تھکن کو یکدم [illegible] وہ جیسے قدموں سے گریزاں سا ایمان کے [illegible] آیا۔ حالانکہ جانتا تھا آج کل ہر پل [illegible] کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ پھر بھی وہ جیسے [illegible] سے فرار چاہ رہا تھا۔ ایمان کمرے میں [illegible] ملازمہ اس کے کمرے میں موجود تھی اور [illegible] اسی نے بتایا تھا ایمان لاریب کے [illegible] ہے۔ سکندر گہرا سانس بھرتا اسی سمت ہو لیا

[illegible]

"آپ کو کچھ کام تھا بی بی صاحبہ؟" سکندر کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے دواؤں کا لفافہ میز پر رکھ دیا تھا۔

"تمہارے جانے کے بعد مجھے یاد آیا تھا سکندر کہ میرے کچھ سوٹ ٹیلر کے پاس ہیں۔ خیر یہ کارڈ رکھ لو جب شہر جاؤ تو یہ دے کے لیتے آنا۔" ایمان نے سیب کی چھلی ہوئی قاش پلیٹ میں رکھ کر بیڈ کی دراز سے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھا۔ جسے سکندر نے ذرا سا جھک کر اٹھا لیا تھا۔

"ابھی آپ کو ضرورت ہے تو میں ابھی لا دیتا ہوں۔ شاپ کھلی ہوگی۔" یہ سعادت مندی اس کی حیثیت کی متقاضی تھی۔ ایمان مسکرا دی۔

"نہیں بھئی اب ایسی خاص ضرورت بھی نہیں۔"

"جی بہتر میں......"

"تم...... تم...... کیوں آ رہے ہو بار بار؟ میری بے بسی کا تماشا دیکھنے؟" سکندر کی بات مکمل نہیں ہو سکی تھی اپنے دھیان میں واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آتی لاریب کی نظر اس پہ پڑی تھی اور وہ جیسے غم و غصے اور نفرت کے ملے جلے احساسات سمیت اسے روبرو پاتے ہی پاگل ہو اٹھی تھی۔ سکندر کو دیکھنا اس کا سامنا کرنا اس وقت گویا دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔ وہ اس کی شکست اس کی انا و خودداری اور نقصان کا سب سے بڑی وجہ تھا۔ اور اب بار بار اس کا سامنا گویا اسے اپنے منہ پر اپنی ہار محسوس ہو رہی تھی۔ ضبط چھلکا تھا اور وہ ہیجانی ریلے میں بہہ کر ایک بار پھر حواس گنوا چکی تھی۔ سکندر کا گریبان اس کے ہاتھ میں تھا جو اس کے ایک ہی جھٹکے سے دامن تک چرتا چلا گیا۔ ٹوٹتے بٹن یہاں وہاں بکھرے تھے۔ سکندر اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ایمان اور امامہ بھی ششدر رہ گئیں۔

(جاری ہے)

دیر لگی آنے میں

نزہت جبین ضیاء

> دیر لگی آنے میں تم کو شکر ہے پھر بھی آئے تو
> آس نے دل کا ساتھ نہ چھوڑا ویسے ہم گھبرائے تو
> شفق' دھنک' مہتاب' گھٹائیں' تارے' نغمے' بجلی' پھول
> اُس دامن میں کیا کیا کچھ ہے وہ دامن ہاتھ میں آئے تو

"گرمی کی شدت میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے' لگتا ہے گرمی سارے ریکارڈ توڑ دے گی۔" آصفہ بیگم نے کرسی کی پشت پر پڑی چادر اٹھاتے ہوئے فیروزہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں واقعی بے حد گرمی ہے اور اس وقت بسوں میں دھکے کھانا کسی عذاب سے کم نہیں۔" [illegible] گلاسز لگاتے لگاتے فیروزہ نے کہا۔

"اچھا بھئی اللہ حافظ۔" آصفہ بیگم نے کہا۔

"ہاں بھئی سائرہ! آج شام کو آ رہی ہو تو [illegible]" نے اسٹاف روم سے نکلتے نکلتے رک کر برقعہ پہنتی [illegible]

[illegible] کیا۔

"جی بالکل!" سائرہ نے کہا تو آصفہ بیگم سر ہلا کر باہر نکل گئیں۔ اسکول کے احاطے سے نکلتے نکلتے سوچنے لگیں کہ جاتے جاتے چائے ناشتے کا سامان لے لیں تاکہ شام کو مشکل نہ ہو۔ اسکول سے گھر ذرا فاصلے پر تھا' بس سے آنا جانا پڑتا تھا' اسکول کے قریب بیکری سے نمکو' بسکٹس اور کیک لے کر دو شاپر سنبھالے جیسے ہی بیکری کی سیڑھیوں سے اتریں کہ سامنے سے آتے شخص سے بُری طرح ٹکرا گئیں۔

"وہ سوری میم!" انتہائی شرمندگی اور انکساری سے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔" آصفہ بیگم نے کہہ کر نگاہ اٹھائی۔

"میم آپ آپ ٹیچر آصفہ تو نہیں؟" سامنے کھڑے نوجوان نے انہیں دیکھ کر قدرے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں لیکن میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔" آصفہ بیگم نے ایک ہاتھ سے چشمہ اوپر کرتے ہوئے پُرسوچ لہجے میں کہا۔

"میم میں جاذب ہوں میم جاذب [illegible] آپ نے بچپن میں مجھے پڑھایا تھا۔ آپ نے [illegible] نہیں پہچانا؟"

"اوہ ہاں!" آصفہ بیگم نے قدرے چونک کر [illegible] اس کا جائزہ لیا۔ "جاذب! یہ تم ہو' کیسے [illegible] اللہ سے تم پورے آدمی بن چکے ہو۔" [illegible] میں ملبوس جاذب بالکل بدل چکا تھا۔

[illegible] شکر خدا کا کہ آپ مل گئیں' میں بہت کوشش [illegible] آپ سے ملاقات کرنے کی اور آپ کیسی ہیں' [illegible] آپ کی بیٹی سب کیسے ہیں؟" بچوں کی [illegible]

[illegible]

[illegible] وہ چونک [illegible] ویسے

میم آپ کا گھر کہاں ہے' آپ نے گھر چینج کرلیا ہے نا۔ آیئے میں آپ کو گھر چھوڑ دوں' بہت گرمی ہے۔" لمبی سی خوب صورت گاڑی کا دروازہ کھول کر آفر دی۔

"ارے نہیں بیٹا' زیادہ دور نہیں میں رکشہ کرلوں گی' تمہیں تکلیف ہوگی۔"

"کیسی باتیں کررہی ہیں آپ؟ یہ آپ ہی تو ہیں جس کی وجہ سے میں اس مقام پر ہوں۔" اس کی آنکھوں میں ماضی جھلملانے لگا تھا۔

"نہیں بیٹا! ایسی بات نہیں تم خود بھی اچھے بچے تھے۔" آصفہ بیگم مسکراتی بولیں۔

"چلیں! اب مزید اچھائی کا موقع دیں۔" اس نے آگے بڑھ کر شاپر ہاتھ سے لیتے ہوئے بے تکلفی سے کہا اور آصفہ بیگم مسکراتی ہوئی اس کے برابر میں آ بیٹھیں۔

"بیٹا! ٹھنڈا پانی تو پیو گے نا۔" گھر پر اترتے ہوئے آصفہ بیگم نے پوچھا۔

"ضرور۔" وہ جھٹ سے اتر آیا۔

اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر آصفہ بیگم دوسرے کمرے میں آ گئیں' جہاں ماہین تھی۔

"بیٹی ایک گلاس لیموں کا شربت بنا کر لے آؤ۔"

"امی! کون آیا ہے؟" ماہین نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا بہت پرانا اسٹوڈنٹ ہے۔ ٹیوشن بھی لیتا تھا مجھ سے۔" آصفہ بیگم نے چادر اتار کر کھونٹی سے لٹکاتے ہوئے کہا۔ آصفہ بیگم کے لائے ہوئے شاپر سنبھال کر ماہین کچن میں آ گئی۔

"[illegible] ماہین شام کے لیے [illegible]" آصفہ بیگم نے [illegible] سے کہا' ماہین ان کا مطلب سمجھ گئی تھی۔

وہ [illegible] میں دو گلاس شربت لیے جیسے ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو [illegible] باتیں کرتے ایک دم [illegible]

[illegible]

[illegible] بڑھی۔ "یہ جاذب ہے اور جاذب یہ میری بیٹی ماہین [illegible]"

آصفہ بیگم نے تعارف کروایا۔

"السلام علیکم! بیٹھیں۔" شربت کا گلاس لیتے ہوئے سلام کے ساتھ ہی جاذب نے صوفے کی طرف اشارہ کرکے کہا اور ماہین کچھ دور صوفے پر ٹک گئی۔

"جب میں میم کے پاس پڑھنے آتا تھا تو آپ اتنی سی تھیں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔

"ہاں مجھے بھی یاد آ گیا ہے آپ امی سے مار بہت کھاتے تھے لیکن اس وقت تو آپ تختی سے تھے اب تو ماشاء اللہ" ماہین نے کچھ یاد کرتے ہوئے قدرے حیرانی سے اسے دیکھا تو جاذب کھل کر ہنس دیا۔

"اچھا میم! اب اجازت' ان شاء اللہ مما کو لے کر آؤں گا وہ بھی آپ کو بہت یاد کرتی ہیں۔" شربت کا گلاس ٹرے میں رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

❀ ❀ ❀

یہ ان دنوں کی بات تھی جب آصفہ بیگم نے نیا نیا اسکول جوائن کیا تھا اس وقت جاذب کا ایڈمیشن کلاس ٹو میں ہوا تھا۔ جاذب پڑھائی میں ٹھیک ٹھاک تھا لیکن اسکول آنے سے بہت ڈرتا تھا' وجہ یہ تھی کہ پہلے ہی دن کسی ٹیچر نے اسے بری طرح ڈرا دیا تھا اور وہ خوف زدہ ہوگیا تھا دیگر بچوں کی طرح وہ تیز اور شریر نہ تھا۔ بہت خاموش اور ڈرا ڈرا سا رہتا تھا تب آصفہ بیگم نے اسے بڑے پیار سے سنبھالا' وہ فطرتاً ہی خوف زدہ اور ہر سا تھا۔ آصفہ بیگم نے اس کی والدہ کو بلوا کر بات کی تب پتا چلا کہ ان کے شوہر جاذب کے والد امریکا میں رہتے ہیں' ان کی ساس اور تین غیر شادی شدہ نندیں بہت تیز اور [illegible] معمولی باتوں پر جاذب اور اس کی ماں کو [illegible] اور جاذب کی پٹائی [illegible] دیتے تھے۔ جاذب [illegible]

[illegible]

صاحب بھی جاذب کا بہت خیال رکھتے' پڑھائی کے بعد چار سالہ ماہین اور جاذب ایک ساتھ کھیلا کرتے' یہاں آ کر جاذب بہت خوش اور مطمئن رہتا۔

ڈھیر سارے دن گزر گئے اس وقت جاذب کلاس فور میں تھا کہ جب آخر کار جاذب کے پاپا نے جاذب اور ان کی مما کو اپنے پاس بلوالیا۔ جاتے وقت جاذب بہت اداس تھا اور آصفہ بیگم کو بھی جاذب اور اس کی مما سے پیار ہوگیا تھا' انہیں بھی برا محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ اس بات پر خوش تھیں کہ اب جاذب اور اس کی مما خوش رہیں گے۔

کچھ عرصہ تک برابر جاذب کے فون آتے رہے پھر اچانک صفدر صاحب کا انتقال ہوگیا اور آصفہ بیگم کو سرکاری گھر چھوڑنا پڑا۔ زندگی کو نئے سرے سے شروع کرتے کرتے وہ پریشان ہوگئیں' گھر' اسکول' پھر دوسرے محلے میں نئے لوگوں کے درمیان گزارا کرنا' ماہین کی ذمہ داری جو پرائمری اسٹوڈنٹ تھی۔ یہ سب کچھ کرنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

صفدر صاحب کے انتقال کے بعد ملنے والی رقم سے انہوں نے چھوٹا سا گھر خرید لیا اور حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے نئے سرے سے زندگی شروع کی۔ ماہین بھی قدرتی طور پر سمجھ دار بچی تھی' کوئی فرمائش نہ کرتی جو مل پہن لیتی جو مل کھا لیتی' کوئی ضد نہ کرتی۔ [illegible] شکل والی ماہین پڑھنے میں بہت اچھی اور سگھڑ تھی۔

آصفہ بیگم نے گریجویشن کروانے کے بعد [illegible] گھر کے امور میں بھی طاق کر دیا تھا اور [illegible] شادی کا ارادہ تھا لیکن کوششوں کے باوجود [illegible] رشتے [illegible] گریجویشن [illegible]

[illegible]

اب تو [illegible] سیدھے [illegible]

ماہین کو بھی جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات تھی کہ رضیہ خالہ چند خواتین کو لے کر آئیں ایک لڑکے کی ماں اور دو بہنیں تھیں۔ تینوں بڑی تیز طرار اور فیشن ایبل نظر آرہی تھیں گو کہ لگتا تھا کہ ان کا تعلق نچلے طبقے سے ہے۔ لڑکیوں نے گہرے گہرے رنگوں کے ستارے والے جدید فیشن کے سوٹ پہن رکھے تھے' اچھی بھلی کالی رنگت پر بھری اور تیز میک اپ نے چہروں کو مضحکہ خیز بنا دیا تھا جب کہ والدہ بھی اپنے سفید بالوں پر گہرا رنگ کیے تیز میک اپ میں بھاری بھرکم اور بے ڈھنگے جسم پر کسے ہوئے سوٹ میں کارٹون لگ رہی تھیں۔

"کیا کرتی ہو؟" ایک لڑکی نے ماہین کو اوپر سے نیچے تک دیکھ کر پوچھا تھا۔

"میں ٹیوشن پڑھاتی ہوں۔" ماہین دھیرے سے بولی۔

"ہائے کم از کم بیوٹیشن کا کورس ہی کر لیتیں' آسانی ہو جاتی۔" منہ بنا کر اعتراض کیا۔

"جی" ماہین نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ رضیہ خالہ بے چاری جز بز ہوگئیں۔

"ہاں بھئی ہم نے تو سوچا ہے کہ لڑکی ایسی ہو کہ ایک تو بیوٹی پارلر چلائے اور دوسرا کپڑوں کی سلائی کرے۔ یہ [illegible] تو کھال کھینچنے لگے ہیں آج کل۔" والدہ صاحبہ نے بیٹی کی تائید میں مزید ایک جملے کا اضافہ کیا۔

"[illegible] کیا کرتے ہیں؟" [illegible] پوچھا۔

"[illegible] میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے۔" آصفہ بیگم نے افسردگی سے کہا۔

"[illegible] بھی [illegible]" والدہ نے [illegible]

[illegible]

"[illegible] میری اکلوتی بچی ہے۔" آصفہ بیگم نے [illegible]

[illegible]

شرمندگی سے بولیں۔

"رضیہ ادھر آنا۔" لڑکے کی والدہ نے باہر نکلتے نکلتے رضیہ خالہ کو پاس بلا کر کان میں کچھ کہا اور رضیہ خالہ کا چہرا ایک دم ہی پھیکا پڑ گیا' وہ لوگ گھر سے نکل گئے اور رضیہ خالہ رہ گئیں۔

"کیا کہہ رہی تھیں وہ؟" آصفہ بیگم نے رضیہ خالہ سے پوچھا۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ لڑکی کا نہ باپ ہے نہ بھائی' کیا لے کر آئے گی اگر تم یہ گھر لڑکے کے نام کر دو تو"

"بس خالہ خاموش ہو جائیں۔" ماہین کی آواز پر رضیہ خالہ کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ "خالہ! آپ ایک محبت کرنے والی اور ہمدرد خاتون ہیں' میں جانتی ہوں کہ آپ ہمارا بھلا ہی چاہیں گی لیکن پلیز اب اس سلسلے میں کسی کو نہ لائیے گا۔" ماہین نے سخت لہجے میں کہا اور فوراً ہی واپس پلٹ گئی۔

آصفہ بیگم کی آنکھیں بھر آئیں اور رضیہ خالہ بھی رنجیدہ ہوگئیں۔

"آصفہ آپا فی الحال اس بات کو یہیں ختم کر دیتے ہیں ان شاء اللہ آگے بہتری ہوگی۔ اس وقت ماہین بھی اپ سیٹ ہے۔ دیکھنا ہمارا رب ضرور بہتری کرے گا۔ اس کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری ماہین کی قسمت ایسی چمکے گی کہ دنیا رشک کرے گی۔"

"آپا تم ایک نیک خاتون ہو اور خدا تعالیٰ تمہاری دعا میں رائیگاں نہیں کرے گا۔" نم آنکھوں اور بھیگے لہجے میں رضیہ خالہ نے آصفہ بیگم کو تسلی دی اور آصفہ بیگم سر جھکائے سنتی رہیں۔

❀ ❀ ❀

[illegible] آصفہ بیگم [illegible]

[illegible]

اور پھر کچھ عرصہ بعد سائرہ نے جوان کے ساتھ پڑھاتی تھی ایک رشتہ کی بابت بتایا اور پھر نئی امید کے ساتھ انہوں نے تیاری شروع کردی اور آج لڑکے والے آنے کا کہہ رہے تھے۔

"امی یہ جاذب تو بہت امیر ہوگیا ہے۔" جاذب کی لمبی چوڑی گاڑی اور اس کے حلیے سے ماہین مرعوب لگ رہی تھی۔

"آں ... ہاں ..." ماہین کی آواز پر آصفہ بیگم خیالات سے چونکیں۔

"ہاں! ماشاء اللہ ایم بی اے کرکے امریکہ سے آیا پچھلے دنوں وہ لوگ پاکستان آئے ہیں۔ بتا رہا تھا کہ میں اسے ہمیشہ یاد آتی تھی اور یہاں آکر ہمیں بہت تلاش کیا۔ اس کی ماں بھی بہت اچھی عورت ہے' آج کل کے زمانے میں ایسے اسٹوڈنٹ بہت کم ہوتے ہیں جو ٹیچرز کو اتنی عزت دیں۔" آصفہ بیگم کے لہجے میں جاذب کے لیے شفقت تھی۔

شام کو آنے والے مہمان نہیں آرہے تھے سائرہ کا فون آیا تھا کہ ان کی امی کی طبیعت خراب ہوگئی ہے اس لیے کسی اور وقت آئیں گے۔ دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کو دیکھ کر چپ ہوگئیں۔

دو دن بعد اس شام حسب معمول ماہین بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی تھی صحن میں بچے دری پر بیٹھے تھے' پاس ہی کرسی پر ماہین بیٹھی تھی جب کہ کونے میں بچھے تخت پر آصفہ بیگم نماز عصر ادا کررہی تھی کہ جاذب آگیا۔ ساتھ ہی ایک سوبر سی خاتون تھیں' آصفہ بیگم نے فوراً پہچان لیا' [illegible]

"آئیے اندر چلیں۔" ماہین نے جلدی سے بچوں کو چھٹی دے دی اور ان کو اندر کمرے میں لے جانا چاہا۔

[illegible]

"یہ ماہین ہے نا میم!" انہوں نے سوالیہ نظر ماہین پر ڈالتے ہوئے آصفہ بیگم کو مخاطب کیا۔

"جی!" آصفہ بیگم کے کہنے سے پہلے جاذب بولا تو شگفتہ نے ماہین کو گلے سے لگالیا۔ صحن میں بچھے پلنگ پر آصفہ بیگم اور شگفتہ بیٹھ گئیں۔

"آپ یہاں بیٹھ جائیں۔" ماہین نے جاذب کو مخاطب کرکے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ تھینکس کہہ کر جاذب بھی وہیں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ماہین چائے کے ساتھ پکوڑے اور سویوں کا میٹھا بنا کر لے آئی۔ شگفتہ بہت بے تکلفی سے باتیں کررہی تھیں۔ جاذب کے پاپا کا انتقال کچھ عرصہ قبل ہوگیا تھا تب ہی یہ لوگ پاکستان لوٹ آئے تھے یہاں پر اچھے علاقے میں گھر لے لیا تھا۔

"اب آپ اسے سمجھائیں میم! یہ لڑکا شادی کرنا ہی نہیں چاہتا جو لڑکی دکھائی ہوں' انکار کردیتا ہے۔" باتوں باتوں میں شگفتہ نے شکایتی انداز میں آصفہ بیگم سے کہا۔

"ارے کیوں بھئی!" آصفہ بیگم نے جاذب کو مخاطب کیا۔

"میم! مما نے کوئی ایسی لڑکی نہیں دکھائی کہ پسند آسکے' ان شاء اللہ کرلوں گا شادی لیکن سوچ سمجھ کر۔" پکوڑا منہ میں ڈالتے ہوئے خوش دلی سے جواب دیا' کچھ دیر بعد اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر وہ لوگ لوٹ گئے۔

"واقعی کتنے اچھے اور سادہ لوگ ہیں' اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بھی ہمیں کتنی عزت دیتے ہیں۔ کاش کاش جاذب میرا داماد بن جائے۔" اپنی سوچ پر آصفہ بیگم خود ہی جھینپ سی گئیں ہنس دیں۔

[illegible]

معمولی شکل و صورت کی غریب سی ماہین [illegible] چائے کی ٹرے اٹھا کر لے جاتی ہوئی ماہین [illegible] ٹھنڈی سانس بھری۔

[illegible]

انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

آج اتوار کا دن تھا اتوار کے دن ماہین مشین لگا کر کپڑے دھوتی' دوپہر کے کھانے پر خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اس روز بھی کپڑے دھو کر کھانا بنا کر تقریباً چار بجے وہ دونوں فارغ ہوئے کہ دروازے پر بیل بجی۔ جاذب آیا تھا آج وہ آصفہ بیگم کے کمرے میں آ بیٹھا تھا کچھ دیر بعد عصر کی اذان ہوئی تو آصفہ بیگم نماز پڑھنے اٹھ گئیں۔

"امی میں تو چائے لے آئی تھی۔" آصفہ بیگم کو اٹھتا دیکھ کر چائے لے کر آتی ماہین نے کہا۔

"بیٹی تم لوگ پیو میں ابھی نماز پڑھ کے آتی ہوں۔" جاذب کو چائے دے کر ماہین بھی وہیں بیٹھ گئی۔

"ماہین! ایک بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے۔" کچھ لمحوں بعد جاذب بولا۔

"جی۔" ماہین نے سر اٹھایا۔

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں ... میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا ... کیا ... کہہ رہے ہیں آپ؟" چائے کی پیالی ماہین کے ہاتھوں میں لرز گئی۔ اسے لگا جیسے جاذب پاگل ہوگیا ہو۔ اچھی شکل و صورت اور بہترین پوزیشن والا جاذب ایک عام اور معمولی سی لڑکی سے یہ کہے تو یہ اچنبھا تھا۔

"جاذب! آپ ایک جولی انسان ہیں لیکن مجھ سے ہمدردی مت کریں آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔" بمشکل خود کو بحال کرکے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں ... آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں میں کوئی مذاق نہیں کررہا میں سیریس ہوں۔"

"لیکن جاذب! آپ کو اچھی سے اچھی لڑکی مل سکتی ہے ..."

[illegible]

صحیح معنوں میں گھر بنائے اور میرے خیال میں اگر مجھے آپ کا ساتھ مل جائے تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی' ویسے یہ زبردستی نہیں ہے لیکن میرے بارے میں ایک بار سوچیے گا ضرور۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے ماہین! ایک اچھا اور سنجیدہ ساتھی درکار ہے۔ جو میری خوشیوں اور غموں میں میرا سچے دل سے ساتھ دے سکے' گھر ظاہری خوب صورتی اور بے تحاشہ دولت سے نہیں بنتے ماہین! گھر بنانے کے لیے محبت' ایمان داری' خلوص اور سمجھ داری کی ضرورت ہے اور اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ان تمام خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ لہجے میں اعتماد اور سچائیاں نمایاں تھیں۔" ماہین حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی' اتنا خوبرو بندہ اس کے سامنے دست سوال دراز کررہا تھا' جس کی آنکھوں میں کوئی جھوٹ یا ریاکاری نہ تھی' اس کا لہجہ اور اس کی آنکھیں سچائی کی گواہی دے رہی تھیں۔ شرم سے ماہین کی نگاہیں جھک گئیں۔

"ماہین پلیز ... پلیز میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا' کیا آپ کو میرا ساتھ منظور ہے۔" اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے وہ بے تابی سے سوال کررہا تھا۔

ماہین نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ جاذب کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ کر خوب صورت اعتراف کرلیا۔ جاذب کے ہونٹوں سے خوش گوار سانس خارج ہوئی۔ اسی لمحے اندر آتی آصفہ بیگم نے جو دیکھا اور جو سنا ان کے لیے کسی انہونی جیسا تھا۔ وہ الٹے پاؤں شکرانے کے نفل ادا کرنے چلی گئیں اور ساتھ ہی رضیہ خالہ کے الفاظ ان کی سماعتوں میں گونجنے لگے۔

"آپا ان شاء اللہ ہماری ماہین کی قسمت ایسے چمکے گی کہ ساری دنیا رشک کرے گی۔"

واقعی خدا تعالیٰ نے آصفہ بیگم کی باتوں سے بڑھ کے انہیں بہت خوب صورت [illegible]

میرا ہمنوا

سمیرا غزل

آنکھ کھل جاتی ہے جب رات کو سوتے سوتے
کتنی سونی نظر آتی ہے گزر گاہِ حیات
ذہن و وجدان میں فاصلے تن جاتے ہیں
شام کی بات بھی لگتی ہے بہت دور کی بات

میرا ہمسفر
میرا ہمنوا
میرا چارہ گر
میرا رازداں
میرے درد کی تھی اسے خبر
نہیں تھا وہ مجھ سے بے خبر
اسے چاہنا
اسے کھوجنا
میرا مشغلہ تھا ایک ہی
اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر
لرز اٹھتا تھا دل میرا
اس کے ماتھے پہ شکنیں دیکھ کر
کانپ اٹھتی تھی یہ روح......
کبھی ایسی کوئی شب نہ گزری
کہ میں ٹوٹ کے اس کی راہ میں نہ بکھری
اس کی ہر ایک چاہ
اس کے لبوں سے نکلنے سے پہلے ہی میرا

میری ذات مکمل ہوئی تھی...
وہ بھی مجھے اپنا مان سمجھتا تھا مگر۔
میری قربت میں میری پناہوں میں
وہ جب کبھی بھی سماتا تھا
اس کے ماضی کی سیاہ پرچھائی
اس پہ یوں حاوی ہو جاتی تھی۔۔
کہ
جیسے ایک اور پل بھی وہ میرے پاس رہا
تو مارے اذیت کے اس کا دم گھٹ جائے گا
جسم سے جسم کا رشتہ
روح سے روح تک نہ بن پایا کبھی
اس کے شہر دل میں بسی تصویر
کے سانچے میں میرا روپ نہ ڈھل پایا کبھی
میری روح کی تھکن
خلش،
گزرتے ہر اک پل کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے
زندگی تنہائی کے خول میں سمٹتی جاتی ہے

اسی ہم سفر ہمنوا راز داں
کی زیست میں
"میں"
فقط اک دوسری عورت ٹھہری !

خنک رات میں بھی وہ پسینے میں نہا گئی تھی کمرے میں چارسو پھیلی ایئر فریشنر کی خوشبو نے اس کی سانسوں میں حبس بھر دیا تھا۔ ہجر کی فراق کی یہ شب طویل سے طویل تر ہوتی جارہی تھی۔ رات کی رانی غم ہجراں منانے والوں پہ ماتم کناں تھی۔ آسمان پہ چمکتے تارے آج اس کی سیاہی شب پہ ساکت تھے۔ اپنی ہی لکھی گئی اس نظم کے ایک ایک حرف کو وہ بار بار پڑھ رہی تھی۔ یہ نظم اس کی زندگی پہ یوں حاوی ہوجائے گی اس نے کبھی نہ سوچا تھا اس نے اپنے استاد سے سنا تھا کہ کبھی کبھی شاعری سچ بھی ہوجاتی ہے اور آج شدت سے اسے اس نظم کے لکھنے پہ افسوس ہورہا تھا۔ اس کی ہیزل آنکھوں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔ شدت درد سے سانس لینا محال لگ رہا تھا اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

❁....❁....❁

رات روتے روتے نجانے کب وہ وادئ نیند میں گم ہوگئی تھی۔ آنکھوں کی گہری لالی اس کی سیاہی شب کا ثبوت دے رہی تھی کمرے میں پھیلی مخصوص کلون کی خوشبو نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کردیا۔ اس نے بوجھل دماغ کے ساتھ بمشکل آنکھیں کھول کے دیکھا سامنے ہی دشمن جان تیار ہورہا تھا۔ آئینے میں اسے اٹھتا دیکھ وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"اٹھ گئیں پری؟" معاویہ نے اپنائیت سے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جی بس اٹھ گئی [illegible]" [illegible]

[illegible]

تمہیں کال کررہا تھا مگر تمہارا نمبر بند جارہا تھا خیریت تھی؟"

اب کے معاویہ نے تفصیل بتاتے ہوئے اس سے پوچھا تو رات غم ہجراں کا منظر اس کی آنکھوں میں گھوم گیا۔ پل بھر کو اس دشمن جاں کو دیکھ کے جو اس کے دل میں محبت و اپنائیت کا احساس جاگا تھا وہ معدوم پڑ گیا تھا۔ ایک ایک کرکے اس کی بے اعتنائی و بے رخی اسے یاد آنے لگی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کے بنا کچھ جواب دیے واش روم میں گھس گئی معاویہ اپنی جگہ دم بخود بیٹھا رہ گیا۔ پری وش کے رویے سے اسے کافی تکلیف ہوئی تھی مگر ایسا کوئی پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ جب بھی وہ اسلام آباد سے واپس آتا وہ ایسا ہی رویہ اختیار کرکے اسے کرب میں مبتلا رکھتی تھی۔ اک گہرے ملال و تاسف نے معاویہ کو آ گھیرا وہ موبائل اور والٹ اٹھا کے کمرے سے نکل گیا۔

پری وش کے رویے سے اسے حقیقتاً بہت دکھ پہنچا تھا۔ آج آفس میں بھی اس سے کوئی کام نہیں ہو پارہا تھا۔ وہ غائب دماغی سے سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا۔ دل بھٹک بھٹک کے ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہورہا تھا۔ اس نے چیئر سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں اس کی آنکھوں کے پردوں پہ اس شام کا منظر گھوم گیا جب اس نے پہلی بار پری وش کو دیکھا تھا۔

❁....❁ ❁

درد بڑھنے لگا جب شام ہوئی
دل دھڑکنے لگا جب شام ہوئی
دیکھ کے حال دل میرا آ
غم مسکرانے لگا جب شام ہوئی
وہ بھی [illegible] یاد میں کچھ
ہجر منانے لگا جب شام ہوئی
عالم تنہائی میں موسم بہار
[illegible] لگا جب شام ہوئی
[illegible]
[illegible] لگا جب شام ہوئی

[illegible] پری وش کی جانب سے [illegible]

مشاعرے میں نہایت اعتماد سے غزل پڑھتی وہ اس شام کا حصہ لگ رہی تھی۔ جس طرح اک اک لفظ کو محسوس کرکے وہ ادا کررہی تھی سب داد دیے بنا نہ رہ سکے تھے جبکہ وہیں موجود معاویہ وقاص اس کے لب و لہجے میں کسی یاسیت و تشنگی میں گم تھا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ محبت روح سے روح کا رشتہ ہے اکثر سب کچھ پاکے بھی انسان کے اندر اک عجب سی خلش باقی رہ جاتی ہے۔ وہ اس لیے کہ شاید آپ کو آپ کی حقیقی محبت نہ ملی ہو اور محبت بھی وہ جسے اگر اک نظر دیکھ لو تو صدیوں کی تشنگی سیراب ہوجائے جس میں کچھ کھونے یا پانے کی تمنا نہ ہو۔ آج اسے بھی ایسا لگ رہا تھا کہ اس کی تشنگی مٹ گئی ہو۔ ان آٹھ سالوں میں کبھی اس نے صنف نازک کی طرف پیش قدمی نہیں کی تھی۔ خود کو اس قدر مصروف رکھا تھا کہ دل میں پھر کوئی جذبہ کوئی محبت کا پھول اس کے دل کی بنجر زمین پہ نہ کھل پایا مگر آج پری وش کو دیکھ کر اسے اپنی ریاضت کہیں مٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔

وہی سرو قامتی تراشا ہوا پیکر لانبی انگلیاں بڑی بڑی آنکھوں پہ گھنی پلکیں گداز خوب صورت کٹ والے ہونٹ موتیے جیسے دانت موتیے کی مانند بند کلی جیسی ناک گھنیرے ریشمی آبشار جیسے بال اور اگر بس ذرا سی رنگت نکھر جاتی !

اپنے کندھے پہ کسی کا ہاتھ محسوس ہوا تو اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

"کہاں گم ہو یار چلنا نہیں ہے کیا؟ مشاعرہ کب کا ختم [illegible]" [illegible] عزیز از جان دوست حمد نے [illegible] دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں چلو یار کچھ نہیں بس ایسے ہی کچھ یاد آ گیا تھا۔" معاویہ [illegible] ہوئے کہا تو حمد مسکرا کر اس کے ساتھ [illegible]

❁ ❁ ❁

[illegible]

تھا۔ احسان صاحب اپنے والدین کے اکلوتے سپوت تھے لہٰذا ان کی وفات کے بعد سارا بزنس احسان صاحب نے سنبھالا اور اپنی محنت و لگن سے بلندیوں تک پہنچایا ان کا شمار اسلام آباد کے ٹاپ بزنس مین میں ہوتا تھا۔ جب بچے بڑے ہوئے تو انہوں نے بزنس کی تمام ذمہ داری سنبھال لی اور احسان صاحب گھر بیٹھ گئے۔ معاویہ نے بزنس کے ساتھ ساتھ ایم بی اے کرلیا تھا۔ جس سے اس کی صلاحیتوں کو چار چاند لگ گئے تھے۔ معاویہ کی محنت و لگن کو دیکھتے ہوئے احسان صاحب نے اپنے عزیز از جان دوست اکبر کی اکلوتی بیٹی سارہ اکبر سے اس کی شادی طے کردی تھی۔ معاویہ کے دل میں کوئی اور صورت نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے والدین کے فیصلے کو تابعداری سے مان کر انہیں مان بخشا تھا۔ احسان صاحب نے معاویہ کے ساتھ ساتھ کرن کی بھی شادی اس کی پسند سے اس کے کلاس فیلو نبیل کے ساتھ طے کردی تھی۔ دونوں بہن بھائی اپنی اپنی شادیوں سے بہت خوش تھے۔ معاویہ کو بھی سارہ کافی اچھی لگی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے سنگ اپنی زندگی میں رنگ بھرنے میں مگن تھے۔ تب ہی اللہ نے انہیں ایک سال بعد پھول جیسی بیٹی سے نوازا احسان صاحب اور کرن اپنے آپ کو جنت کا مکین سمجھنے لگے تھے۔ ان دونوں نے اپنی پوتی کا نام حورعین رکھا تھا۔ ہر سو خوشیوں کا رقص تھا مگر قدرت نے شاید کچھ امتحان باقی رکھا تھا۔ اس رات حورعین کو خاصا بخار تھا۔ معاویہ بزنس میٹنگ کے سلسلے میں کراچی گیا ہوا تھا۔ طلحہ ابھی گھر پہ نہیں تھا۔ وہ ڈرائیور کے ساتھ حورعین کو لے کر کلینک چلی گئی واپسی میں ہلکی بارش موسلا دھار بارش میں تبدیل ہوچکی تھی۔ سردی کے باعث جلد از جلد گھر پہنچنے کی جلدی میں ڈرائیور سے گاڑی سنبھل نہ پائی اور سامنے سے آتے ہوئے ٹرک سے ٹکرا گئی۔ اس شدید ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں سارہ، حورعین اور ڈرائیور [illegible] جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اس حادثے کی خبر نے ان کے [illegible] ناقابل یقین واقعے کو قبول نہیں کر پارہا تھا۔ خاص کر

معاویہ جو اپنے حواس کھو چکا تھا اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔ سب اس کی صحت کے لیے دعا گو تھے سب کی دعاؤں کے سبب معاویہ بچ تو گیا تھا مگر کومے میں چلا گیا تھا۔ تقریباً چھ ماہ کومے میں رہنے کے بعد وہ اپنے حواس میں لوٹا تھا۔ سب نے اس کی خدمت میں دن رات ایک کر دیے تھے۔ سب کی دل جوئی و محبت سے وہ واپس زندگی میں لوٹ آیا تھا۔ اسے اکبر صاحب کی بہت فکر تھی۔

جب ہی اس نے اکبر صاحب کو نہ صرف بیٹا بن کے پیار دیا بلکہ ان کا بزنس بھی سنبھال لیا۔ معاویہ نے خود کو تنہائی اور یادوں کے خول میں بند کر لیا تھا۔ اس نے سارہ سے کوئی پسند کی شادی نہ کی تھی مگر اسے نہایت ایمانداری و خلوص سے اپنایا تھا وہ اس کی شریک حیات تھی اس کی بیٹی کی ماں تھی۔ یہ ہی رشتہ ان کے درمیان محبت کی بنیاد تھا۔ ابھی تو اک دوجے کے سنگ بہت سی مسافتیں طے کرنی تھیں مگر سارہ کی اس اچانک موت سے وہ اندر سے ٹوٹ گیا تھا خاص کر حور عین سے جدائی اس کے لیے ناقابل برداشت تھی مگر تقدیر کے اس فیصلے کو آہستہ آہستہ سب نے قبول کر لیا تھا سوائے معاویہ کے اس نے اپنے دل کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے تھے مگر آج پری وش نے آٹھ سال بعد اس کے دل کے دروازے پر دستک دی تھی۔ نجانے کیوں رہ رہ کر اسے اس کا یاسیت زدہ چہرہ و انداز بار بار یاد آ رہا تھا وہ خود اپنی اس کیفیت سے بے خبر تھا۔

❀ ❀ ❀

"آخر تم شادی کیوں نہیں کر لیتے یار کب تک یوں اکیلے زندگی گزارو گے؟ میں جانتا ہوں یہ جو تم نے اپنے اوپر طمانیت کا خول چڑھایا ہوا ہے یہ صرف ظاہری ہے آٹھ سال ہو چکے ہیں معاویہ اب تو جی لو دوبارہ اپنی زندگی۔" اس شام معاویہ احمد کے گھر اس سے ملنے گیا تو چائے کے دوران ادھر ادھر کی رسمی گفتگو کے بعد احمد نے اسے سمجھایا تھا۔ اس بار معاویہ نے اسے جھڑکا اور نہ ہی انکار کیا بس گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

"کہاں کھو گئے میں تم سے بات کر رہا ہوں۔ پتا نہیں آج کل کہاں کھو جاتے ہو تم سب ٹھیک ہے نا؟" احمد نے اسے سوچ میں گم دیکھ کے دوبارہ پوچھا تو وہ جیسے اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آیا۔

"کچھ نہیں میں تمہاری بات پہ غور کر رہا تھا۔" معاویہ نے جواباً کہا تو احمد نے چونکتے ہوئے معاویہ کو دیکھا۔

"واہ مابدولت آج سوچ بچار کر رہے ہیں ہماری گزارش پہ نوازش حضور۔" اب کی بار احمد نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تو معاویہ کے لبوں پہ بھی دھیمی سی مسکراہٹ در آئی۔

"ویسے کل مشاعرے میں مزا آیا تھا نا مجھے بہت خوشی ہوئی ادب کی فیلڈ میں کافی نئے چہرے متعارف ہو رہے ہیں۔ خاص کر وہ کیا نام تھا اس کا ہاں پری وش کافی اچھی اور سلجھی ہوئی شاعرہ لگ رہی تھی۔" احمد نے مشاعرے کا تذکرہ کرتے ہوئے معاویہ سے پوچھا۔ پری وش کے ذکر پہ اک بار پھر اس کے خیالوں میں پری کی ہلکی سی شبیہ لہرائی تھی۔ اس نے اپنا سر جھٹک کے خیال کی نفی کی۔

"ہاں واقعی بہت ہی خوش آئند بات ہے کہ اردو ادب سے اب کافی لوگ وابستہ ہو رہے ہیں۔" معاویہ نے احمد کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ دونوں دوست کالج فرینڈ تھے۔ احمد اسلام آباد پڑھائی کے سلسلے میں ہاسٹل میں رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے معاویہ سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہوئی تھی۔ جس میں زیادہ ہاتھ دونوں کا اردو ادب سے بے حد لگاؤ تھا۔ اکثر دونوں ساتھ ہی مشاعروں و دیگر پروگراموں میں شرکت کرتے تھے۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں یار لائبریری میں بھی [illegible]

[illegible]

[illegible] معاویہ نے اجازت چاہتے ہوئے [illegible]

"ہاں ہاں اب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سے اپنے عزیز از جان دوست کی خوشیوں کے لیے دعا کی۔

❀ ❀ ❀

افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا
دل اور بھی الجھے گا پڑھیے نہ کتابوں کو

ریک سے کتابیں نکالنے میں مگن وہ اپنی ہی دھن میں تھی جب کسی نامانوس سی آواز پہ اس کے ہاتھ رکے تھے۔ اس نے پلٹ کے دیکھا تو نگاہوں میں ہلکی سی شناسائی کا رنگ ابھرا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس دن مشاعرے میں کوئی نہایت محویت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت حساس شاعرہ تھی کسی کی نگاہوں سے اٹھتے جذبوں میں کون سا رنگ ہے وہ سمجھ سکتی تھی۔ اس نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑے خوبرو نوجوان کو دیکھا جو نہایت سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جی آپ کون..... کچھ کہنا تھا؟" اس نے حیرت سے استفسار کیا۔

"معاویہ معاویہ وقاص! اس دن مشاعرے میں آپ کو دیکھا تھا۔

کافی اچھی شاعری کرتی ہیں آپ دراصل میں جب بھی [illegible] آتا ہوں تو لیاقت لائبریری میں کچھ نہ کچھ [illegible] آج بھی یہاں [illegible] میں آیا تھا تو [illegible] تعارف و تعریف [illegible]" معاویہ نے [illegible] تفصیل سے اسے وضاحت دی تھی۔

[illegible] زبردست بہت اچھا لگا [illegible] کے اس ترقی [illegible] میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنا قیمتی وقت [illegible] لائبریری میں [illegible] کرتے ہیں۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"جی بہت زیادہ مطالعے کے بغیر تو ویسے بھی زندگی ادھوری سی لگتی ہے مجھے۔" پری وش نے کتاب ٹیبل پر رکھ کے چیئر پہ بیٹھتے ہوئے کہا تو معاویہ بھی اس کے سامنے والی چیئر کھسکا کے بیٹھ گیا۔ اس وقت شام کی وجہ سے لائبریری میں رش قدرے کم تھا وہ دلچسپی سے اس کے خیالات جاننے لگا۔

"آپ کی شاعری میں آپ کی نجی زندگی کا دخل کتنا ہے میرا مطلب تجربہ یا مشاہدہ؟" پری وش کو اتنے پرسنل سوال کی اس سے توقع نہیں تھی وہ قدرے حیرانی سے معاویہ کو دیکھنے لگی جو نہایت دلچسپی سے اس کے چہرے پہ نظریں مرکوز کیے ہوئے تھا وہ کچھ پزل سی ہوئی۔

"دونوں اور ضروری نہیں شاعری صرف تجربہ ہی ہو مشاہدہ بھی بہت ضروری ہے۔ دوسروں کے درد و جذبات کو محسوس کر کے لفظوں کا پیراہن دینا ہی اصل شاعری ہے۔" پری وش نے خود کو سنبھالتے ہوئے اعتماد سے کہا تو وہ متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔

"امیزنگ! پھر تو آپ کو یہ بھی پتا ہوگا کہ شاعری ادھوری بات ہوتی ہے۔ اگر ہم اس میں پوری بات کہہ کر تمام جذبات کی ترجمانی کر دیں تو اس کی خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے۔ جذبات و درد کی عکاسی کا سب سے بہترین طریقہ افسانہ ہے یا ناول آپ افسانے لکھا کریں مجھے یقین ہے آپ بہت آگے جائیں گی۔" معاویہ نے اسے سراہتے ہوئے صدق دلی [illegible] تو وہ مسکرا اٹھی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں ٹائم کافی ہو گیا ہے..... اچھا لگا آپ سے مل کے۔" پری نے گھڑی کی جانب دیکھتے ہوئے فکرمندی سے کہا جو اس وقت شام کے سات بجا رہی تھی۔

"جی ضرور..... اپنا خیال رکھیے گا بہت۔" معاویہ نے بھی کھڑے ہو کر اس کی موہنی صورت کو نگاہوں میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نیند سویا تھا۔
نیند کی دیوی اس پر مہربان تھی جب ہی رات کے پچھلے پہر اسے وہ روح فرسا خبر ملی جسے سن کے اسے اپنا وجود مٹتا محسوس ہوا وہ پہلی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچا تھا۔
"کہاں ہیں مما... اب کیسی طبیعت ہے ان کی اور ڈاکٹرز نے کیا کہا ہے ان کی کنڈیشن کے بارے میں؟" اسپتال پہنچتے ہی اس نے کوریڈور میں موجود طلحہ سے ایک ہی سانس میں کئی سوال کرڈالے تھے۔
"ریلیکس بھائی اب ٹھیک ہیں مما حوصلہ رکھیں اس طرح پریشان مت ہوں کل رات ہارٹ اٹیک ہوا تھا مما کو اب ٹھیک ہیں وہ اور کچھ دیر بعد ڈاکٹر انہیں پرائیویٹ روم میں شفٹ کردیں گے تو آپ مل لیجیے گا۔" طلحہ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے تفصیل بتائی۔
"مگر ہوا کیسے یہ سب جب میں گیا تھا تب تو وہ ٹھیک تھیں پھر اچانک ایسی کیا ٹینشن ہوگئی جو یہ سب ہوگیا اگر کچھ ہو جاتا مما کو تو...؟" معاویہ نے جھنجلاتے ہوئے کہا تو طلحہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ وہ جو خود کو نہایت مضبوط ظاہر کررہا تھا مگر سہارا ملتے ہی اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔
"بیٹا سنبھالو خود کو کچھ نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے اب اللہ کا شکر کرو۔" احسان صاحب جو کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر سے بات کرکے آئے تھے معاویہ کو یوں روتے دیکھ کر پریشان ہوگئے تھے۔ انہوں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔
"جی پاپا میں بھی کب سے بھائی کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ مما ٹھیک ہیں اب بالکل مگر یہ سمجھ ہی نہیں رہے۔" اب [illegible] طلحہ نے بھی [illegible] سب کی طرف داری کرتے ہوئے کہا تو اس [illegible] کو تھوڑا اطمینان ہوا دل سے سب [illegible] ایک نظر اپنی ماں پر ڈالتے ہوئے شکرانے کے نفل ادا کرنے چلا گیا۔

❁ ❁ ❁

"مما اب آپ آرام کریں میں چلتا ہوں۔" معاویہ نے انہیں دوا میں [illegible] آرام کرنے کی تاکید کرتے ہوئے اٹھتے ہوئے کہا تو انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"بیٹھو تھوڑی دیر مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" انہوں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔
"جی مما کہیں کیا بات ہے؟" معاویہ نے تابعداری سے پوچھا۔
"پہلے وعدہ کرو منع نہیں کرو گے۔" انہوں نے التجائیہ انداز میں کہا تو وہ معاویہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ان کے پاؤں دبانے لگا۔
"شادی کرلو بیٹا اب میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی اگر اس دن مجھے کچھ ہو جاتا تو یہ ارمان میرے دل میں ہی رہ جاتا پلیز بیٹا۔"
"اللہ نہ کرے مما آپ کو کبھی کچھ ہو آئندہ ایسی بات مت کیجیے گا پلیز۔ کرلوں گا میں شادی بھی آپ ٹھیک تو ہو جائیں پہلے ابھی آپ کو ڈسچارج ہوئے ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا ہے۔ آرام کریں آپ پلیز۔" معاویہ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے تڑپ کر کہا۔
"تم سچ کہہ رہے ہو معاویہ واقعی تم شادی کے لیے تیار ہو؟" انہوں نے بے یقینی سے معاویہ کو دیکھا اک طمانیت سی ان کی رگ وپے میں سرائیت کرگئی تھی۔
"میں آپ سے جھوٹ بول سکتا ہوں کیا؟ اب بس جلدی سے مجھے میری پہلے والی مما لوٹا دیں۔" معاویہ نے مسکراتے ہوئے انہیں خود سے لگالیا تو فرط مسرت سے ان کی آنکھیں چھلک پڑیں۔
"اچھا اب آپ سو جائیں کل بات کریں [illegible] بارے میں ٹھیک اب تو خوش ہیں نا آپ؟" معاویہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"سوری ہوں [illegible] اب [illegible] آرام [illegible] ہوں۔" انہوں نے خوشی سے کہا۔
"مما... آپ نے کوئی لڑکی تو نہیں [illegible]
معاویہ نے [illegible] پوچھا۔
[illegible] دو نظر میں مگر کیوں کہیں تمہاری [illegible] تو نہیں" [illegible] کے انہوں نے شرارت سے [illegible]

معاویہ کے چہرے پر پھیلتے رنگوں سے انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ اس کے دل کی بنجر زمین پھر آباد ہوچکی ہے۔ وہ ماں تھیں بیٹے کے دل میں کیا ہے یہ ان سے بہتر کون جان سکتا تھا۔
"بس ایسے ہی۔" معاویہ نے کہا تو انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔
"کون ہے وہ جس نے میرے بیٹے کے چہرے پر دھنک کے رنگ کھلا دیے ہیں جنہیں دیکھنے کے لیے میں اتنے سالوں سے ترس رہی تھی۔" انہوں نے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا تو وہ نظریں جھکا گیا اور پری وش کے بارے میں انہیں سب کچھ بتا دیا۔ جسے سن کر انہیں حقیقتاً بہت خوشی ہوئی تھی۔ بہت جلد پری وش کے گھر جانے کا عندیہ دے کے وہ پرسکون ہوگئی تھیں۔ آج ان کے سر سے اک بوجھ ہٹ گیا تھا۔ پری وش سے متعلق تمام معلومات احمد کے ذریعے معلوم کرکے اس نے جب پر چلنے کا کہا سب کے ویران چہروں پر اک بار پھر زندگی بہار بن کے چھا گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

پری وش کا تعلق متوسط طبقے سے تھا پری وش جمال الدین اور [illegible] جمال الدین کی سب سے بڑی بیٹی تھی۔ [illegible] وش کی پیدائش کے بعد خدا نے انہیں مزید تین بیٹیوں سے نوازا تھا گھر کے حالات جو پہلے ہی ناخوشگوار تھے [illegible] کی پیدائش کے بعد ان میں مزید بگاڑ پیدا ہوگیا تھا۔ [illegible] میں بیٹے کی حسرت لیے جیتے رہے مگر [illegible] ان کی قسمت میں یہ نعمت نہیں رکھی تھی۔ [illegible] وجہ [illegible] مزاج میں اک عجیب چڑچڑاپن [illegible] ہوگیا [illegible] بات بات پر بیوی اور بچیوں سے الجھتے [illegible] بچیوں خاص [illegible] پری وش سے [illegible]

شبانہ شمس

کیسی ہیں آپ سب؟ مابدولت کو شبانہ شمس کہتے ہیں، میں سندھ کے چھوٹے سے شہر گھوٹکی میں رہتی ہوں۔ ہم اس رنگ برنگی دنیا میں رحمتوں کے مہینے میں یعنی رمضان المبارک میں جلوہ افروز ہوئے۔ مجھے دوستیں بنانے میں بہت مزا آتا ہے، کالج میں میرا گروپ ہے جسے خان گروپ کہتے ہیں۔ مجھے میری دوستیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن میرے ساتھ کسی نے بھی وفا نہیں کی، کوئی بات نہیں کیونکہ ان کے بدلے مجھے اپنی بہنوں کا بہت سارا پیار مل جاتا ہے۔ گھر کے کام کرنا مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا، کھانے میں جو مل جائے کھالیتی ہوں۔ نخرے نہیں کرتی، شلوار قمیص بہت پسند ہے۔ بہت حساس ہوں، غصے کی بہت تیز ہوں، مجھے کالا رنگ بہت پسند ہے۔ آنچل سے میرا تعلق ایک سال سے ہے آنچل بہت بہت اچھا رسالہ ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ امید ہے کہ آپ کو میرا تعارف ضرور پسند آئے گا۔

شاعرہ بھی مگر حالات کی تلخیوں نے اس کے لفظوں میں ایسا درد و تاثیر بھردی تھی کہ وہ جو لکھتی سب سراہتے ابھی وہ پرائیویٹ ماسٹرز کرکے فارغ ہی ہوئی تھی کہ ابا کی ناساز طبیعت نے اسے اک دبی جریدے میں نوکری کرنے پر مجبور کردیا جس سے اس کے اندر چھپے ہوئے تخلیقی فن کو بہت تقویت و نام ملا۔ ایسے تلخ حالات میں معاویہ و قاص کا رشتہ ان کے گھر زندگی کی نوید بن کر آیا تھا۔ آسیہ بیگم کو معاویہ بہت پسند آیا مگر ان کی حیثیت و مرتبے نے ان کے اندر [illegible] عجب وخدشہ پیدا کردیا تھا جسے [illegible] نے اپنے اعلیٰ اخلاق سے پس پشت ڈال دیا تھا نہیں بھی [illegible] پری وش بہت پسند آئی تھی [illegible] بن گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

"آپ ابھی تک اکبر انکل کا بزنس کیوں سنبھالتے ہیں اپنے پاپا کا کیوں نہیں؟" اتنے غیر متوقع سوال پہ معاویہ نے چونک کے اسے دیکھا۔
"دیکھو پری میں نے پہلے بھی کہا تھا وہ میرے بابا جیسے ہیں اور تمہیں بزنس کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے انڈر اسٹینڈ۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔
"بابا جیسے ہیں بابا ہیں تو نہیں نا وہ سارہ کے بابا ہیں آپ کے نہیں اور آپ کے پاپا کا خود اتنا بڑا بزنس ہے طلحہ اکیلا سنبھال رہا ہے مجھے لگتا ہے اب آپ کو اسے ہی سنبھالنا چاہیے۔" اس نے نہایت تلخی سے کہا تو معاویہ نے نہایت غصے سے اسے دیکھا تھا۔
"پری پلیز تم چپ ہو جاؤ آئندہ نہیں سنوں میں ایسی کوئی بات۔" اس نے غصے سے کہا۔
"تو ٹھیک ہے نہیں کہوں گی پھر آپ میری بات مان لیں۔"
"کون سی بات؟" اس نے حیرت سے استفسار کیا۔
"ہم کراچی میں رہیں گے اب اور پلیز آپ منع نہیں کریں گے۔" اس نے نہایت آرام سے اپنی بات مکمل کی جسے سن کے معاویہ سناٹے میں آ گیا تھا۔
"ادھر بیٹھو پری یہ کیا کہہ رہی ہو تم تمہیں اندازہ بھی ہے سب کتنا ہرٹ ہوں گے تمہاری یہ بات سن کے تمہیں تو سب کے ساتھ رہنا ہے ہمیشہ ماما کا خیال رکھنا ہے کتنی خوش ہیں وہ تم سمجھ رہی ہو نہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" معاویہ نے اس کا ہاتھ تھام کے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے نرمی سے سمجھانا چاہا۔
"اور میں جو ہرٹ ہو رہی ہوں اس کا کچھ اندازہ ہے آپ کو اگر آپ کو اپنی مرحومہ بیوی اتنی ہی عزیز تھی تو کیوں مجھے لائے تھے...... اس کے رشتوں کی آپ کو پروا ہے مگر میرے لیے آپ کے پاس وقت نہیں۔ وحشت سی ہونے لگی ہے۔ مجھے یہاں کے در و دیوار سے ہر وقت آپ کے اور اس کے رشتے کا لمس محسوس ہوتا ہے [illegible] میں یہاں پلیز چلیں آپ میرے ساتھ۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔
کتنا کچھ غلط سوچ رہی تھی وہ جبکہ وہ تو پوری رضامندی و محبت سے اسے اپنی زندگی میں لایا تھا اس کو تاسف سا ہوا اس کی سوچ پہ جو اتنی ذمہ دار ہو کہ بھی اس نہج پہ سوچ رہی تھی۔ پھر کچھ سوچ کے اس نے ہامی بھر لی۔
"ٹھیک ہے چلیں گے مگر تم کسی سے کچھ نہیں کہو گی۔"
اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا مگر اگلے ہی لمحے اک طمانیت کی لہر اس کے اندر اتر گئی تھی اس کے کشادہ سینے میں اس نے اپنا سر چھپا لیا تھا۔

❁ ...... ✿ ...... ❁

معاویہ نے نجانے کیا کہہ کر سب کو مطمئن کر دیا تھا کہ کسی نے بھی اس کے کراچی شفٹ ہونے پر شکوہ نہیں کیا تھا۔ سب نے محبت کے ساتھ دونوں کو رخصت کیا تھا۔ وہ سرشار سی کراچی آ گئی تھی مگر معاویہ کی دن بدن بڑھتی مصروفیات اور اکثر اسلام آباد جانے پر اسے اعتراض رہنے لگا تھا۔ اس نے حالات کو اپنے ہی زاویے سے سوچنا شروع کر دیا تھا۔ جس سے دونوں کے مابین ایک عجیب سی سرد مہری آن بسی تھی۔ معاویہ بارہا اسے سمجھانے کی سعی کرتا مگر وہ اس سے دور ہوتی جا رہی تھی یہی بات اسے پریشان کیے دے رہی تھی جذبہ محبت کہیں تھک کے سو گیا تھا۔ اس بار بھی جب وہ اسلام آباد سے کراچی لوٹا تھا پری نے بجائے خوشی سے اس کا خیر مقدم کرنے کے سرد مہری دکھائی تھی۔ اسے دوسری شادی کرنا جرم لگنے لگا تھا۔

❁ ✿ ❁

"معاویہ یہ بات ہے تم ٹھیک ہو اتنی دیر ہو گئی اب تک گھر نہیں گئے [illegible] تم نے اسموکنگ کیوں [illegible]" [illegible] سب سے وہ آ [illegible] میں بیٹھ [illegible] کہ احمد نے آ کر اسے جھنجھوڑا اس نے اک نظر سامنے ٹیبل پر لگی وال کلاک پہ ڈالی جو رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔
"ہوں کچھ نہیں بس ایسے ہی تم کیوں نہیں گئے بھابی انتظار کر رہی ہوں گی۔" معاویہ نے سگریٹ [illegible] میں مسلتے ہوئے پوچھا۔

"جا ہی رہا تھا پھر گارڈ سے پتا چلا کہ تم اب تک یہیں ہو تو چلا آیا اور بھابی تو تمہارا بھی انتظار کر رہی ہوں گی۔ تم کیوں نہیں گئے اتنا کام بھی نہیں ہے آج تو پھر؟" احمد نے سنجیدگی سے کہا۔
"بھابی انہیں یہاں انتظار ہو گا میرا بھلا۔" معاویہ نے تلخی سے کہا۔
"کیا مطلب؟" احمد نے چونک کے پوچھا تو معاویہ نے کئی دن سے دل میں پنپتا غم اس کے سامنے بیان کر دیا۔ احمد کو اپنے عزیز از جان دوست کی یہ حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا تو وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔
"فکر نہیں کرو سب ٹھیک ہو جائے گا بھابی فطرتاً شدت پسند ہیں اس لیے انہیں تمہاری زندگی میں سارہ بھابی کی یادوں کی بھی مداخلت گوارا نہیں۔" احمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"کون سی یادیں یار تم جانتے ہو میں پری کو پسند کرتا ہوں تب ہی میں نے اتنا بڑا فیصلہ کر کے شادی کی تو پھر یہ سب کیوں؟" معاویہ نے یاسیت سے کہا۔
"میں جانتا ہوں مگر یہ جو عورت ذات ہوتی ہے نا کئی بار اپنے اندیشوں وسوسوں کو حقیقت کا روپ دے کر سچ مان لیتی ہے۔ تمہارا انکل کا بزنس سنبھالنا بھی شاید اس لیے انہیں پسند نہیں آیا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سب میں غلطی تمہاری بھی ہے۔ تمہیں ان کی سوچ کو صحیح کرنا چاہیے تھا۔ اپنی وفا و محبت کا یقین دلانا چاہیے تھا۔ اس طرح وقت کے دھارے پر سب کچھ چھوڑ کے خاموشی اختیار کر لینے سے سب ٹھیک تو نہیں ہو جائے گا؟" احمد نے سمجھاتے ہوئے کہا تو معاویہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ واقعی اس سب میں وہ خود زیادہ قصوروار نظر آ رہا تھا۔ اس نے سر جھکا لیا۔
"اب ریلیکس ہو جاؤ اور بھابی کو پورا ٹائم دو اپنی سمجھ انہیں کنوینس کر کے اسلام آباد ہی چلے جاؤ تم دونوں یا کسی ہنی مون ٹرپ پر۔ اکبر انکل کے بزنس کا کراچی والا سارا کام میں سنبھال لوں گا اس کی فکر نہیں کرو ویسے میرے

پاس ایک راستا ہے اگر تم چاہو تو اس پر عمل کر سکتے ہو۔" احمد نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"کیسا راستا؟" احمد کی آخری بات پر اس نے چونک کے دیکھا تھا اور پھر جو احمد نے اسے کہا اس کی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔ ایک امید کا جگنو اسے مل گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت عجیب بوجھل سی ہو رہی تھی بخار نے اسے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی کہ ملازمہ نے اسے اس نے امی کے آنے کی خبر دی۔ امی کو اندر بھیجنے کا عندیہ دیا۔ بخار میں اسے اٹھ کے باہر جانا محال لگ رہا تھا۔

"پری کیا ہے یہ سب یہی تربیت کی تھی میں نے تمہاری کہ تم اس عمر میں مجھے ذلیل کراؤ۔" نہ حال احوال پوچھا نہ پیار جتایا انہوں نے آتے ہی اس کی کلاس لے ڈالی تھی۔ اس نے ناسمجھی سے ماں کی طرف دیکھا۔

"کیا کر دیا امی جان میں نے؟"

"بس کرو تم کب سے اپنا گھر چھوڑے یہاں بیٹھی ہو کیا یہی سب سکھایا تھا میں نے تمہیں بیٹا اس طرح رشتوں میں دوریاں بڑھ جاتی ہیں تمہیں تو رشتے جوڑنا سکھایا تھا نا۔" انہوں نے ہنوز غصے سے کہا وہ جو کب سے اپنے دل میں دکھتے درد کو باہر نکلنے سے روک رہی تھی ماں کو دیکھ کے سنبھل نہیں پائی اور سسک اٹھی ماں کے گلے لگ کے آج اس نے سب کچھ بتا دیا تھا۔

"بس چپ کرو میری بچی تم تو میری سب سے سمجھدار بیٹی ہو تم بھی بے وقوف کیسے ہو سکتی ہو؟" انہوں نے [illegible]

[illegible]

میں لڑکیاں نہ تھیں۔ وہ صرف تمہارے پاس آیا اور بیٹا اگر وہ سارہ کے ابو کا بزنس سنبھالتا ہے تو اس میں کیا غلط ہے۔ سارہ اکبر بھائی کی کل کائنات تھی اس کے جانے سے ان کے پاس کچھ نہ بچا تھا۔ ایسے میں معاویہ نے ان کا بیٹا بن کے انہیں سہارا دیا تو کیا غلط کیا بولو اور ایسے تو وہ میرے اور تمہارے بابا کی بھی اتنی عزت کرتا ہے ہر ممکن کوشش کرتا ہے ہمارے کام آنے کی اور رہی بات سارہ کی تو بیٹا وہ اس کی بیٹی کی ماں تھی اس کی بیوی تھی اس نے کتنا کچھ کھو دیا کیا آسان ہے یہ سب بھلانا؟ تمہیں تو اس کی شریک حیات بن کے اس کے ہم قدم چلنا چاہیے تھا۔ اس کا آئینہ بن کے رہنا چاہیے تھا اس کے دل سے تمام یادوں کو نکال کے اپنا عکس نقش کرنا چاہیے تھا۔ اس کے گھر والوں کے ساتھ رہ کے ایک بیٹی بن کے اپنے تمام فرض نبھانے چاہیے تھے یا یہ کہ اسے لے کے یہاں آ گئی۔" وہ رسانیت سے اسے سمجھا رہی تھیں اور ایک ایک کر کے تمام گرہیں کھلتیں جا رہی تھیں۔ دماغ پہ جمی گرد ہٹی تو اسے سب صاف اور شفاف لگنے لگا تھا۔

"آپ صحیح کہہ رہی ہیں امی میں ہی غلط تھی۔" اس نے شرمندگی سے اعتراف کیا۔

"اب اپنی غلطی تسلیم کر ہی لی ہے تو معاویہ کے ساتھ واپس چلی جاؤ بیٹا یاد رکھنا ہر انسان کی جگہ، اہمیت الگ الگ ہوتی ہے تم کبھی سارہ نہیں بن سکتی اور نہ ہی وہ تمہاری جگہ لے سکتی ہے۔ دوسری عورت پہلی عورت نہیں بن سکتی لیکن اگر وہ اپنا دل بڑا کرے تو اس کی [illegible] نہیں لے سکتی۔" انہوں نے شائستگی سے [illegible] اپنی [illegible] کو دیکھا جو اس کے لیے کتنی پریشان [illegible] اس نے محبت سے انہیں گلے لگایا۔ وہ [illegible] تھیں کہ ان کی بیٹی کی زندگی اب سہل ہو جائے [illegible]

❁ ❁ ❁

[illegible]

[illegible] کے قریب لگ رہی تھی۔

"دیکھتے ہی رہیں گے یا اندر بھی آئیں گے؟" اس کے ہاتھوں سے بریف کیس لیتے ہوئے چٹکی بجا کے اس نے معاویہ کی محویت کو توڑا تھا۔

"کیوں نہیں۔" وہ مسکرا اٹھا تھا اتنے دن بعد اس کے قدم سے قدم ملا کے چلتے ہوئے وہ اپنے روم میں آ گیا تھا۔

"سنیں گھر واپس چلیں۔" پری نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو معاویہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں پلیز میں واقعی بہت شرمندہ ہوں کس قدر غلط تھی میں آپ کو بھی نہیں سمجھ پائی کتنا نقصان کر بیٹھی ہوں میں اپنا اور آپ کا پلیز مجھے معاف کر دیں۔" پری نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے شرمندگی سے کہا وہ بھی اس کے پاس ہی آن بیٹھا تھا۔

"پھر دیکھو پری آئندہ معافی نہیں مانگنا، اپنوں سے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ مجھے اندازہ ہے میں بھی غلط تھا تم غلط سوچ رہی تھیں تو مجھے تمہاری غلط فہمی دور کرنی چاہیے تھی مگر نہیں کی۔ تم اپنے آپ کو قصوروار مت سمجھو۔" معاویہ نے اس کے جھکے چہرے کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت اچھے ہیں میری کسی غلطی پر آپ نے کبھی [illegible] اہمیت نہیں دی [illegible] آئیں تو پتا نہیں کب تک غلطی پہ [illegible] رہتی۔" اس نے [illegible] کہا۔

"اب تو کبھی نہیں ہونا خفا [illegible] کو میں نے ہی بھیجی تھی [illegible] نہیں سمجھتیں۔" معاویہ نے شرارت سے کہا [illegible]

[illegible]

نے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا آج اسے سب کچھ مل گیا تھا۔ پری کے پیار کی صورت میں اس نے دل سے احمد کو دعا دی جس کے کہنے پر اس نے امی کو سب بتا کے ان کی مدد لی تھی۔

"اب فریش ہو جائیں آپ؟" پری نے اس کے حصار سے نکلنا چاہا۔

"نہیں ابھی نہیں تھوڑی دیر اور بیٹھو۔" معاویہ نے اس کی ناک دباتے ہوئے کہا۔

"مگر !" معاویہ نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ کے اسے چپ کرا دیا۔

بھیگی سی اک رات یہ لے آئی کیا ساتھ یہ
خاموشی کے درمیاں کب چاہی تھی بات یہ
دھڑکنیں جو ہمیں کہنے لگی ہیں
نہ کہو نہ سنو خاموش گفتگو ہونے لگی ہے
زندگی خواب میں کھونے لگی ہے
تعبیریں لے آؤں میں تم سپنے دے دو مجھے
ایسا کیا ہے اتنا کیوں اچھے لگتے ہو مجھے
تم ہی جیون کی آرزو
نہ کہو نہ سنو خاموش گفتگو ہونے لگی ہے
زندگی خواب میں کھونے لگی ہے
ہر آہٹ پر دھڑکے دل کروٹ کروٹ رات ڈھلے
چاروں اور چہرہ تیرا یوں سپنوں کے دیپ جلے
سینے ہیں اپنے پیار کے
نہ کہو نہ سنو خاموش گفتگو ہونے لگی ہے
زندگی خواب میں کھونے لگی ہے

معاویہ نہایت مخمور لہجے میں اس کی سماعتوں میں امرت گھول رہا تھا اور وہ اتنے پیار پہ نہال ہوئی تھی۔ اس نے نہایت اعتماد سے اس کے سینے پہ سر ٹکا دیا تھا اس کے ذرا سا دل بڑا کرنے سے اک بار پھر محبت چاندنی بن کے اس کی روح کو منور کر گئی تھی۔

❁

قسط نمبر 5

ٹوٹا ہوا تارہ

سمیرا شریف طور

جو کاری زخم لگا ہے دل پر پہلے اس کی فکر کرو
یہ بعد میں دیکھا جائے گا یہ کس کی کارگزاری ہے
جو صاحب گھر گھر میری بابت زہر اگلتے پھرتے ہیں
وہ صرف میرے ہمسائے نہیں ہیں اُن سے قرابت داری ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

تابندہ بی مصطفیٰ کو کال کر کے شہوار کی اس رشتے کے لیے ناراضی کی بابت بتاتی ہیں۔ مصطفیٰ کو یہ سن کر اپنا شک درست محسوس ہوتا ہے کہ یہ رشتہ شہوار کی رضامندی کے بغیر طے ہوا ہے۔ تابندہ مصطفیٰ سے شہوار کو قائل کرنے کا کہتی ہیں اور ساتھ ہی شہوار کی ان سے ناراضی دور کرنے کا بھی کہتی ہیں۔ مصطفیٰ کی باتوں سے وہ کافی حد تک پرسکون ہوجاتی ہیں اور انہیں اپنے فیصلے پر فخر محسوس ہوتا ہے۔ ایاز اپنے دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوتا ہے جب ہی عبدالقیوم اسے فوراً گھر پہنچنے کا کہتے ہیں جس پہ وہ دوستوں سے معذرت کرتا ہوا گھر آجاتا ہے گھر پہنچتے ہی عبدالقیوم اس سے بینک سے پانچ لاکھ روپے نکلوانے کی بابت پوچھتے ہیں جس پہ وہ غصے میں آجاتا ہے اور کافی بدتمیزی کرتا ہے۔ عبدالقیوم اسے اس کی عیاشیوں پہ وارن کرتے ہیں کہ اب اگر وہ کسی مصیبت میں پھنسا تو وہ اس کی مدد نہیں کریں گے ساتھ ہی وہ عادلہ کو بھی سمجھاتے ہیں کہ وہ الگ گھر لینے کی ڈیمانڈ چھوڑ کے اپنے سسرال واپس چلی جائے۔ جس پہ سب ہی ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ عادلہ سب کو شہوار اور مصطفیٰ کے رشتے کی بابت بتاتی ہے جس پہ تمام نفوس چونک جاتے ہیں۔ کالج ڈراپ کرتے وقت مصطفیٰ شہوار کی بات تابندہ بی سے کرواتا ہے جس پر شہوار نہایت غصے سے رکھی بات کر کے کال منقطع کردیتی ہے شہوار کینٹین میں [illegible] موجود ہوتی ہے جب ہی ایاز اپنے دوستوں کے ساتھ آ کر اس سے الجھتا ہے جس پہ وہ گھبرا جاتی ہے اور اسے باز رہنے کو کہتی ہے مگر وہ نہایت بدتمیزی پر اتر آتا ہے کینٹین میں رش ہونے کی وجہ سے سب کی توجہ ایاز اور شہوار کی جانب مبذول ہوجاتی ہے یہ سب فائنل ایئر کا ایک اسٹوڈنٹ ہاشم ایاز کو روکتا ہے جس پہ دونوں گروپ کے مابین مڈبھیڑ ہوجاتی ہے اور معاملہ [illegible] جاتا ہے۔ شہوار کو اتنی ذلت سے شدید صدمہ پہنچتا ہے جس سے اس کی طبیعت کافی بگڑ جاتی ہے۔ [illegible] اسے سنبھالتے ہوئے ثنا زیب کو فون کر کے بلا لیتی ہے۔ شہوار کی طبیعت کا سن کے وہ کافی پریشان سے کالج پہنچتے ہیں اور فوراً اسے گھر لے آتے ہیں [illegible] کی تاکید کرتے ہیں جس پہ [illegible] کافی پریشان ہوجاتی ہیں [illegible] بے رونقی [illegible] شہوار کے چہرے کی شباہت محسوس ہوتی ہے [illegible] ہوتا ہے۔

اب آگے پڑھئے

❀ ❀ ❀

"وعلیکم السلام!" شہوار بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔

"مجھے بہت شوق تھا شہوار آپ سے ملنے کا۔ انا نے اتنی تعریفیں کر رکھی ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔" روشی نے بے پناہ محبت واپنائیت سے کہتے اس کے ہاتھ دبائے۔

مہر النساء اور لائبہ مسکراتی نگاہوں سے تینوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"بھابی یہ انا ہے اور یہ روشی۔ انا کی کزن روشانے نام ہے ان کا۔" لائبہ بھابی سے تعارف کراتے پر دونوں نے اٹھ کر فرداً فرداً ان کو گلے لگایا۔

"شہوار بھی بہت ذکر کرتی ہے آپ لوگوں کا، بہت خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر۔" بھابی نے اخلاقاً کہا۔

"یہ انا بٹی تمہارے لیے لائی ہے شہوار!" مہر النساء آنٹی نے ہاتھوں میں تھاما بکے اس کی گود میں رکھ دیا۔ تازہ سرخ گلابوں کو دیکھ کر اس نے بڑی ممنوع اور مجروح نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا دی۔

روشی نے بغور شہوار کو دیکھا وہ اسے حزن وغم میں ڈوبا نہایت خوب صورتی و دلکشی سے تراشا ایک بلوری (مجسمہ) لگی۔ جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ سکتا ہو۔ دوپٹہ سر سے اترا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کے کالے گھنے بالوں کی چٹیا پر اس کی نگاہ پڑی۔ انا کی زبان سے وہ اس کے حسن کے قصیدے سن چکی تھی مگر اسے لگا وہ سب تو بہت کم تھا۔ وہ حقیقتاً بہت حسین تھی۔ عجیب سی کشش تھی اس کے وجود میں بے پناہ مقناطیسیت اسے اپنا دل لوہے کا ٹکڑا محسوس ہو جو اس لڑکی کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔

"تم لوگ باتیں کرو میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔" بھابی سوپ والا باؤل تھامے باہر نکل گئی تھیں۔ مہر النساء بیگم بھی انہیں بے تکلفی سے بیٹھنے کا کہتے مغرب کی نماز پڑھنے نکل گئی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں یار! یہ سب کچھ نیا تو نہیں نا۔ ٹھیک ہے جو بھی آج ہوا ہے یہ بہت زیادہ ہے مگر تمہیں خود کو سنبھالنا ہوگا۔ تمہارے انکل نے تمہاری طبیعت کی خرابی کی وجہ پوچھی اور میں نے کچھ نہ کہا مگر وہ پریشان ضرور ہو گئے تھے۔" وہ اس کے پاس ہی بیٹھی اس کے دونوں ہاتھ تھامے محبت سے کہہ رہی تھی جبکہ روشی نا سمجھی سے [illegible] کو دیکھ رہی تھی۔

"کیسے سنبھالوں خود کو [illegible] یوں لگتا ہے کہ جیسے سارے زمانے کا گند، بدماشی [illegible] میرے چہرے [illegible] مر جانے کو جی چاہ رہا ہے ایسی ذلت اور رسوائی [illegible] مائی گاڈ" وہ پھر بری طرح رو دی۔

روشی بڑی حیرانی سے دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی۔

"میں نے [illegible] زندگی گزاری ہے۔ پھونک پھونک کر قدم [illegible] ذات سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

اور میں اپنی نظروں سے ہی گر جاؤں گی۔" اس کا تراشا وجود اب پھر سسکیوں سے لرزیدہ تھا۔ [illegible] مانند بچکولے کھاتا۔ خوب صورت دلکش چہرے پر زردیاں سمٹ آئی تھیں۔ اس کا ذہن [illegible]

[illegible]

"شہوار پلیز! کنٹرول یور سیلف۔ آنٹی یا کوئی اور آ جائے گا؟ تمہیں یوں روتے دیکھ کر ان پر کیا بیتے گی بھلا۔" اس نے اسے جذباتی کیفیت سے نکالنے کے لیے کہا۔

اپنے ساتھ لگا کر مزید کچھ کہے بغیر اس سے تسلی آمیز محبت کا اظہار کرتی رہی تھی۔

"تم لیٹ جاؤ تمہاری طبیعت اب بھی بہتر نہیں لگ رہی ہے۔ بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔ آگ کی طرح تپ رہی ہو۔" اسے محبت سے خود سے جدا کرتے بستر پر لٹا دیا۔ تبھی بھابی چائے اور دیگر لوازمات کے ساتھ رخشندہ کے ہمراہ چلی آئی تھیں۔

"اچھا تم جاؤ چائے میں خود بنا لوں گی۔" رخشندہ ٹرالی رکھ کر چلی گئی تھی۔ انہوں نے چائے بنا کر دونوں کو کپ تھمائے۔

"شہوار چائے پیو گی؟" انہوں نے آنکھیں بند کیے شہوار سے پوچھا اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پی لو برف ہوتے اعصاب کے لیے چائے بہت سود مند رہتی ہے۔ تمہیں افاقہ ہوگا۔" انا نے کہا اور پھر بھابی کو چائے بنانے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کپ بنا کر اسے تھما دیا۔ انا نے کپ لے کر شہوار کو دیکھا جو آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پی لو شاباش۔" وہ خاموشی سے مہر بہ لب تھی۔ پھر ذرا سا اٹھ کر کپ تھام لیا۔

"کمرا تو بہت پیارا ڈیکوریٹ کیا ہوا ہے تم نے شہوار؟" چائے پیتے دیگر لوازمات سے لطف اندوز ہوتے انا نے [illegible]ف کا بھی بھرپور جائزہ لیا تھا۔

"یہ تو میری "ماں جی" کا کمرا ہے۔ شہوار کا کمرا تو دوسرا ہے۔" بھابی خود بھی چائے پیتے بتا رہی تھیں۔

"اوہ ویری نائس......" روشی کی نگاہوں میں توصیف تھی۔

"آپ روشی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی ہیں۔ کچھ اپنے بارے میں ہی بتائیے۔" بھابی کے سوال پر شہوار نے بھی اس [illegible] دیکھی۔

"میں انا کے ماموں کی بیٹی ہوں۔ ہم دو بہن بھائی ہیں ولید بھائی مجھ سے بڑے ہیں۔ ہماری والدہ کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا بقول بابا کے تب میں دو سال کی تھی اپنی ساری لائف ہم نے امریکہ میں گزاری ہے۔ [illegible] پاکستان شفٹ ہونے تھے۔ ہم اب کچھ عرصہ قبل ہی آئے ہیں۔ بھائی نے بزنس ایڈمنسٹریشن کیا ہے اور [illegible] کے بعد انہوں نے اسی فیلڈ میں کئی طرح کے کورسز بھی کیے ہیں [illegible] جاب [illegible] جبکہ میں نے لاء پڑھا ہے ایجوکیشن کی وجہ سے ہم وہاں رکے ہوئے تھے۔ جیسے ہی میری ایجوکیشن [illegible] ڈگری ملی بھائی نے بھی تمام کورسز [illegible] کیے اور جب چھوڑ کر ہم پاکستان آ گئے۔ اب یہاں بھائی [illegible]

[illegible] تفصیل سے بتایا۔

[illegible] مہر النساء بیگم بھی [illegible] اس کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔ [illegible] خوب [illegible]

[illegible]

[illegible] تو وہ بری طرح جھینپ گئی۔ شہوار کو اس کا یہ شرمانا [illegible]

"ویل ڈن، کانگریچولیشن۔" بھابی نے دل سے مبارک باد دی۔

"میں شادی میں انوائیٹ کروں گی آنٹی..... آپ سب نے آنا ہوگا۔" انا نے کہا۔

"جی ضرور بیٹا! تم شہوار کی واحد دوست ہو تم ہمارے گھر آئیں مجھے تو بڑی خوشی ہوئی ہے تمہیں اپنے ہاں دیکھ کر......" مہرالنساء بیگم نے بھی بڑے خلوص کا مظاہرہ کیا تھا۔

"آنٹی میں آپ کی اس بیٹی کو کئی بار اپنے گھر آنے کی آفر کر چکی ہوں مگر یہ کبھی ہامی تک نہیں بھرتی۔ آپ اسے لے کر بھابی کے ہمراہ کسی دن آیئے گا نا۔ یقین مانیے مجھے بہت خوشی ہوگی۔" اس نے بھی خلوص سے دعوت دی۔

"ہاں ضرور آئیں گے۔ اب تم کہہ رہی ہو نا شہوار منع بھی کریں گی تو بھی میں انہیں کھینچ کھانچ کر لے آؤں گی۔" بھابی نے دلاسا دیا۔

انا کے آنے اور اس کے دلاسا دینے سے شہوار کا ذہن وقتی طور پر بٹ گیا تھا۔

"لائبہ تم بچیوں کو گھر دکھاؤ۔ جب سے آئی ہیں ایک ہی جگہ پر ٹک گئی ہیں۔ کوئی تکلف نہیں کرو بچیوں تم لوگوں کا اپنا گھر ہے۔" ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"مرد حضرات کا گھر آنے کا ٹائم ہو گیا ہے۔ میں ذرا کچن دیکھ لوں۔ لائبہ تم ان کو گھر دکھاؤ۔" جانے سے پہلے انہوں نے وضاحت کی تھی اور لائبہ کو تاکید بھی کی۔

"آؤ شہوار! تم بھی ہمارے ساتھ چلو....." انا نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم لوگ جاؤ میرے جسم میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں۔ ہاں تم لوگوں کے ساتھ میں اپنے کمرے تک ضرور چلتی ہوں۔" وہ کمبل ہٹا کر چادر درست کرتے لائبہ کے سہارے بستر سے اتر آئی تھی۔

وہ چند گھنٹوں میں ہی بہت کمزور اور بیمار نظر آ رہی تھی۔ بھابی کے ساتھ ساتھ انا نے بھی ایک طرف سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

اس کے کمرے میں اسے لٹا کر کمرے کا جائزہ لے کر وہ باقی گھر دیکھنے لگ گئی تھیں۔ لائبہ بھابی بہت ملنسار اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ ان کے ساتھ گھر دیکھتے ہوئے بوریت نہیں ہوئی تھی۔ محل کی طرح بڑا اسارا گھر اور اس کے مطابق آرائش و زیبائش دیکھ کر دونوں متاثر ہوئی تھیں۔

"ماشاءاللہ بہت ہی پیارا گھر ہے آپ کا۔" روشی کئی مرتبہ یہ الفاظ دہرا چکی تھی۔ وہ دونوں واپس شہوار کے کمرے میں چلی آئی تھیں جبھی رخشندہ آ گئی تھی۔

"آپ کا ڈرائیور آ گیا ہے۔"

ڈرائیور کا سن کر دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"اپنا بہت سارا خیال رکھنا میری جان تو تین چار دن کالج سے چھٹی کرو صحت اچھی رہے گی۔" اس نے [illegible] ارادے سے اٹھتے اسے نصیحت دی تھی اور پھر گلے لگا کر محبت سے ہاتھ دبائے تھے۔

وہ شہوار سے مل کر بھابی کے ہمراہ باہر آئیں تو مہرالنساء بیگم چلی آئیں۔

"تم لوگ اب کھانا کھا کر جانا سب آنے والے ہیں بیٹا۔" وہ بہت محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"جی ضرور، مگر ہم مزید نہیں رک سکتیں۔ ماما مغرب کے بعد گھر سے [illegible] ساتھ ہے ورنہ ماما کہیں نہیں جانے دیتیں۔ پھر کبھی پھر کسی دن چکر لگائیں گے۔ [illegible] معذرت کی تھی۔

حورین حسن

آنچل کی محفل میں آداب پیش کرتی ہوں۔ کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ میری دعا ہے خدا آپ سب کو خوشیاں دے اس طرح آپ کو کبھی غم ستا نے پائیں۔ معذرت کہ میں تو اپنا تعارف ہی کروانا بھول گئی تو جناب مجھے حورین حسن کہتے ہیں۔ ہم سات بہن ایک بھائی بہت خوش اور مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ماما جان ہاؤس وائف جب کہ بابا پہلے سیکشن آفیسر تھے مگر ریٹائرمنٹ کے بعد ہائیکورٹ میں وکالت کرتے ہیں ہم جھنگ جسے محبت کی سرزمین کہتے ہیں میں رہتے ہیں اور جہاں تک تعلیم کی بات ہے جناب ہم نے گریجویشن کیا ہے اور اب مزید ترقیوں کے خواب آنکھوں میں سجائے آگے بھی پڑھیں گے۔

تو جناب اب ہم اپنی خامیوں کا تذکرہ کریں گے کہ خوبیاں سننا یا سنانا تو سب کو پسند ہوتا ہے مگر خامیوں پر لوگ کم ہی متوجہ ہوتے ہیں تو مجھ میں شاید یہ خامی ہے کہ میں دوسروں سے توقعات بہت جلد وابستہ کر لیتی ہوں پھر جب وہ پوری نہیں ہوتیں تو جب دکھی ہو جاتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری سوچ بہت کتابی ہوتی ہے ہر کام میں، میں سچائی، ایمان داری اور سلیقے کو دیکھتی ہوں۔ جب حقیقی زندگی میں ایسا نہیں ہوتا تو یقین مانیں بہت دکھی ہوتی ہوں۔ اس کے علاوہ شاید یہ خامی بھی ہے کہ میں [illegible] سے الگ تھلگ اپنی کتابوں کی دنیا میں مست رہتی ہوں اور کچھ کر دکھانے کا جذبہ مجھ سے یہ احساس بھی چھین لیتا ہے۔ موسم میں بہت شدت ہے اور رائٹ بھی نہیں مگر میں اپنے کام میں مگن رہتی ہوں اور خوبیاں ویسے یہ تو ہم سے بہتر لوگ ہی بہتر بتا سکتے ہیں مگر یقین مانیں مجھ سے کبھی کسی کو شکایت نہیں ہوئی اور میں ایک اچھی رازدار ایسے ہوں کہ ایک بار بھی مجھ سے عہد لے کر کوئی بات بتائے تو میں اسے اپنے تک محدود رکھوں گی اور خوب صورت ڈریس ڈیزائننگ کرنا اور کبھی کبھی کوئی ڈیکوریشن پیس بنانا تو جناب یہ ہی خوبیاں ہو سکتی ہیں۔

جناب میری پیدائش (بلکہ ہم سب بہنوں اور بھائیوں کی) لاہور میں ہوئی اور بچپن وہیں گزرا تو مجھے اس شہر سے خاص لگاؤ ہے۔ اس کے علاوہ ایف ایم سننا بھی اچھا لگتا ہے خاص طور پر ایف ایم آر جے شمس فریال آپی سامعہ صدیقی بہت اچھا پروگرام پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کھانے پینے سے اتنا لگاؤ نہیں مگر پانی بہت پیتی ہوں اور ان میں تقریباً آدھا گھنٹہ واک کرنا اچھا لگتا ہے۔ میں بہت خوش اخلاقی سے ملتی ہوں مگر دوستی جسے کہتے ہیں وہ شاید مجھے آج تک کسی سے نہیں ہو سکتی اور اسی لیے میں اپنی ہر بات اپنی ڈائری سے ہی شیئر کرتی ہوں اور مجھے گفٹ خریدنا اور اپنی فرینڈز کو دینا بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ میں زیادہ تر اپنے کمرے میں رہنا پسند کرتی ہوں جہاں بہت سے ڈائجسٹ، اخبار اور کتابوں کا ڈھیر ہے اور ساتھ میرے تین خوب صورت سے ٹیڈی بیئر [illegible] اور ہاں یہ تو بھول گئی کہ میرے علاوہ میری اور بھی فرینڈز نے اس محفل کو یقیناً خوب صورت لفظوں سے سجایا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں ایک اچھی رائٹر اور اسلامک اسکالر بنوں۔ لاسٹ میسج یہ کہ "منزل کو پانے کی خواہش آپ کے اندر ایک [illegible] ہے اور یہی امید زندگی کا دوسرا نام ہے جو درد کے اندھیروں میں چھپے ہوتے آپ کو زندگی کا رقص کرنا سکھلاتی ہے۔"

[illegible] گھر آئے مہمان کھانا کھائے بغیر چلے جائیں۔" انہوں نے اصرار کیا تو روشی [illegible] تمام [illegible]۔

"[illegible] آنٹی پھپھو بہت پریشان ہو رہی ہوں گی۔ کافی ٹائم ہو گیا ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ واپس جانا ہے [illegible] ہوتا تو ہم ضرور رک جاتے۔" روشی [illegible] دلکشی تھی [illegible] نہیں۔ روشی ان کے یک ٹک دیکھنے پر کچھ کسمساتی سی دیکھ رہی ہیں۔

[illegible]

[illegible] نے بے پناہ اپنائیت و محبت سے اس کا چہرہ تھام کر چوم لیا۔

[illegible] روشی کی ان کے وجود میں اتر گئی ہو۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری صورت دی ہے رب نے۔ اللہ مقدر بھی اچھے کرے۔" انہوں نے دعا دی اور روشی اس والہانہ پن پر گھبرا گئی تھی۔ ان کے گلے لگانے پر تھم سی گئی تھی۔

وہ دونوں ان کو گیٹ تک چھوڑنے آئی تھیں۔ ان دونوں کو بے پناہ محبت اور دعا کے ساتھ رخصت کیا تھا۔

❀ ❀ ❀

"کیا بات ہے شہزادے آج بڑا غمگین بیٹھا ہے۔ لگتا ہے کسی گہرے غم سے آشنائی ہوگئی ہے آج ہمارے جگر کی نہ وہ پہلے جیسی چہکار نہ وہ رعب ودبدبہ۔ یار یہ کتنا بور ہوتا جا رہا ہے دن بدن۔" کامران اسے یوں بیٹھے دیکھ کر حیران ہوا تھا مذاق میں چھیڑا تھا۔

"شٹ اپ" اس کے مذاق پر اس نے سلگتی کھا جانے والی نظروں سے تمام ساتھیوں کو دیکھا۔

اس واقعے کو کتنے گھنٹے گزر چکے تھے مگر لگتا تھا کہ جیسے ابھی کچھ دیر پہلے اس شکست کا سامنا بھری پری کینٹین میں کیا گیا ہے۔ اور وہ ہاشم لوگ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پسٹل لے اور جا کر اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

"کسی بات پر غصہ آ رہا ہے تو پھر ہمیں کیوں کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ کہیں کسی سے جھگڑا وڑا تو نہیں کر لیا ہے تو نے۔ ویسے جیسی تیری طبیعت ہے لگتا ہے اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر آیا ہے۔ تیرا باپ بھلے تو غصہ کرے ہے بڑا کھڑوس۔ دولت پر ناگ بن کر بیٹھا ہے۔" شہزاد نے بھی اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور وہ بھڑک اٹھا۔

"بکواس اگر کی نہ تو میں ایک منٹ میں اٹھ کر چلا جاؤں گا۔" امین نے رازدرانہ نظروں سے شہزاد اور کامران کو دیکھا۔

"تو کچھ منہ سے بھی پھوٹے گا یا یہی سوگ والی صورت لیے گلاس پر گلاس چڑھانے گا۔ یار دوست آخر کس مرض کی دوا ہیں۔ تو بول تو سہی۔ آج ہمارے شہزادے کی ہنسی کیوں روٹھی ہوئی ہے۔" کامران تھا ہی خبیث خباثت سے مسکرا کر بولا تھا۔

"مجھے پتا ہے یہ کیوں شکست خوردہ انسان کی طرح بیٹھا اپنی شکست کا سوگ منا رہا ہے۔" امین نے طنزیہ رازدارانہ نظروں سے سب کو دیکھا۔ شہزاد اور کامران کے ساتھ وہ بھی اس کے انداز پر چونکا تھا۔

"اس نے تو قیامت تک منہ سے پھوٹنا ہی نہیں چل تو ہی بتا۔ پتا چل جانا ہے کہ ابھی تھیلے سے کون سی بلی سامنے آتی ہے۔" کامران نے اسے آنکھ مار کر امین کا کندھا پکڑا تھا۔ ایاز کا جی چاہا کہ آگے پڑا گلاس اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔

"اس کا آج کالج میں سب سے اسٹرانگ گروپ کے لیڈر سے جھگڑا ہوا ہے اور جوان لوگوں نے اپنے ساتھیوں سمیت اس کی خاصی ٹھکائی کر دی تھی۔ آخری خبر آنے تک وجہ تنازعہ اس کا اپنی محبوبہ کو کینٹین میں چھیڑنا اور [illegible] بدتمیزی کرنا تھا جس پر وہ معصوم لیلیٰ جوش میں آ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارتی اور پھر میدان کارزار بن گیا۔"

وہ چونک کر حیران ہوا تھا۔ [illegible]

یہ چاروں بڑے علیحدہ علیحدہ گھرانوں کے تھے میڈیکل کالج میں صرف ایاز پڑھتا تھا وہ حیران تو [illegible]

درست رپورٹ امین کو یہاں سے ملی ہے۔ [illegible]

[illegible]

چہرے کے نیل اور چوٹ کے نشانات کو نہایت تمسخرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔
"اس کے چہرے سے تم لوگوں کو ساری کہانی کی رپورٹ مل سکتی تھی۔ لگتا ہے زیادہ نشہ ہی چڑھ گیا ہے تم لوگوں کو آنکھیں کھول کر دیکھو تو سہی اپنے شہزادے کو۔"
"بکواس نہیں کرو۔" ایاز ایکدم طیش سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ "میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اس بلڈی بیچ کو۔ نہایت پارسا بنتی ہے، جن لوگوں کے سامنے اس نے مجھے ذلیل کیا ہے انہی کے سامنے اسے ذلت کی گہرائیوں میں دھکیلوں گا۔" وہ غصے و تنفر سے اپنے جذبات آشکار کر رہا تھا۔ امین نے تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"مگر کیسے ...؟ وہ تو تمہیں گھاس ڈالنے پر بھی راضی نہیں۔"
"شہزاد اس کو سمجھا لو ورنہ میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔" امین کا طنز سیدھا دل پر لگا تھا۔ وہ ایکدم بھنا کر اٹھا تھا۔
"امین چپ کرو تم ... تم ادھر بیٹھو بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟" شہزاد نے اس کا بازو پکڑ کر اسے پھر کرسی پر بٹھا دیا۔
اس نے ان کے بار بار پوچھنے پر ساری رام کہانی کہہ سنائی۔ امین بڑی مطمئن نظروں سے اسے دیکھ دیکھ کر مسکراتا رہا اور اس کی نظریں اسے مزید طیش دلاتی رہیں۔
"ہائے ... تو کیا چیئرمین صاحب نے تمہیں کالج سے نکال دیا۔" کامران نے حیرت سے پوچھا۔
"ویسے اچھا ہی کیا تو کون سا سنجیدگی سے وہاں پڑھ رہا تھا۔ صرف خوب صورت پریوں کا تعاقب کرنے وہاں داخل ہوا تھا۔ پیسہ ہاتھ میں ہونا چاہیے ایسی ڈگریاں تو یوں چٹکی میں ہاتھ میں آ جاتی ہیں۔" کامران نے اس کی تسلی کا سامان بھی کیا تو کس انداز میں۔
"ابھی نکالا نہیں ... نیکسٹ میٹنگ میں سارا معاملہ پیش ہوگا اور پھر ہی کوئی حتمی فیصلہ ہوگا۔" کامران کے الفاظ سے زیادہ وہ امین کی نظروں سے چڑ کر بولا۔
"چلو فوراً پھانسی کی سزا نہ سہی ... قسطوں میں ہی سہی، ویسے سنا ہے کہ قسطوں میں ملنے والی سزا زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔" وہ بھی امین تھا چوٹ کرنے سے پھر بھی باز نہ آیا تھا۔
"اس سے لڑنے کا بھلا کیا فائدہ ... تم بتاؤ اگر واقعی نکال دیا تو کیا کرو گے؟" شہزاد سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا کامران ہنس دیا۔
"لوبیا چنے بیچے گا۔" اس کی ہنسی اس کی روح پر تازیانے کی مانند لگی۔
"جس طرح میٹرک ایف ایس سی کی ڈگریاں ملی ہیں ویسے یہ لوبیا چنے بھی بیچ لے تو بڑی بات ہے۔" امین نے تو حد ہی کر دی تھی وہ ایکدم بلوریں گلاس اٹھا کر اسے مارنے لگا تو شہزاد نے فوراً ہاتھ تھام کر اسے روک دیا۔
"حد کرتے ہو یار ... یہ تو شروع سے ہی ان لوگوں کا مزاج ہے۔ تو کیوں غصہ کرتا ہے۔"
"میں اس وقت بہت غصے میں ہوں ان کو کہو اپنی بکواس بند کریں نہیں تو یہاں سے دفع ہو جائیں ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔"
"تمہارا زور صرف حسینوں کو پٹانے میں چلتا ہے ... مردوں والی کوئی صفت نہیں ہے تم میں سوائے اس ... باپ کے پیسے پر عیاشی کرتے رہو۔"
امین کا سلگتا جملہ اسے مزید سلگا گیا تھا۔ شہزاد نے گھور کر امین کو دیکھا۔
"میں ہاشم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کالج سے نکالا تو میں قیامت مچا دوں گا ... سمجھ کیا رکھا ہے اس ... نے" وہ پھر اہو تھا۔

"ویسے قصور تمہارا ہے ... مٹی ڈالو ایسی لڑکی پر ... کیوں خوار ہو رہے ہو اس کے پیچھے۔ یوں سرعام بھری کینٹین میں اس کا راستہ روکو گے تو کوئی نہ کوئی اس کی حمایت میں آئے گا ہی نا۔" شہزاد نے حقیقت پر مبنی تجزیہ پیش کیا۔
"ویسے بھی تمہیں کون سا لڑکیوں کی کمی ہے ... اس جیسی ایک چھوڑ دس تمہارے لیے ...۔" کامران نے بھی اس کا حوصلہ بلند کرنا چاہا۔
"بشر ٹھیک وہ اس جیسے کم عقل کو گھاس ڈال لیں تو ..." امین اب بھی سلگانے سے باز نہ آیا تھا۔ امین کی یہ عادت تھی۔ معاملہ کسی کا بھی ہوتا وہ اسی طرح سلگاتا تھا۔ مگر آج اس کا دل کچھ زیادہ ہی ڈسٹرب تھا تو اسے یہ سب کچھ زیادہ ہی لگ رہا تھا۔
"بھئی ان لڑکیوں کا بھی ایک اسٹینڈرڈ ہے ... پیسے کا کیا ہے کہیں سے بھی مل سکتا ہے۔ ہماری بھی جیبیں بھری پڑی ہیں۔"
"اس کو یہاں سے دفع کرو ورنہ میں چلا جاتا ہوں۔" وہ اٹھنے لگا تو شہزاد نے گھور کر امین کو دیکھا اور پھر اسے بٹھا لیا۔
"تمہارے والد صاحب کو اس صورت حال کا پتا ہے کیا؟" اس کے چہرے پر نیل کے نشانات بغور دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"نہیں ... میں ابھی گھر گیا ہی نہیں اور اگر پتا چل بھی جائے تو کیا ہو جائے گا بھلا ...! ہوگا تو وہی جو میں چاہوں گا۔"
"تو پھر کالج چھوڑ دے گا؟"
"ہاں ... میرا دل وہاں اب نہیں لگتا ... میں نے زیادہ پڑھ کر بھی کیا لینا ہے۔ باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں، جو بھی ہے سب کچھ میرا ہی تو ہے۔ کروڑوں کا بزنس بعد میں بھی میں نے ہی سنبھالنا ہے اور اب بھی تو پھر اب کیوں نہیں ویسے بھی یہ انسانیت کی خدمت ودمت ہم سے نہیں ہوتی۔"
"اچھا فیصلہ ہے ... خوامخواہ اتنے سال ضائع کیے تو نے۔ کسی آرٹس سبجیکٹ میں بی اے کر کے ماسٹر کر لیتا تو آج ہماری طرح تمہارے پاس بھی ڈگری ہوتی۔ خیر دیر آید درست آید ..." شہزاد نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔ شہزاد اس کے گروپ میں تینتیس سے اوپر کی عمر کا تھا۔ گھر میں بیوی بچے تھے مگر فطرت نہیں بدلی، امین تیس کا تھا جبکہ کامران اس کا ہم عمر تھا۔ مگر شوق اور دلچسپیاں ایک ہونے کی وجہ سے سب دوست تھے۔
"تو ایسا کر اس لڑکی کو اٹھا لے ..." امین نے بڑی سنجیدگی سے اسے مشورہ دیا۔
"کاش ایسا کر سکتا ...!" اس نے ایک گہری سانس بھری۔
"کیوں بھلا ...؟ ہمارے لیے یہ کون سا مشکل کام ہے۔ اگر ایسی ہی وہ دو ٹکے کی لڑکی ہے تو اس کے لیے تمہیں خوار ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے، چند دن پاس رکھنا، دل بھر جائے تو کسی کے ہاتھ آگے ٹرانسفر کر دینا۔ نہ ہی ثبوت ... نہ ہی کوئی مسئلہ ہوگا۔" کامران کا یہ مشورہ تھا۔ اس نے سر جھٹکا۔
"وہ اتنی بھی دو ٹکے کی نہیں ہے، بڑی مضبوط بیک ہے، ڈی آئی جی شاہزیب حیات علی اسے اپنی بھتیجی شو کرواتے ہیں۔ بھلے وہ ان کے بھائی کی بیٹی نہیں ہے مگر ان کے گھر وہ ان کی بیٹی کی ہی طرح رہ رہی ہے۔ سیکیورٹی میں آتی جاتی ہے۔ ان کے گھر کے باہر گارڈز ہیں ... اور مصطفیٰ ... ڈپارٹمنٹ ... بڑی پوسٹ پر بیٹھا یہ شخص اپنے باپ سے کئی گنا بڑھ کر چالاک ہے۔ اتنا آسان نہیں ہے یہ سب۔"
"تو پھر گولی مار ... کیوں اپنے آپ کو ایک لڑکی کے پیچھے برباد کر رہے ہو۔" شہزاد ... جل کر بولا۔

”کاش گولی ہی مار سکتا۔ لیکن میں نے بھی سوچ لیا ہے کہ اسے ہر حال میں حاصل کر کے رہوں گا چاہے اب اپنا طریقہ کار ہی بدلنا پڑے۔“ اس کے ارادے مصمم تھے۔ ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

”مثلاً کیا کرو گے؟“

”میں شادی کروں گا اور ساری عمر اسے اس طرح سلگاؤں گا کہ وہ اپنے زخم چاٹتی پھرے گی سالی۔“ غلیظ گالی بکتے ہوئے اس نے اپنے ارادے ظاہر کیے تھے۔

”زبردست چلو اچھی بات ہے۔ اگر وہ اتنی مضبوط بیک میں ہے تو تم پھر بھی گھاٹے کا سودا نہیں کرو گے پھر بھی تمہاری بہن کے سسرالی ہیں اس کو اپنانے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اس طرح تمہاری سسٹر کا گھر بھی محفوظ رہے گا۔“ شہزاد کو اس کا ارادہ بہت پسند آیا تھا اس نے فوراً سراہا بھی تھا۔

”کیا وہ لوگ تمہیں لڑکی دے دیں گے۔“ امین نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا۔

”اگر نہ بھی دیں تو بھی اور بہت سے طریقے ہیں اب یہ طے ہے کہ مجھے شادی اسی سے کرنی ہے۔“ اس کا بے لچک انداز تھا۔

”ویل ڈن بیسٹ آف لک۔“ کامران نے بھی سراہا تھا جبکہ امین نے تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھتے کندھے اچکا دیئے تھے۔

اور ایاز نے جان بوجھ کر اس کا انداز نظر انداز کر دیا تھا۔

❁ ❁ ❁

وہ اپنی مخصوص اسپیڈ میں گاڑی ڈرائیو کرتا آ رہا تھا آج وہ خلاف معمول لیٹ تھا۔ احسن عموماً میٹنگز وغیرہ اٹینڈ کرتا تھا مگر آج اسے جانا پڑ گیا تھا۔ نو بجے تک وہ فارغ ہوا تھا۔ گھر سے احسن اور بابا کے دو فون آ چکے تھے۔ وہ انہیں جلدی پہنچنے کی اطلاع کے ساتھ اسپیڈ سے گاڑی دوڑا رہا تھا۔ وہ سارا دن کی ازحد مصروفیت تھکاوٹ کی وجہ سے اب خود بھی جلد از جلد گھر پہنچ کر آرام کرنا چاہتا تھا۔

رات کا وقت تھا اسی وجہ سے ٹریفک بھی کم تھا۔ ابھی وہ گھر سے کچھ فاصلے پر ہی تھا جب ایک تیز رفتار گاڑی کو سامنے سے آتے دیکھ کر اس نے جلدی سے اپنی گاڑی کی اسپیڈ کم کی تھی۔ ون وے سڑک تھی ہارن دیتے اس نے سامنے والی گاڑی کے ڈرائیور کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر لگتا تھا کہ اس گاڑی کا ڈرائیور بہک چکا تھا گاڑی کی اسپیڈ کم ہونے کی بجائے اور بڑھی تھی۔ ممکنہ حادثے سے ڈر کر ولید نے فوراً بریک پر پاؤں رکھا تھا مگر دیر ہو چکی تھی۔ سامنے سے آنے والی گاڑی لہرا کر اس کی گاڑی کے بمپر سے ٹکراتی لہراتی فٹ پاتھ [illegible] ایک طرف لڑھک گئی تھی۔

ولید نے فوراً اپنا چہرہ نیچے جھکا لیا تھا مگر ایسا کرنے سے اس کا چہرہ تو ونڈ اسکرین کی تباہ کاریوں کی زد میں آنے سے بچ گیا تھا مگر ولید کو لگا کہ جیسے اس کی گردن اور کندھے شیشے کی نوکوں سے چھل گئے ہیں۔ ونڈ اسکرین اور سامنے کی کھڑکی کا شیشہ بری طرح ٹوٹا تھا۔

حادثہ کافی شدید اور فوری تھا۔ [illegible]

[illegible] بھی تکلیف محسوس ہوئیں۔

[illegible]

کو دیکھا۔ رات کے وقت ٹریفک اس سڑک پر نہ ہونے کے برابر تھی۔ کافی دیر بعد کوئی کوئی گاڑی گزر رہی تھی۔ اس نے گاڑی ٹکراتے ہوئے ایک بھرپور نسوانی چیخ سی تھی جو یقیناً دوسری گاڑی سے برآمد ہوئی تھی۔ گاڑی جس طرح الٹی پڑی تھی لگتا تھا کہ گاڑی کے افراد خاصے زخمی ہوں گے اگر بچ بھی گئے تو یقیناً چوٹیں تو شدید نوعیت کی ہوں گی۔

وہ اپنے زخموں اور تکلیف کو بھلائے سرعت سے دوسری گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ گاڑی سائیڈ سے الٹی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے ٹوٹے شیشوں سے جھانکا تو گاڑی میں ایک نسوانی وجود کے علاوہ اسے کوئی اور نظر نہ آیا تھا۔ لڑکی ڈرائیونگ سیٹ پر تھی پتا نہیں زندہ بھی تھی کہ مر کھپ گئی تھی۔ خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا۔

ولید نے سوچا چپ چاپ اپنی خیر منائے اور نکل جائے مگر اس کا دل کسی کو یوں بے یار و مددگار چھوڑ کر جانے کو نہ چاہا۔ اس نے اپنی تمام قوت استعمال کر کے گاڑی کو دھکا لگایا تو وہ لڑکھڑاتی کچھ سیدھی ہوئی تھی اب گاڑی کا دروازہ کھل سکتا تھا اس نے زور سے دروازہ کھولتے اندر سر ڈالا۔

لڑکی کا بازو تھام کر دیکھا نبض چل رہی تھی۔ وہ یقیناً بھی زندہ تھی بروقت طبی امداد سے وہ بچ بھی سکتی تھی اس نے اس کو دونوں بازوؤں کے حصار میں لے کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ خون اس قدر بہہ رہا تھا کہ پہچاننا مشکل ہو رہا تھا۔ مگر باہر زمین پر ڈالتے اس نے اندازہ لگایا کہ لڑکی نہ صرف خاصی خوب صورت تھی بلکہ جس طرح کا لباس وہ زیب تن کیے ہوئے تھی وہ خاصی ماڈ اور روشن خیال بھی تھی۔

اس کے برہنہ بازوؤں اور ہوش ربا وجود سے نگاہیں چراتے اس نے پھر گاڑی میں سر دیا تھا۔ دوسری سیٹ کے پیچھے پڑا بیگ، موبائل اور دوسری چیزیں اس نے اٹھا کر بیگ میں ڈالتے ہوئے گاڑی کی چابی بھی اگنیشن سے کھینچ لی تھی۔

لڑکی کو اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر منتقل کر کے اس نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے وجود پر ڈال دیا تھا۔

بجانے کس گھر نے، کس خاندان کی عزت تھی۔ اسے اپنے اعصاب سلگتے محسوس ہوئے، اس کی نگاہوں میں ایک ڈھکا چھپا سراپا در آیا، امریکہ جیسے روشن خیال معاشرے میں رہنے کے باوجود روشنی کی اقدار نہیں بھولی تھی مگر یہ لڑکی اس نے سر جھٹکا۔ ڈرائیونگ سیٹ سے کانچ کے ٹکڑے ہٹاتے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

سب سے پہلے اس لڑکی کو ہاسپٹل پہنچانے کا انتظام کرنا تھا۔ وقتی طور پر اسے اپنے زخم اور تکلیف بھول گئی تھی۔ انسانیت کے ہی ناتے ایک بے بس موت کے منہ میں جاتے، جو کی مدد کرنا یہی سب پڑھ کر بابا انہیں ساری عمر سکھاتے تھے اور وہ بھلا ان کی تعلیمات کیسے فراموش کر دیتا۔

ہاسپٹل میں لڑکی کو اسٹریچر پر ڈالا اور ایمرجنسی روم میں فوراً منتقل کر دیا گیا تھا۔

”آپ لڑکی کے کیا لگتے ہیں؟“ چند منٹ بعد نرس نے آ کر پوچھا تو وہ ہڑبڑا گیا۔

”جی کچھ نہیں لڑکی کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور میں نے انسانیت کے ناتے اس کی مدد کی ہے۔“ نرس نے [illegible] نظروں سے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

”[illegible] ہو سکتا ہے؟ آپ جانتے ہیں یہ ایک پرائیویٹ ہاسپٹل ہے لاکھوں لگ جاتے ہیں [illegible] کے لیے۔ [illegible]“

[illegible]

کا معاشرہ تھا جہاں فوراً زخمی کو امداد تو دی جاتی ہے۔

"میں افورڈ کروں گا ظاہر ہے میں ہی لے کر آیا ہوں۔ آپ بتائیں کیا چاہیے؟" اس نے تلخی سے کہا تو نرس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"فوری بلڈ کا بندوبست کرنا ہوگا۔ آپ کو ایک پرخلوص مشورہ ہے لڑکی کسی بڑے گھرانے کی لگ رہی ہے یہ نہ ہو کہ آپ محض جذبہ ہمدردی میں مارے جائیں۔ جتنی جلدی ہو سکے اس کے ورثا کو ٹریس کریں۔ کیونکہ لڑکی کی حالت خاصی تشویش ناک ہے۔" وہ اسے مشورہ دے کر فوراً پھر ایمرجنسی روم میں گھس گئی تھی۔

اسے تشویش نے آ گھیرا تھا۔ اس نے اپنی سفید شرٹ پر ایک نگاہ ڈالی جو لڑکی کو اٹھانے سے خون سے رنگین ہو چکی تھی۔ وہ دوبارہ پارکنگ میں آیا گاڑی میں سے لڑکی کا بیگ نکال کر وہ واپس اندر آ گیا تھا۔

ایک سائڈ کرسی پر بیٹھ کر اس نے اس کا بیگ چیک کرنا شروع کیا تھا۔ بڑے سے جہازی سائز بیگ میں ہر چیز تھی جو عورتوں کو اپنے حسن کو نکھارنے کے لیے استعمال کرنا ہوتی ہے اگر نہیں تھا تو کوئی اس کا اتا پتا نہیں تھا۔ اس نے کوفت سے اس کا موبائل پکڑ لیا۔ کنٹیکٹ سٹ چیک کرنا شروع کر دی تھی۔

وہ ابھی موبائل چیک ہی کر رہا تھا کہ افتاں و خیزاں وہ نرس پھر باہر آئی تھی۔

"کچھ پتا چلا لڑکی کے ورثا کا ... ؟"

"جی کوشش تو کر رہا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"دیکھیں فوری بلڈ چاہیے ... ہاسپٹل میں اس کے گروپ کا بلڈ دستیاب ہے اگر آپ ہر طرح کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں تو ٹریٹمنٹ دیا جا سکتا ہے ورنہ ایم سوری۔"

وہ نرس خاص اپنے بڑوں کی زبان بول رہی تھی۔ اس نے برہمی سے اسے دیکھا۔

"تو کیا آپ لوگ اس کے مرنے کا ویٹ کر رہے ہیں۔ اسے فوری ٹریٹمنٹ دیں۔ میں ہر طرح کی صورت حال کو قبول کرتے اس کی ذمہ داری قبول کر رہا ہوں۔ اور بحیثیت انسانیت ہر طرح کے ڈیوز بھی پے کرنے کو ریڈی ہوں۔ کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ کائنڈلی آپ یہاں کے ڈاکٹروں سے میری بات کروائیں۔ حیرت ہے کیسی بے حسی اور سفاکیت ہے؟ انسانیت نام کو نہیں ... گوشت پوست کا بنا انسان آخری ہچکیوں پر ہے اور آپ لوگوں کو اپنے فوائدن پڑا ہے ... اوہ مائی گاڈ۔" وہ ایکدم غصے میں آ کر تمام چیزیں صوفے پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

نرس فوراً اندر کی طرف بھاگ گئی اور دو منٹ بعد وہ ایک ڈاکٹر سے بات چیت کرتے مختلف پیپرز پر سائن کر رہا تھا۔ اس کی جیب میں جتنے روپے تھے وہ سب جمع کروا کر اس نے ان کو فی الحال مطمئن کر دیا تھا۔ باقی کچھ وقت مختلف چیزیں اور ادویات فراہم کرنے میں لگ گیا تھا۔

"کیا بنے گا اس ملک کا؟ یہ ڈاکٹرز نہیں لٹیرے ہیں ... کیسے لوٹتے ہیں یہ لوگ، مائی گاڈ ...." اس کے لیے صورت حال نئی ہی نہیں تشویش ناک بھی تھی۔ وہ غم و غصے سے ٹہلتا رہا تھا اور پھر ایک دم لیفٹ اینڈ رائٹ کرتے چونک گیا تھا۔ لڑکی کے بیگ کے پاس رکھا موبائل بج رہا تھا۔ اس نے فوراً موبائل اٹھا لیا تھا۔

"عادلہ......" نام دیکھ کر اس نے فوراً کال پک کی تھی۔

"ہیلو ..." اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے جبکہ دوسری طرف نسوانی آواز میں کوئی بری طرح برس رہا تھا۔

"کہاں ہو تم ... ٹائم دیکھ رہی ہو کیا ہو رہا ہے مائی گاڈ رات کے بارہ بج رہے ہیں اور تمہارا ابھی تک پتا نہیں ... مام پریشان ہو رہی ہیں فوری گھر پہنچو ..." نجانے یہ کس قسم کی تھی اس کا ہیلو سنے بغیر ایکدم اسٹارٹ ہوئی تھی اور اپنی بات سنا کر کھٹاک سے فون بند کر دیا گیا تھا۔

"یا اللہ ..."

ولید نے گھور کر موبائل کو دیکھا اور پھر آنے والی کال پر ری ڈائل کر دیا۔

چند بیلز کے بعد کال ریسیو کر لی گئی تھی مگر انداز ہنوز پھاڑ کھانے والا تھا۔ اس کی سنے بغیر وہ پھر "چلتی کا نام گاڑی" کی ... فل اسپیڈ سے بول رہی تھی۔

"اب کیا تکلیف ہے ... میری نیند سخت خراب ہو گئی ہے صرف تمہاری وجہ سے۔ اور مام انہیں بھی چین نہیں، ہر دو منٹ بعد انہیں تمہارے درد اٹھ رہے ہیں۔ خدا کے واسطے اب یہ ایکسکیوز مجھے پیش کرنے کی بجائے مام کو پیش کرنا میں تنگ آ چکی ہوں تمہاری طرف سے بہانے بنا بنا کر ... آج پھر اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ رات بھر کا کسی ہوٹل میں پروگرام ہے تمہارا ..."

ولید سن کر ہی پسینوں پسینے ہو گیا تھا۔ وہ تو صرف ہاسپٹل کے عملے کی بے حسی پر کڑھ رہا تھا یہاں تو حقیقی رشتوں میں بے حسی تھی۔ کیسی بے پروائی تھی اور کیا انداز تھا؟

"دیکھیے میم! آپ مجھے بھی کچھ بولنے کا موقع دیں تو عرض کروں کچھ ..." اس سے پہلے کہ وہ کال بند کرتی اس نے فوراً بات کاٹ کر کہا تو دوسری طرف اجنبی مردانہ آواز سن کر ایک پل کو خاموشی چھا گئی تھی اور پھر شروع ہو گئی تھی۔

"خبردار تم اس کی حمایت میں کچھ بولے تو ... میں جانتی ہوں تم لڑکوں کو ... دولت اور حسن دیکھ کر رال ٹپکنے لگتی ہے تمہاری ... اور وہ بھی اتنی کم عقل اور بے وقوف ہے کہ اپنا اسٹینڈرڈ تک نہیں دیکھتی۔ ایسے للو پنجو قسم کے دو ٹکے کے لڑکوں کی ڈیمانڈ اور اوقات میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں مسٹر ..."

اس عورت کی گفتگو ایسی عامیانہ اور گھٹیا تھی کہ وہ ایکدم اشتعال میں آیا تھا۔

"اوہ ... یو شٹ اپ ..." وہ ایکدم بولا تھا، دوسری طرف ایک دم خاموشی چھائی تھی۔

"آپ کو صرف یہ اطلاع دینی ہے کہ یہ جس محترمہ کا بھی نمبر ہے وہ اس وقت ایکسیڈنٹ کی وجہ سے زندگی و موت کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ اگر آپ کی ریلیٹو ہیں تو رابطہ کر لیجیے گا ... شکریہ۔" موبائل بند کر کے اس نے پھر صوفے پر پھینک دیا۔ اس عورت کے الفاظ پر اسے ابھی تک اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہوئیں۔

"مائی گاڈ...... کیسے غلیظ لوگ ہیں، کیا عورت ذات اتنا پستی میں بھی گر سکتی ہے اور وہ بھی مسلمان عورت؟" وہ سوچ سوچ کر سلگ رہا تھا۔

موبائل ایک دفعہ پھر بجنا شروع ہو چکا تھا اس نے بے حسی سے بجتے موبائل کو دیکھا۔ وہ اب جلد از جلد اس مصیبت سے چھٹکارا چاہتا تھا، دل تو چاہا کہ ایسی سفاک عورت سے بات کرنے کی بجائے موبائل اٹھا کر دیوار پر دے مارے۔

اس نے اپنے اشتعال پر قابو پاتے موبائل اٹھا لیا آن کرتے خاموشی سے کان سے لگا لیا۔

"میں کاشفہ کی سسٹر بول رہی ہوں ... آپ نے چند پل پہلے جو اطلاع دی ہے کیا وہ درست ہے؟" لڑکی کا نام ... کاشفہ تھا۔

"یس......" اس نے مختصراً کہا۔

"اگر یہ آپ کی سسٹر کا نمبر ہے تو ان کا بیگ اور گاڑی کی چابی اس وقت میرے پاس ہے ... ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اور میری بدقسمتی کہ میں انہیں انسانیت کے ناتے ہاسپٹل لے آیا اور اب اس کی سزا بھگت رہا ہوں ... وہ اس وقت ایمرجنسی میں ہیں ... گاڑی بری طرح ڈیمج ہوئی ہے اگر میں بروقت انہیں ہاسپٹل نہ پہنچاتا تو وہ

اب تک مرچکی ہوتیں۔" اس نے سنجیدہ دو ٹوک انداز میں اطلاع دی تھی۔

"مائی گاڈ۔"

"ایکسیڈنٹ کیسے ہوا اور وہ خیریت سے تو ہے نا؟" اب کے وہ لڑکی خاصی پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔ اس کی پریشانی محسوس کرتے وہ بھی تھوڑا سا دھیما پڑ گیا۔

"شاید گاڑی کی بریک فیل ہوگئی تھیں۔ گاڑی کے انداز سے تو یہی لگتا ہے۔ اور وہ اس وقت ایمرجنسی میں ہیں۔ ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی کوشش کررہے ہیں۔"

"کون سے ہاسپٹل میں ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی اس نے ہاسپٹل کا نام بتا کر کال ڈس کنیکٹ کردی تھی۔

کوئی آدھ گھنٹے بعد ایک مرد عورت اور لڑکی پریشان چہرے ہوئے آتے دکھائی دیے تھے۔ یقیناً وہ ریسپشن سے اس کے متعلق ہی پوچھ کر آئے تھے۔

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔

"میں کاشفہ کا والد اور یہ اس کی والدہ اور بہن ہیں۔" آدمی نے ہی آگے بڑھ کر تعارف کروایا تھا۔ فارمیلٹی کے طور پر اس نے ان سے ہاتھ ملاتے حادثے کی وجہ صورت اور اب تک کی تمام تفصیلات بتاتے ڈاکٹرز کے رویے بھی بتا دیے تھے۔

عبدالقیوم صاحب آتے ہی مختلف ڈاکٹرز اور اسٹاف سے رابطے میں لگ گئے تھے اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد ہی جیسے سارے ہاسپٹل کا اسٹاف اور عملہ ایک جگہ سمٹ آیا تھا۔ ولید خاموشی سے کارکردگی دیکھ رہا تھا۔

وہ ڈاکٹرز جو بمشکل لڑکی کو ٹریٹمنٹ دے رہے تھے اب بڑی جانفشانی سے لڑکی کو ہینڈل کررہے تھے۔

ایک بجے کے قریب ڈاکٹرز نے بتایا کہ لڑکی کی کنڈیشن بہتر ہے اور اب خطرے سے باہر ہے تو اس نے بے ساختہ تشکر کا سانس لیا تھا۔

"تھینک گاڈ اوکے عبدالقیوم صاحب اب مجھے اجازت دیجیے میرے گھر والے پریشان ہورہے ہوں گے آپ کی بیٹی کو اللہ شفا دے اور ہدایت یہ بھی لمبی زندگی دے۔" اس نے دل سے دعا دی تھی۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ بیٹا! تم نے میری بیٹی کو دوسرے لوگوں کی طرح فٹ پاتھ پر پڑا رہنے نہ دیا تمہاری بروقت مدد سے وہ بچ گئی ہے۔" وہ تشکر سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے گویا تھے اور پہلی بار شاید سے غور سے دیکھا تھا۔

ہاسپٹل میں رات کے وقت وہ اسے دیکھ کر ایک پل کو چونک گئے تھے۔

یہ چہرہ یہ انداز یہ سب دیکھ وہ بری طرح ٹھٹکے تھے۔

"ایسی کوئی بات نہیں بحیثیت انسان یہ تو میرا فرض تھا ان کی جگہ کوئی بھی ہوتا تب بھی میں اس کی مدد کرتا اور اپنے تمام سورسز استعمال کرواتا اس کی جان بچانے کے لیے۔" وہ بغیر پلکیں جھپکائے اس کے روشن خوبرو نہایت حسین چہرے کو تک رہے تھے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اپنے کسی خیال سے چونک کر انہوں نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"اوہ" وہ ایکدم ریلیکس ہوئے تھے اپنے ذہن کو جھٹکتے وہ مسکرائے تھے۔

"تھینک یو بیٹا ہم اب یہیں ہیں تم جاکر آرام کرو۔"

ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھے دوسرا اس کے ہاتھ میں ڈالے وہ بہت محبت و شفقت سے کہہ رہے تھے۔ یہ ان کا خاص انداز تھا کسی کو اپنا گرویدہ بنانے کا ولید قدرے متاثر ہوا۔

"اور تم بھی شاید زخمی ہو" اس کی گردن پر نظر ڈالتے قمیص رنگین دیکھ کر وہ تشویش سے بولے تھے۔ ولید مسکرا دیا۔

"نہیں انکل بس ہلکے سے زخم و خراشیں ہیں ڈونٹ وری۔"

"کسی ڈاکٹر کو دکھا لیتے ہیں۔ بینڈیج تو ضرور ہونی چاہیے نا" گردن پر ہاتھ رکھ کر زخم دیکھتے وہ کہہ رہے تھے۔ ان کا لہجہ پُرشفقت ہی نہیں پُرتشویش بھی تھا۔

"جی ضرور کرواتا مگر کیا کروں خاصا لیٹ ہوچکا ہوں گھر والوں کے کئی فون آچکے ہیں اور دوست کے پاس ٹھہر جانے کے بہانے بنا بنا کر اب میں بھی تھک چکا ہوں۔ میں ان شاء اللہ صبح چکر لگاؤں گا۔ یہ کارڈ رکھ لیں کسی بھی سلسلے میں ضرورت ہو تو کال کر لیجیے گا۔ چونکہ یہ ایکسیڈنٹ کا کیس تھا تو کاغذی کارروائی پر میرے ہی دستخط ہیں۔ کوئی پریشانی ہو تو بلا لیجیے گا۔" عادلہ اپنی ماں کو لیے سائیڈ کے صوفوں پر ٹک گئی تھی۔ ولید نے انہیں کار کی چابی بیگ اور موبائل تھما دیا تھا۔

اور پھر وہ ان لوگوں کو خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل آیا تھا۔

"بڑا نیک اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔" عبدالقیوم صاحب نے اپنی بیگم کو دیکھ کر کہا۔

"کسی نیک اور سلجھے ہوئے گھرانے کا لگتا ہے۔" بیگم نے بھی تائید کی تھی۔ اور عادلہ بھی قائل ہوئی کہ اس نے ایک دفعہ بھی تو سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔

یہ اس کی شرافت کی گواہی ہی تو تھی۔

عبدالقیوم صاحب ہاتھ میں پکڑا کارڈ جیب میں ڈالتے نڈھال سے انداز میں صوفے پر ٹک گئے تھے۔

❁ ❁...... ❁
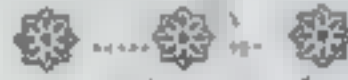
سٹڈی کے دوران اسے کافی کی شدید طلب ہوئی۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے روشی اور ولید کی ہدایت کی وجہ سے کافی پینے سے احتیاط برت رہی تھی مگر آج طلب بڑھتے دیکھ کر وہ سب کچھ وہیں چھوڑ کر باہر نکل آئی تھی۔ ارادہ اس کا کچن کی طرف جانے کا تھا مگر لاؤنج سے ٹی وی کی آواز آتے دیکھ کر وہ ادھر چلی آئی۔

روشی اپنی جمائیاں روکتی ٹی وی دیکھتی صوفے پر نیم دراز تھی۔

اس نے وال کلاک کی طرف نگاہ کی۔

رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔

"تم سوئی نہیں روشی؟" وہ اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھی منہ پر ہاتھ رکھے جمائی روکتے وہ نیند سے بوجھل آنکھوں کے ڈورے نیند کی وجہ سے سرخ ہورہے تھے۔ وہ اس وقت کی حالت میں نہایت پُرکشش لگ رہی تھی۔

"ولید بھائی کا ویٹ کررہی ہوں۔" اپنے جاگنے کی وجہ بیان کی تو وہ چونکی۔

"کیا ولی ابھی تک نہیں لوٹا۔" نہایت حیرت و استعجاب سے پوچھا۔

اس کے بعد مسلسل خاموشی ہے۔ میں نے کئی بار کال کی ہے مگر وہ اٹینڈ نہیں کر رہے۔"
"لاؤ دو موبائل میں کال کرتی ہوں۔" اس نے روشی کے ہاتھ سے اس کا موبائل لے کر نمبر ملائے تھے بجائے اس کے کہ کال ریسیو کی جاتی فوراً کاٹ دی گئی۔
"کاٹ دی نا؟" روشی اس کے ہاتھ نیچے کر لینے پر گویا ہوئی۔ اس نے سر ہلا دیا۔
"آپ کدھر ہیں اور کب تک پہنچ رہے ہیں؟" اس نے دوبارہ میسج سینڈ کیا جس کا Reply فوراً مل گیا تھا۔
"میں دوست کے ساتھ ہوں ڈونٹ وری کچھ لیٹ ہو جاؤں گا تم آرام سے جا کر سو جاؤ۔"
میسج پڑھ کر اس نے گہری سانس لیتے روشی کو موبائل تھما دیا تھا۔
"ولی بھائی کا ایسا کون سا دوست ہے جو اتنی رات کو باہر ہیں ابھی تک؟" وہ روشی کو دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔
"کافی پیو گی؟"
"نہیں پہلے ہی نیند سے برا حال ہے۔ اس ٹائم کافی پی کر اپنی نیند خراب نہیں کرنی" اس کے ساتھ وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔
"میں سونے جا رہی ہوں اور تم بھی کافی کو چھوڑ کر سونے کی کوشش کرو۔"
"تم چلو میں تمہارے کمرے میں ہی کافی بنا کر آتی ہوں۔"
کچن میں آ کر اس نے اپنے لیے کافی بنائی تھی۔ مگ لیے وہ روشی کے کمرے میں آئی تو وہ محترمہ بستر پر دراز نیند میں تھی۔
"روشی۔" اس کے پاس ہی بیٹھ کر اسے جھنجوڑا۔
"کیا ہے؟" نیند سے مندھی مندھی آنکھیں کیسی سحر طراز تھیں۔ اسے ٹوٹ کر روشی پر پیار آیا۔
"تمہیں شہوار کے گھر جا کر کیسا لگا؟" روشی کے ساتھ واپسی پر ڈرائیور کی وجہ سے شہوار والے معاملے پر زیادہ بات چیت نہ ہوئی تھی۔ گھر آ کر ٹائم ہی نہیں ملا تھا کہ دونوں آرام سے بیٹھ کر اس موضوع پر ڈسکشن کرتیں۔
"اچھا لگا بلکہ بہت اچھا مگر یار یہ کون سا وقت ہے ان لوگوں کو ڈسکس کرنے کا صبح نہیں ہونی کیا؟" اس کا نیند سے برا حال تھا۔ وہ مسکرا دی۔
"اٹھ کر بیٹھ جاؤ ورنہ میں یہ کافی کا بھرا مگ تمہارے اوپر انڈیل دوں گی۔ مجھے نیند نہیں آ رہی اور تمہاری سزا یہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ جاگو گی۔" روشی نے بڑی بڑی آنکھوں سے اسے گھورا اور اسے مسکراتے ہوئے کافی کی چسکیاں بھرتے دیکھ کر کلسی۔
"دفع ہو جاؤ اپنے کمرے میں جا کر مرو لے کر میری نیند خراب کر رہی ہو۔ پہلے ولی بھائی کی وجہ سے اب تمہاری وجہ سے میں پھوپو کو ورغلاتی ہوں تمہارا اب کوئی پکا بندوبست کریں تمہیں راتوں کو نیند نہیں آتی۔ تمہارے لیے تمہارے ساتھ جاگنے والا ایک انسان ڈھونڈیں اب" روشی کے الفاظ پر انا کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا۔ شرم سے اس کے گلنار رخساروں پر پلکوں کا رقص بڑا تھا۔ وہ ایکدم ہڑبڑا کر رہ گئی۔
"بکواس مت کرو" اس نے ڈپٹا تو وہ ہلکا سا ہنس دی تھی۔ نیند سے اٹی ہنسی ماحول میں ارتعاش سا بکھر گیا۔
"بکواس نہیں حقیقت میں اب ایسا ہی کروں گی اب اگر تم نے میری نیند خراب کی تو اچھا ہے تمہیں بھی کام

ڈالنے والا کوئی ہونا چاہیے۔ جس کے سامنے تمہاری بولتی بند ہو۔ وہ تمہاری راتوں کو اپنے وجود کی قربتوں سے منور کرے پھر تمہیں جاگنے کا مزہ آئے گا۔" روشی نے گویا اگلے پچھلے سارے حساب چکائے تھے وہ ایک دم شرم سے کٹ کر رہ گئی۔ خجالت سے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کے کندھے پر مارا وہ ہائے وائے کرتے کراہ کر رہ گئی۔

"بہت چلتی ہے تمہاری زبان لگتا ہے احسن بھائی زیادہ ہی تنگ کرنے لگے ہیں تمہیں ویسے انہیں شرم آنی چاہیے شادی سے پہلے ان کی یہ حرکتیں ماما سے شکایت کروں گی" روشی اس کی دھمکی پر ایکدم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی انا نے بے ساختہ اپنی مسکراہٹ ہونٹوں تلے روکی۔

"خبردار پھوپو کو کچھ کہا بھی تو ایسی کوئی بات نہیں میری تو کبھی احسن سے ایک دو لفظوں سے زیادہ بات چیت ہی نہیں ہوئی۔" وہ گھبرا کر صفائی پیش کر رہی تھی وہ کھل کر ہنس دی۔

روشی نے ایک زوردار دھموکا اسے جڑ دیا۔

"بہت بری ہو تم؟" وہ منہ پھلا کر کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

"انا شہوار کے ساتھ کیا پرابلم ہے؟ وہ کس شخص کی بات کر رہی تھی کالج میں اس کے ساتھ کیا کچھ ہوا ہے؟" کچھ دیر بعد یاد آنے پر وہ اس کی طرف رخ کیے پوچھ رہی تھی۔ انا فوراً سنجیدہ ہو گئی۔

"بس ہے ایک شخص پورے کالج کے لیے ناسور تقریباً کالج کی تمام لڑکیاں اس سے بدظن اور دور بھاگتی ہیں۔"

"اس کا شہوار سے کیا تعلق ہے؟" یتا یک اتنا حساس تھا کہ انا سوچنے لگی کہ بات کہاں سے شروع کرے۔

"اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں" اس نے خاصی حقارت سے کہا۔

اور پھر چیدہ چیدہ مختصر الفاظ میں اسے تمام پچھلی باتوں کے ہمراہ موجودہ صورت حال سمیت سب بتا دیا۔ روشی کو یہ سب سن کر بہت دکھ ہوا۔

"ویری سیڈ۔"

"ویسے وہ لوگ بہت اچھے پرخلوص اور ملنسار ہیں شہوار کے بیٹے تو بہت مخلص ہیں۔"

"ہوں۔" اس نے ہنکارا بھرا اس کی ساری شوخی و شرارت ہوا ہوئی تھی۔ اسے رہ رہ کر شہوار کا حزن و ملال میں ڈوبا چہرہ یاد آ رہا تھا۔

"ایسے لڑکے کے لیے تو کڑی سے کڑی سزا بھی کم ہے۔ تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" روشی تبصرہ کرتے کرتے انا کی افسردگی دیکھ کر رک گئی۔

"ولی بھائی بھی کتنے بے پرواہ ہو گئے ہیں اب تو آ جانا چاہیے تھا انہیں۔"

وال کلاک کی طرف دیکھا تو سوا ایک ہو رہا تھا۔ انا کا بھی دھیان بھٹکا۔ روشی تو لیٹ گئی تھی۔ انا کی توجہ ایدن طرف ہو گئی۔

"تمہیں تو نیند آنے والی نہیں اب میں سو رہی ہوں تم ولی بھائی کا انتظار کر لینا۔ وہ آ [illegible] پلیز" نیند سے بھری آنکھیں اس نے پھر بند کر لی تھیں۔ وہ روشی کے بیڈ پر بیٹھی چند منٹ [illegible] کر [illegible] نکلی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اندر سے آیا تھا۔ سارا لان اور ارد گرد کا سارا ماحول گھپ تاریک اندھیرے میں غرق تھا وہ اپنی گاڑی سے نکل کر چوکیدار کو نجانے کیا کہہ رہا تھا۔ چوکیدار صرف سر ہلا رہا تھا اور پھر ولید اپنے والے پورشن کی طرف چلا آیا تھا۔

ولید کا کمرا روشی کے کمرے کے ساتھ ہی تھا۔

وہ جیسے ہی سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا تھا سامنے ہی ٹیرس کی ریلنگ کے ساتھ لگی انا کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟" ورنہ اسے یقین تھا کہ روشی کے علاوہ وہ سب ہی سو چکے ہوں گے اور روشی کو بھی اس نے میسج کر کے سونے کا کہا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ واقعی سو گئی ہو گی۔ وہ اس کی پکی نیند کے بارے میں اچھی طرح واقف تھا۔ مگر روشی کی جگہ انا کو چوکیداری کرتے دیکھ کر چپ ہو گیا تھا۔

انا تو حیران و ششدر سی آنکھیں پھاڑے ولید کی خون آلود شرٹ کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ خون کیسا ہے؟ ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے کیا؟" حیرت کے سمندر سے نکلتے ہی بہت گھبرا کر نہایت خوفزدہ وہ اس کے قریب آ کر پوچھ رہی تھی وہ جواب دینے کی بجائے کمرے میں چلا گیا تھا۔

اور انا بھی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔

"کہ کہ کیسے ہوا ہے ایکسیڈنٹ؟" وہ لاکھ بہادر سہی یک مستقبل کی لائق فائق ڈاکٹر سہی مگر ولید کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہونے کو تھے۔ ولید نے ہاتھ میں تھاما بیگ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

"کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں۔" اس کی بے پناہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر اسے تسلی دینا چاہی تھی۔

"تو پھر یہ؟" اس نے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتے اس کی خون آلود شرٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"کچھ نہیں یار بس کسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا تو اس کو ہاسپٹل پہنچاتے یہ حالت ہو گئی۔" لفظ ایکسیڈنٹ سن کر ہی ہاتھ پیر پھول جاتے ہیں وہ تو پھر اس قدر خون آلود شرٹ دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ وہ ایکدم آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں نا؟" اس کی آنکھوں میں آنسو سمٹ آئے تھے۔ "سچ سچ بتائیں کیا ہوا ہے؟" ولید نے خاصا چونک کر اسے دیکھا۔

"تھینک گاڈ یار! اور میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔ بس چند خراشوں کے سوا میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ اس کی کیفیت سے خاصا متاثر ہوا تھا۔ دھیمے سے اس کا رخسار تھپتھپا کر اسے ریلیکس کرنا چاہا مگر وہ خون سے بھری شرٹ کو دیکھ کر کچھ بھی ماننے کو تیار نہ تھی۔

ساری شرٹ خون آلود تھی یقیناً کوئی بڑی بات ہوئی ہو گی۔

"میں ماموں اور ماما کو بتاتی ہوں۔" صورت حال کا اندازہ لگاتے اس کا ہاتھ چھوڑ کر باہر نکلنے والی تھی۔

"پاگل پن کی باتیں مت کرو انا" ولید نے [illegible] پکڑ کر روک لیا تھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں نا" اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف [illegible] تھا۔ وہ محسوس کرتے کچھ دھیما پڑ گیا۔

"بابا [illegible] زیادہ نہیں جتنا تم سوچ رہی ہو چند ہلکی پھلکی گردن بازو اور کندھوں پر خراشیں ہیں تم خود [illegible] اسٹوڈنٹ ہو بہت کمزور اعصاب کی مالک ہو تم تو؟" اسے [illegible] آخر میں اس نے [illegible] تو وہ خجل سی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شکن تھکاوٹ کا شکار تھا اوپر سے ایکسیڈنٹ نے رہی سہی طاقت سلب کر لی تھی۔ گردن اور کندھوں سے اٹھنے والی ٹیسیں بڑی تکلیف دہ تھیں۔ وہ آرام سے بستر پر بیٹھ کر پاؤں کو جوتوں سے آزاد کرنے لگا تھا۔

انا نے دیکھا اس کی گردن بھی زخمی تھی۔ جس کی وجہ سے خون بہنے سے شرٹ کا پچھلا حصہ بھی خون آلود ہو چکا تھا۔

"آپ گھر کیوں آئے ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں گئے؟" وہ چیخی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"انا پلیز میں چینج کرنا چاہتا ہوں' پلیز ڈونٹ ڈسٹرب می۔" اس کے ان الفاظ نے اس کے دل پر بری طرح چوٹ لگائی تھی۔ اس کے آنسو بے اختیار تھے۔

"مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر' آپ کی تکلیف کے احساس سے میرا دل بند ہو جائے گا۔" وہ شدت سے رو دی تھی جبکہ ولید اس ردعمل پر حیران رہ گیا تھا۔

وہ اچھی خاصی میچور لڑکی تھی اس جذباتیت کی اس سے توقع تو نہ تھی۔ ولید کو تو لینے کے دینے پڑ گئے تھے فوراً اٹھ کر اس کے قریب ہوا تھا۔

"مائی گاڈ یہ کیا طریقہ ہے یار۔ ؟ ڈونٹ وری آئی ایم آل رائٹ۔" تسلی دینے کو اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا مگر وہ تو بے اختیار اس کے قریب ہوتے اس کے کندھے پر پیشانی ٹکاتے رو دی تھی۔ اور یہ سب کچھ اس قدر اچانک تھا کہ ولید بھی اپنی جگہ ششدر کر رہ گیا تھا۔

"آپ کو کچھ بھی ہوا تو بائی گاڈ میں مر جاؤں گی۔" پتا نہیں وہ حواس میں تھی یا نہیں ولید تو تڑپ کر پیچھے ہوا تھا۔ جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

نہ ہی وہ کوئی ناسمجھ بچہ تھا اور نہ ہی انا کے الفاظ غیر واضح تھے۔

تو پھر !اس کا یوں رونا . ری ایکٹ کرنا . اور اب بھی وہ اپنے الفاظ کا احساس کیے بغیر ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔

"انا ڈونٹ بی سلی' یہ کیا بیوقوفی ہے یار۔" وہ جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ "تم اچھی خاصی میچور لڑکی ہو .میڈیکل کے فورتھ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہو کر ایسا ری ایکشن حیرت ہے۔ ذرا سا خون دیکھ کر تمہاری یہ حالت ہے اگر کسی دن خون میں لت پت وجود کو ٹریٹمنٹ دینے کی ضرورت پڑ گئی تو پھر؟" وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"ایم سوری. " اپنی جذباتیت پر خود بھی گھبرا کر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ولید نے خاموشی سے اس کی بھیگی نگاہوں سے نظریں چرا لیں۔

ایکدم دل کو کچھ ہوا تھا۔

"فرسٹ ایڈ باکس لے کر آؤ ہری اپ۔" الماری کی طرف بڑھتے اس نے اس کے وجود کو سامنے سے ہٹانا چاہا تھا۔ بڑا سا دوپٹہ لیے جس کا ایک پلو سر پر تھا اس کے سامنے کھڑی روتی آنسو بہاتی' اسے عجیب سے احساسات سے دوچار کر گئی تھی۔ انا نے کچن میں آ کر فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔

اپنی کیفیت اس کے اپنے لیے بھی بڑی پریشان کن تھی اور اس کے قطعی اختیار سے باہر بھی۔

وہ جتنا بھی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر لی مگر وہ اپنے احساسات وجذبات کے سامنے قطعی بے بس تھی۔

بعض احساسات وجذبات فطری ہوتے اور واقع ہو' نظر رکھتے انسان کے اندر سے امڈتے ہیں یوں کہ اسے خود بھی اندازہ نہیں ہو پاتا کہ وہ کس قسم کی جذباتیت کا مظاہرہ کر رہا ہے یا سامنے والے انسان پر اس کی جذباتیت کس طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔ اس وقت وہ بھی کچھ ایسی ہی سچویشن سے دوچار تھی۔ وہ صرف جذبات کے تابع تھی۔

وہ فرسٹ ایڈ باکس لیے واپس کمرے میں آئی تو وہ چینج کر چکا تھا۔ جسم پر بنیان اور ٹراؤزر تھا۔ کندھوں پر وہ ٹاول ڈالے جیسے اس کا ہی منتظر تھا۔

اب گردن اور بازوؤں کے زخم خاصی تکلیف دے رہے تھے۔ جنہیں وہ مسلسل معمولی خراشیں اور ٹیسیں کہہ کر نظر انداز کر رہا تھا۔ اس نے لب بھینچ رکھے تھے۔

"میں بینڈیج کر لوں گا تم جاؤ اب ." اس کے ہاتھ سے باکس لے کر وہ کھول رہا تھا جبکہ وہ خاموشی سے اس کی گردن اور بازو کے زخم کو خاصی تشویش سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ خود کیسے کریں گے ؟ بہتر تھا کہ ہاسپٹل سے ہی کروا کر آتے۔" وہ اپنے آپ کو خاصا سنبھال چکی تھی باکس سے روئی اور ڈیٹول لے کر ولید کی سوالیہ نظروں کو نظر انداز کرتی اس کی سائیڈ پر آ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں کچھ پل قبل ایک کمزور ڈاکٹر ثابت ہوئی ہوں مگر اب کی بار آپ کو ناکامی نہیں ہوگی۔ اب میں اتنی بھی اناڑی نہیں ہوں۔"

مسکرا کر کہتے اس وقت وہ کسی بھی صورت حال کو ذہن میں جگہ دیئے بغیر صرف جذبہ ہمدردی کے تحت یہ سب کرنے پر مجبور تھی شاید اس کے پیشہ ورانہ ڈاکٹری کے جذبات ابھر آئے تھے۔ یا پھر وہ اپنے احساسات وجذبات کے سامنے قطعی بے بس تھی۔

ولید بھی شاید اس کے احساسات سمجھ گیا تھا اس نے دوبارہ ٹوکا نہیں تھا۔

"آپ ادھر چیئر پر آ کر بیٹھ جائیں۔" ولید بستر کے کنارے سے اٹھ کر چیئر پر آ بیٹھا تھا جو اس نے اسٹڈی ٹیبل کے سامنے سے اٹھا کر ڈریسنگ کے سامنے رکھی تھی۔

وہ ٹاول ہٹا کر اس کی گردن سے بڑی احتیاط سے چپکے کانچ صاف کر رہی تھی۔

"کب ایکسیڈنٹ ہوا تھا؟" وہ نظریں اپنے پاؤں پر جمائے اس کے رحم وکرم پر تھا اس کے سوال پر نظریں اٹھا کر مرر میں اسے دیکھا وہ مکمل توجہ اس کی گردن کی طرف کیے روئی اور ڈیٹول کی مدد سے گردن سے خون کے ساتھ ساتھ شیشے کی کرچیاں بھی چن رہی تھی۔

"شاید نو بجے کی ٹائمنگ تھی۔"

"مائی گاڈ تب سے اب تک آپ اسی حالت میں گھومتے پھر رہے ہیں؟" اس نے حیران ہو کر ولید کے چہرے کی طرف دیکھا جو جھکا ہوا تھا وہ اس کے تاثرات ملاحظہ نہ کر سکی تھی۔

"ہمت ہے آپ کی' جس طرح کانچ گردن کی کھال میں گھس گئے ہیں تکلیف تو ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔" کمرے میں پڑا جگ اٹھا کر وہ واش روم میں گھس گئی تھی پانی بھر کر لا کر ڈیٹول کے چند قطرے ڈال کر اس نے پہلے تو اس کے ٹاول سے کانچ اور جما ہوا خون صاف کیا اور پھر جہاں زخم گہرا تھا وہاں آئنمنٹ لگا کر اس نے پٹی کر دی تھی۔ دائیں بازو' دائیں کندھے اور گردن کا پچھلا حصہ دائیں طرف سے زیادہ متاثر ہوا تھا [illegible] خراشیں تھیں صرف۔ مرہم پٹی کر کے اس نے جھک کر باکس میں تمام چیزیں ڈالی تھیں اور پھر تمام چیزیں سمیٹ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کھانا کھائیں گے؟" اس کے سوال پر ولید کو شدید بھوک کا احساس ہوا جو بھاگ دوڑ میں کہیں رفو چکر ہو چکا تھا۔

"تم رہنے دو پہلے ہی بہت خدمت کر لی ہے میری آج تو نیم حکیم جی کو بھی مجھے تختہ مشق بنانے کا موقع مل گیا ہے۔ پہلے تو تمہاری ڈاکٹری کی زد میں جسٹ بابا جان ہی آتے تھے۔" بینڈیج کے دوران وہ ایک لفظ بھی نہ بولا تھا

اور اب اس کے الفاظ پر وہ مسکرا دی۔
"تم جاؤ صبح کالج بھی جانا ہوگا تم نے خواہ مخواہ میری وجہ سے تم نے اپنی نیند برباد کی بھوک تو واقعی مجھے لگ رہی ہے اور تھکن سے بھی برا حال ہے اب جی چاہتا ہے کہ پڑ کر سو جاؤں مگر کھانا کھائے بغیر نیند نہیں آئے گی۔ میں خود ہی کچن سے کچھ نہ کچھ لے لوں گا۔ تمہارا بہت شکریہ تم نے اتنی زحمت کی۔"
"زحمت کیسی ...؟ آپ پلیز آرام سے لیٹ جائیں میں کھانا لے آتی ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہتے باہر نکلنا چاہا کہ ولید نے منع کر دیا۔
"تم رہنے دو پہلے ہی تمہیں خاصا ڈسٹرب کر چکا ہوں تمہیں نیند آ رہی ہوگی۔"
"میری نیند کی آپ فکر نہ کریں۔ وہ تو پہلے ہی کم ہی آتی ہے۔ ساری رات بستر پر کروٹیں بدلنے سے بہتر ہے آپ کی خدمت ہی کر لوں۔ کہتے ہیں کہ مریض کی عیادت اور خدمت میں بھی بڑا ثواب ہے اور میں ٹھہری پکی مسلمان یہ ثواب بھلا کیسے چھوڑ دوں۔" وہ ہنس کر کہتے کمرے سے چلی گئی۔
آج انا کے تمام رویے ولید کے لیے بڑے حیران کن تھے۔ اس نے ڈریسنگ کے شیشے میں اپنے زخموں کو دیکھا جہاں پر اس نے بینڈیج کی تھی۔ اس کی نرم انگلیوں کا لمس ابھی بھی گردن پر محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے آنے سے پہلے اس نے الماری سے قدرے ڈھیلی ڈھالی شرٹ نکال کر پہن لی تھی۔ ہاتھ منہ دھو کر بستر پر آ بیٹھا تو وہ بھی کھانے کی ٹرے اٹھائے چلی آئی۔
"میں دودھ گرم کر کے اس میں ہلدی ڈال کر لائی ہوں۔ یہ گھریلو بہت اچھا ٹوٹکا ہے۔ Pain کے لیے بھی اور صحت کے لیے بھی اس کے علاوہ پلیٹ میں درد اور زخموں کو فوری مندمل کرنے کے لیے یہ ٹیبلٹس ہیں۔ کھانا کھا کر لے لیجیے گا۔" سلیقے سے سر پر دوپٹہ لیے اس نے اس کے سامنے جھک کر بستر پر ٹرے رکھ دی تھی۔
"تھینکس یار تم نے تو اچھی خاصی ٹریٹمنٹ کر ڈالی ہے۔ ڈاکٹر تو فوری علاج کر کے نکلتے ہیں۔ یہ پہلی ڈاکٹر دیکھی ہے جو ٹریٹمنٹ دینے کے بعد اپنے مریض کی اتنی خدمتیں بھی کر رہی ہے۔" ہلکے پھلکے انداز میں کہتے اس نے ٹرے اپنے قریب کر لی تھی۔ انا مسکرا کر واپس پلٹ گئی تھی۔
"انا" اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے نکلتی اس نے پکارا تو انا کو یوں لگا کہ جیسے کسی نے اس کا نام ہی نہیں بلکہ اس کے جسم سے روح تک کھینچ لی ہے۔
"جی......"
اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتی وہ مڑے بغیر صرف گردن موڑ کر دیکھ رہی تھی۔
"تھینکس اینڈ یار بابا روشی یا گھر میں کسی کو بھی نہیں بتانا۔ خوامخواہ سب پریشان ہوں گے۔ اوکے۔"
"جی ٹھیک ہے۔" وہ سعادت مندی سے ایسے سر جھکا گئی کہ جیسے وہ اس کی معمول ہو۔
کبھی کبھار وہ اسے بڑی ناقابل فہم لگتی تھی جیسے کہ اب؟ وہ اس کے انداز پر چونک گیا۔
پھر وہ دھیمے سے مسکرا دیا تو وہ جلدی سے کمرے کا دروازہ بند کرتے نکل گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

ساری رات وہ [illegible] میں [illegible] رہی تھی۔ مہر النساء بیگم اس کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔ [illegible]
[illegible] تھے۔
چند پل لیٹے رہنے کے بعد اسے صورت حال کا اندازہ ہوا تو اس نے دیکھا اس کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے اس کے بیگ میں پڑا موبائل بج رہا ہے۔
اس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا مگر کمزوری اس کے وجود پر غالب آ گئی تو اس نے بے چارگی سے موبائل کی آواز سن کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔
موبائل بج بج کر خود ہی خاموش ہو گیا تھا۔
وہ اسی طرح لیٹی رہی پھر وقت کا تعین کرنے کو اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔
دن کے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ اس وقت کمرے میں تنہا تھی۔ وہ چند منٹ اسی طرح لیٹی رہی تو مہر النساء بیگم کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔
"اٹھ گئیں تم اب کیسی طبیعت ہے؟ رات تو بہت تیز بخار تھا۔ ہوش و حواس ہی برقرار نہ رہے تھے۔ رات کے بارہ بجے ڈاکٹر زبیری کو کال کرنا پڑ گئی تھی۔ انہوں نے آ کر انجیکشن لگائے اور مختلف دوائیاں دی تھیں۔"
اس کے پاس ہی بیٹھ کر محبت سے اس کی پیشانی چوم کر بال سمیٹے۔
اس والہانہ محبت پر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
اگر ان کو پتا چلے کہ وہ ان کے سب سے چہیتے بیٹے کے لیے انکاری ہے تو کتنا دکھ ہوگا انہیں۔
اور مصطفیٰ!
پتا نہیں اس کی خراب طبیعت کا سن کر اس کا کیا ری ایکشن رہا ہوگا ذہین تو خاصا ہے فوراً کڑی سے کڑی ملاتے بات کی تہہ تک پہنچ جائے گا۔
"بخار تو کم ہوا ہے شکر ہے اللہ کا" اس کے چہرے اور گردن کو چیک کرتے وہ خاصی مطمئن ہوئی تھیں۔ اور اسی وقت اس کا موبائل پھر بجنے لگا تھا۔
"لو دیکھو تمہارا موبائل ساری رات بجتا رہا ہے ایک دو بار انا نے کال کر کے تمہاری خیریت پوچھی تھی اور ایک بار تابندہ کی کال تھی۔ میں نے کہہ دیا کہ تم سو گئی ہو تمہاری طبیعت کا نہ بتایا کہ خوامخواہ وہ پریشان ہوگی" اسے بتاتے ہوئے انہوں نے اس کے بیگ سے موبائل نکال لیا تھا۔
"مصطفیٰ کی کال ہے" اسکرین دیکھ کر انہوں نے کہا۔
"آپ سن لیں پلیز"
موبائل اس کی طرف بڑھایا تو اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ساتھ حیران بھی تھیں۔
"اسلام علیکم"
"وعلیکم اسلام!" مصطفیٰ کے سلام کا انہوں نے جواب دیا تھا۔ آج جمعہ کا دن تھا۔ یقیناً وہ گھر میں ہی ہوتا تھا تو پھر وہ کیوں کال کر رہا ہے اس کے نمبر پر؟
"کیسی ہیں آپ اور شہوار کہاں ہے اس کا موبائل آپ کے پاس کیوں ہے؟"
[illegible] اس نے ڈائریکٹ پوچھا تھا۔
"میں ٹھیک ہوں شہوار بھی پاس ہی ہے۔ طبیعت ٹھیک نہیں کل کالج میں طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ [illegible] ساری رات [illegible] بے ہوش رہی [illegible]
[illegible] تھے۔" وہ نجانے کدھر تھا جو ساری صورت حال سے بے خبر تھا۔ وہ چونک گئی۔
"[illegible] کیا ہوا ہے؟" وہ فوراً تشویش کا شکار ہوا تھا۔

"بی پی لو ہو گیا تھا" شہوار آنٹی کی یکطرفہ گفتگو سے کچھ نہ سمجھ پائی۔
"کالج سے واپسی اکیلی آئی تھی کیا یا ڈرائیور لینے گیا تھا؟" موبائل سے ہلکی سی آتی آواز پر مہرالنساء آنٹی کے کانوں کے علاوہ اس کی سماعت کو بھی فیض یاب کر رہی تھی۔
"ڈرائیور تو ہمیں لے کر خالد کے گھر گیا تھا۔ تمہارے بابا کو کال کی تو وہ لینے گئے تھے۔"
"اوہ......اب کیسی کنڈیشن ہے اس کی؟"
"رات سے بہتر ہے۔ بخار بھی اتر گیا ہے اب تو......"
"مگر آپ لوگوں نے پوچھا نہیں کہ یہ اچانک اسے ہوا کیا ہے' کل اچھی بھلی تھی۔ جب میں نے اسے کالج ڈراپ کیا تھا۔"
"لو اس کی طبیعت ہی اتنی خراب رہی ہے کہ پوچھنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ اب بھی ابھی جاگی ہے۔" محبت سے اس کی طرف نگاہ کرتے انہوں نے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے پلکیں موندھ کر آنکھوں پر بازو رکھ کر چپ لیٹی رہی تھی۔
"اچھا ٹھیک ہے میں نے یہ پوچھنے کے لیے اسے کال کی تھی کہ کالج کس کے ساتھ جا رہی ہے۔ خیر میری اس سے بات کروائیں میں خود اس سے اس کی طبیعت پوچھتا ہوں۔" انہوں نے موبائل ہٹا کر اس کے بازو کو پکڑ کر اس کو متوجہ کیا۔
"مصطفیٰ سے بات کر لو وہ خیریت پوچھ رہا ہے تمہاری۔" انہوں نے موبائل اس کے چہرے کے قریب کیا۔
"آپ خود ہی بات کر لیں اب میں بھلا ان سے کیا بات کروں گی۔" اس نے ٹالنا چاہا۔
"تو اپنی طبیعت کا بتانا چلو شاباش پکڑو بات کرو۔" انہوں نے موبائل اس کے کان سے لگا دیا تھا۔
"محترمہ! تمہیں میں کھا نہیں جاؤں گا۔" اس کی موجودگی محسوس کرتے وہ کہہ رہا تھا۔
شہوار کو اپنی ہتھیلیاں بھیگتی محسوس ہوئیں۔
"کیسی طبیعت ہے تمہاری اور یہ تمہیں اچانک ہوا کیا ہے؟" وہ کہہ رہا تھا۔
"بس خود ہی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ میں نے کون سا خود کر لی ہے۔" وہ جھلائی تھی۔
"جس طرح کی تمہاری حرکتیں ہیں اس میں یہ بھی بعید نہیں" اس کا کل والا طنزیہ انداز تھا۔
مہرالنساء آنٹی اٹھ کر خود ہی کمرے سے نکل گئی تھیں۔ شہوار کو بڑی سبکی کا احساس ہوا۔
"غصہ تو تمہاری کل والی حرکت پر اس قدر ہے کہ جی چاہتا ہے کہ کبھی تم سے بات نہ کروں مگر یہ بتاؤ یہ اچانک ہوا کیا تمہیں؟"
"بتا کر طبیعت خراب تھوڑی ہوتی ہے۔" اس نے دھیمے سے کہا۔
"اس قدر شدید نوعیت کی خرابی بھی تو یکدم نہیں ہوتی۔ اور مجھے تو پتا ہی نہیں چلا اور نہ ہی گھر میں سے کسی نے ذکر کیا۔ تابندہ بوا کی کال آئی؟ ان سے کوئی بات ہوئی تمہاری؟" وہ شاید اس کی گفتگو سے اصل صورت حال کا جائزہ لینا چاہ رہا تھا۔
"پتا نہیں میری بے ہوشی کے دوران شاید انہوں نے کال کی تھی میں تو شام کو اٹھی تھی تھوڑی دیر کو اور اب بیدار ہوئی ہوں۔ باقی سارا وقت مجھے کچھ نہیں پتا کہ کیا ہوا ہے؟ اور کہاں ہوں......؟"
"مائی گڈنیس اتنی خراب طبیعت رہی ہے تمہاری۔" وہ اس کے منہ سے سن کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔
"آپ کہاں ہیں اس وقت؟" اس کے کال کرنے کا سوچتے وہ جھجکی تو پوچھا۔

"مجھے ایک ارجنٹلی کام سے کل بارہ بجے اسلام آباد آنا پڑ گیا تھا شام تک فری ہوں گا۔ میں نے دو تین بار گھر فون کیا ہے مجھے کسی نے بھی نہیں بتایا۔"
"تو کیا ہو جاتا تھا اگر آپ کو بتا بھی دیتے مجھ پر آنے والی تکلیف آپ اپنے اوپر لینے سے تو رہے؟" وہ کل صبح سے ناراض ہوا تھا اور آج صبح دوبارہ بات ہو رہی تھی' کل وہ سامنے تھا آج صرف آواز تھی مگر انداز وہی تھا۔ سو وہ جھنجلا گئی تھی۔
"ہو سکتا ہے لے ہی لیتا۔" ذومعنی انداز میں اس نے کہا تو شہوار کو اپنے کانوں کی لوئیں تک تپتی محسوس ہوئیں اس نے تو بڑے عام اور سادہ لفظوں میں کہہ دیا تھا مگر اندازہ نہ تھا کہ وہ بات کو اپنے انداز میں لے لے گا۔
"کیا کر رہی ہو؟" اس کی خاموشی محسوس کر کے اس نے بات پلٹ دی تھی۔
"لیٹی ہوئی ہوں۔"
"یعنی کہ مستقبل کی ڈاکٹر صاحبہ اس وقت خود بھی مریضوں والے گیٹ اپ میں ہیں۔"
وہ ہنس دی اسے لگا کہ اس شخص سے بات کرتے ہوئے اس کے دل و دماغ پر چھائی تمام کثافت پل بھر کو پس منظر میں چلی گئی ہے۔
ذہن ہلکا پھلکا ہوا تو اعصاب روئی کے گالوں کی مانند لطیف سے ہو گئے۔
"ڈاکٹرز بھی تو عام انسانوں کی مانند ہوتے ہیں ان کے اندر بھی عام انسانوں کی طرح ری ایکٹ کرنے والا برزہ فٹ ہے جو موسم' رویے' واقعات کو دیکھ کر متاثر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے ہر چیر پھاڑ کرنے والا وجود اتنا ظالم بھی نہیں ہوتا ، اسی طرح ڈاکٹرز لوگ بھی ہیں۔ میں بھی آپ کی طرح عام سی انسان ہوں۔" اس کے ہلکے پھلکے انداز کو انجوائے کرتے اس نے بھی بات آگے بڑھا دی تھی۔
"صبح صبح اتنی گاڑھی گفتگو مجھے تو شک ہو رہا ہے کہ اس وقت محترمہ بیماری سے نہیں کسی سیریس قسم کے ڈاکٹری مسئلے میں الجھی ہوئی ہیں کیوں ڈاکٹر صاحبہ" وہ اس کی بات پر بے اختیار ہنس دی۔
اس کی جھرنوں کی مانند خوشگوار ہنسی دوسری طرف کی سماعت پر میٹھی پھوار کی مانند برسی تھی۔
"آپ کیا کر رہے ہیں لگتا ہے خاصی فرصت سے آپ نے فون کیا ہے؟"
"فرصت کیسی؟ اس وقت تیار ہو رہا ہوں اور ساتھ ساتھ بات کر رہا ہوں' کچھ دیر بعد کچھ آفیسرز کے ساتھ میٹنگ ہے پھر ایک ضروری کام ہے۔ رات کی فلائٹ سے اپنے شہر پہنچ جاؤں گا۔ پھر گھر آ کر تمہاری خیریت تفصیلی پوچھوں گا۔"
وہ خاموش رہی۔
"تمہارے یہ الفاظ کہ خود ہی طبیعت خراب ہوئی ہے اور بتا کر خراب تھوڑی ہوتی ہے۔ پر ذرا یقین نہیں کیا میں نے گھر آ کر تفصیلی انداز میں بات کروں گا۔ بہتر ہے کوئی معقول قسم کا بہانہ ڈھونڈ کر رکھنا۔" اس کے الفاظ پر وہ سٹپٹا سی گئی۔
"دوبارہ تم نے بتایا نہیں کل کا دن کیسا گزرا؟" اس نے وہی سوال کر ڈالا تھا جو اس کی اس خرابی طبیعت کی اصل وجہ تھا۔
"مصروف ہی گزرا پھر طبیعت خراب ہو گئی تو گھر آ گئی۔" اس نے پرسکون لہجے میں کہا مگر اندر تو ایک آتش فشاں پھٹا تھا۔ زخم نئے سرے سے ادھڑے تھے۔
"کسی نے کوئی بدتمیزی تو نہیں کی نا؟" وہ اصل سوال کی طرف لوٹ آیا تھا اور شہوار کو لگا وہ بس ابھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اسے اپنے جذبات پر ذرا کنٹرول نہ رہا اور بڑی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے بھی ایک سسکی اس کے ہونٹوں سے خارج ہوگئی۔

"کیا بات ہے شہوار، خاموش کیوں ہو؟ تم نے بتایا نہیں؟"

وہ پوچھ رہا تھا اور اس نے خاموشی سے موبائل کان سے ہٹاتے کال ڈس کنیکٹ کر ڈالی تھی۔ وہ اسے کیا بتاتی بھلا، وہ لمحے تو اس کے لیے قیامت سے بڑھ کر تھے۔

وہ شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ آنسو بہانے میں اتنی منہمک تھی کہ موبائل پھر بجنے لگ گیا تھا۔ اس نے اسکرین کی طرف دیکھا۔ "مصطفیٰ" پھر کال کر رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے آن کرتے موبائل کان سے لگا لیا۔

"جی!" بغیر سلام دعا کے وہ گویا ہوئی تھی۔

"تم نے کال کیوں کاٹ دی اور میری بات کا جواب نہیں دیا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ خاصی برہمی تھی لہجے میں۔

"تمہاری اس قدر شدید طبیعت خرابی کے پیچھے کہیں اس کی کوئی بدتمیزی تو نہیں۔" وہ ذہین تھا، ایکدم اصل بات تک پہنچا تھا اور وہ اس سے چھپاتی بھی تو کیا؟ وہ ششدر رہ گئی۔

اس کے بہتے آنسو یکدم تھم گئے۔ گویا منجمد ہوگئی ہو۔

"شہوار پلیز بتاؤ، کیا بات ہے، اس قدر خاموش کیوں ہو، تم رو رہی ہو؟" اس کی مسلسل خاموشی پر وہ جیسے اندازہ لگا رہا تھا جیسے سامنے ہی کھڑا ہے بالکل۔ وہ اب کی بار اس نے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

اس کی سسکیاں بلند تر ہوتی گئیں تو دوسری طرف مصطفیٰ کی سماعت پر جیسے عذاب اتر آیا تھا۔

"کیا بات ہے شہوار پلیز بتاؤ مجھے، کیوں رو رہی ہو، کیا کیا ہے اس ذلیل خبیث انسان نے؟" وہ مسلسل رو رہی تھی۔ وہ دوسری طرف بالکل خاموش ہوگیا تھا۔ چند پل خاموش رہنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

"اگر تم خاموش نہ ہوئیں تو ابھی میں بابا اور ماما جی کو کال کر کے سب کچھ بتا دوں گا۔ رونے دھونے کی بجائے تم مجھے اصل بات بتاؤ۔" کافی سختی سے اس نے دھمکی دی تھی۔ تب وہ یکدم خاموش ہوئی۔

"مصطفیٰ آپ آ جائیں بس میں آپ کو سب بتا دوں گی۔ اگر میں نے آپ سے چھپایا بھی نہ تو میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔" وہ پھر رو دی تھی۔ اور اس کا رونا مصطفیٰ کے لیے بڑا اعصاب شکن تھا۔

"[illegible] اپنا خیال رکھنا، اس قدر خراب کنڈیشن ہو رہی ہے تمہاری [illegible] کل اور اب تک [illegible] ایڈجسٹ کر لی رہی ہو [illegible] بعد دوپہر تک فوراً پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں، تب تک خود کو سنبھالو۔"

وہ اور بھی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

❀ ❀ ❀

[illegible]

ہوجائے گی۔

اس کا یوں ری ایکٹ کرنا

اس کی لرزتی آواز' سسکیاں' شدت سے رونا۔

"مصطفی آپ آ جائیں' بس تو میں آپ کو سب بتادوں گی۔" کیسا ٹوٹتا لہجہ تھا۔ یہ سب اس کے اعصاب پر کسی بم کی طرح لگ رہا تھا۔

کالج میں ایسی کیا بات ہوئی ہوگی کہ وہ اس حالت تک جا پہنچی؟ وہ جوں جوں سوچ رہا تھا اس کا فشار خون بڑھتا جا رہا تھا۔

بہت غصے سے اس نے ایک نمبر ڈائل کیا تھا۔

"السلام علیکم سر......!" مینشن آواز میں سلام کیا گیا۔

"وعلیکم السلام!" اس نے برہمی سے جواب دیا۔ دوسری طرف اس کی برہمی پر چند پل کو خاموشی چھا گئی تھی۔

"خیریت سر؟"

"کل آپ کہاں تھیں؟"

"سر کل آپ اسلام آباد روانہ ہوئے تو گھر پر ایک ایمرجنسی ہوگئی تھی۔ میری والدہ باتھ روم میں گر گئی تھیں تو میں امجد خان کو اطلاع دے کر گھر چلی گئی تھی۔" انسپکٹر شہناز اس کی برہمی پر تفصیلی بیان دے رہی تھی۔

"اور آپ نے یہ اطلاع مجھے کیوں نہیں دی؟" اس نے بہت غصے سے پوچھا تو دوسری طرف وہ خاموش رہ گئی تھی۔

"آپ کو پتا ہے آپ کی ذرا سی نااہلی کے سبب مجھے کتنی تکلیف سہنا پڑ رہی ہے۔" اس نے اپنا سارا غصہ اس پر نکالا تھا۔

"سر میں نے کسی خوشی میں کل چھٹی نہیں کی تھی میری بھی مجبوری تھی' اگر کوئی اور والدہ کو دیکھنے والا ہوتا تو میں کیوں گھر آتی۔"

"اوکے اب کیسی طبیعت ہے آپ کی والدہ کی۔ خیریت تو رہی نا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟" انسپکٹر شہناز کے الفاظ پر اسے احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی سخت کہہ گیا ہے۔ فوراً اپنے رویے کی تلافی کرنا چاہی۔

"جی سر خیریت ہی رہی۔ صرف پاؤں میں موچ آئی ہے اب بہتر ہیں۔"

"اوہ" اس کا انداز سنجیدہ ہوگیا۔

"سر میں آج آن ڈیوٹی ہی ہوں۔" انسپکٹر شہناز نے کہا تو وہ بھی اصل موضوع کی طرف آ گیا۔

"کل کیا ہوا آپ سب کچھ ڈیٹیل سے پتا کر کے مجھے آدھ گھنٹے میں انفارم کریں۔"

"لیس سر۔ سر سب خیریت ہے نا اینی پرابلم؟"

"لیس آپ فوراً پتا کریں شہوار آج کالج نہیں گئیں ان کی فرینڈ ہو سکتا ہے آئی ہوں آپ براہ راست یا بالواسطہ جس طرح بھی ممکن ہو اصل صورت حال کا پتا کریں۔"

"جی سر میں پتا کرتی ہوں۔"

"اوکے اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ سر۔" اس نے موبائل آف کرتے ہوٹل کے روم میں ایک حیرانہ نگاہ دوڑائی اس کے اعصاب پر اس تک بھوٹ پھوٹ کر دیتا جیسے عجیب ضرب میں گم رہا تھا۔ اس نے انتہائی غم و غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

❁ ❁ ❁

وہ سو کر اٹھی تو سب ناشتے کی ٹیبل پر تھے۔ وہ فجر کی نماز پڑھ کر سوگئی تھی وہ رات ہی ڈیسائڈ کر کے سوئی تھی کہ جب شہوار جائے گی تو اسی دن وہ بھی کالج جائے گی۔ شہوار کے بغیر اسے کالج جانا اچھا نہ لگا۔ خوامخواہ جا کر بور ہو جاتی۔

منہ ہاتھ دھو کر وہ ناشتے کی ٹیبل پر آ گئی۔ روشی کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر وہ بیٹھی تو نگاہ سیدھی ڈائننگ روم میں داخل ہوتے ولید پر پڑی۔ سادہ بلیک شلوار قمیص میں ملبوس وہ اس کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"تم کالج نہیں گئیں؟" اسے رات والے حلیے میں ہی دیکھ کر وہ چونکا۔

"نہیں آج چھٹی کرنے کا موڈ ہو رہا ہے۔" توس پر جیم لگاتے اس نے کہا۔

"پاکستانی قوم بلا کی سست کاہل اور کام چور ہے۔ شاید اسی لیے ہم ترقی نہیں کر پا رہے۔" اس کی پلیٹ میں رکھا دوسرا سلائس اٹھا کر اس کے سامنے رکھی جیم کی شیشی اس نے اپنی طرف گھسیٹ لی تھی۔ ایک تو ان الفاظ اور دوسرا اس دھاندلی پر اس نے اسے گھورا۔

"یہ خوبیاں آپ میں ہوں گی میں ایسی قطعی نہیں ہوں۔" کھا جانے والا انداز تھا وہ مسکرا کر جیم لگاتا رہا۔

"یہ کون سا انداز ہے انا! بڑا ہے تم سے ایسے منہ پھاڑ کر کہتے ہیں۔" ماما نے فوراً اسے ٹوکا تو اس نے منہ بنا لیا۔

"صاحب جی! آپ کے لیے پراٹھا لے آؤں گرما گرم۔" صغراں نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"لے آؤ بھئی ان سلائس وغیرہ سے بھی کچھ بنتا ہے یہ تو مریل کمزور لوگوں کی خوراک ہے' آج میرا چھٹی کرنے کا ارادہ ہے چلو اسی بہانے پراٹھا کھالیں گے۔" صبح صبح خاصا جتاتا انداز انا نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"کیوں بھئی تم کیوں چھٹی کر رہے ہو۔" احسن نے ناشتے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"ایک ضروری کام تھا۔" انا نے بس اسے دیکھا۔

"ویسے بھی کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ پاکستانی کاہل سست کام چور لوگوں کی قسم کے ساتھ رہ رہے ہیں تو صحبت کا کچھ نہ کچھ تو اثر ہونا ہی ہے نا۔" اب کے پھر اس نے اس پر چوٹ کی تھی۔ اس کی بات پر سب ہنس دیئے تھے۔ ماسوائے انا کے۔

"ولی بیٹا رات تم کب آئے تھے گھر؟" ماما کو اچانک یاد آیا تو پوچھا۔

"رات بارہ بجے تک آ گیا تھا پھوپو۔" اس صاف جھوٹ پر روشی نے حیران ہو کر پہلے انا اور پھر بھائی کی صورت دیکھی۔ ایک بجے تک تو وہ انا کے ساتھ زبردستی باتیں کرنے پر مجبور رہی تھی وہ بھلا کب آیا تھا۔

"ایسا کون سا دوست تھا تمہارا جسے میں نہیں جانتا؟" احسن نے پوچھا۔

"اب آیا نا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" انا کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح ضرور تھی کہ ولید نے اسے گھور کر دیکھا مگر وہ مسکرا کر دودھ کا گلاس لبوں سے لگا گئی۔

"تھا ایک دوست بلکہ ہے ملواؤں گا کسی دن۔" احسن ناشتہ کر چکا تھا بس بیٹھا اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔

"ولید بیٹا صبح واک کرتے مجھے گیراج میں تمہاری گاڑی دکھائی نہیں دی۔" وقار صاحب نے اخبار پڑھتے ایک پل رک کر پوچھا۔

"وہ انکل جی کچھ پرابلم ہوگئی تھی تو صبح صبح میں نے چوکیدار کو کہہ دیا تھا کہ کسی ورکشاپ میں لے جائے تو وہ دے آیا ہوگا۔"

"اچھی بھلی تھی کل تک تو اسے کیا ہوا ہے؟ بالکل نئی گاڑی بھلا کیوں پرابلم ہوگئی۔" ضیاء صاحب بھی متوجہ

ہوئے تھے۔

"ہوسکتا ہے ایکسیڈنٹ ہوگیا ہو گاڑی کا۔" بڑی معصومیت سے انا نے بم پھوڑا۔

ولید ایک دم گھبرایا تھا۔ اس نے بظاہر تو خود کو نارمل ہی رکھا تھا مگر ٹیبل کے نیچے سے اس نے زور سے اپنا پاؤں انا کے نازک سے پاؤں کے اوپر رکھ کر مسلا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ مذاق کررہی ہے یہ۔" اس نے ساتھ ہی اطمینان دلایا۔

"ہائے" وہ اچھلی تھی

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" وہ سب کے دیکھنے پر شرمندہ ہوگئی تھی مگر اس کا پاؤں آزاد نہ ہوا تھا۔

"کچھ نہیں" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ٹانگ پیچھے کرنا چاہی تھی مگر اس نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ ٹیبل کے نیچے اس کا ہاتھ اور پاؤں دونوں ولید کے آہنی شکنجوں میں تھے۔

"صبح صبح بھلا کون سی ورکشاپ کھلی ہوگی۔ دن چڑھے دیتے تم۔" وہ خاموش رہا۔ صغراں اس کے لیے گرما گرم پراٹھا اور آملیٹ لے آئی تھی۔

ولید نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو اس نے جلدی سے کھینچ لیا۔ ہاتھ سخت گرفت سے سرخ ہوچکا تھا۔

وہ اب انڈے پراٹھے کے ساتھ انصاف کررہا تھا۔ انا نے مزید سد کس پلیٹ میں رکھے۔ ٹیبل کے نیچے وہ مسلسل دوسرے پاؤں کی مدد سے اپنا پاؤں آزاد کروانے کی کوشش میں تھی مگر لگتا تھا کہ وہ آج کی تاریخ میں آزاد ہونے والا نہیں تھا۔ درمیانی دو انگلیوں پر ہونے والی جلن بڑھ گئی تھی۔

"تم چھٹی کیوں کررہے ہو ایسا کون سا ضروری کام ہے تمہیں؟" احسن نے پھر پوچھا انا کو بروقت بدلہ چکانے کا گویا موقع ملا تھا۔

"بخار ہوگا محترم کو اور ہوسکتا ہے جس دوست کا رات ذکر کررہے تھے وہ کوئی لڑکی ہو۔"

"تمہیں بڑی انفارمیشن ہے میرے متعلق۔" لقمہ نگلتے اسے گھورا تو اس نے منہ پھیر لیا۔

"ولی کیا واقعی تمہیں بخار ہے۔" ماما کو ایکدم تشویش ہوئی۔

"اوہ نہیں پھوپو یہ یونہی کہہ رہی ہے۔" اس نے انہیں مطمئن کیا۔

"یہ لڑکی کا کیا سلسلہ ہے بھائی؟" روشی نے پوچھا۔

"دماغ خراب ہے اس کا اور کچھ نہیں چھوٹی سی عقل ہے اس کی وہ بھی نامناسب موقعوں پر غلط انداز میں استعمال کرتی ہے۔" دودھ پینے کے بعد نیپکن سے منہ صاف کرتے اس نے پھر انا کو سلگایا۔

"ہاں ایویں خود تو جیسے بڑے عقل کل ہیں نا۔" وہ سنگی پاؤں میں بری طرح درد ہو رہا تھا مگر وہ بھی آزاد کرنے کو تیار نہ تھا۔

"کچھ جلنے کی بو آرہی ہے احسن۔" اسے اس نے مزید سلگایا تھا۔

"دیکھ لیجیے گا میں بھی آپ کو بعد میں کیسے پوچھوں گی۔" وہ فوراً برا مان گئی تھی۔ ولید مسکرا کر اٹھ گیا ... انا

"انا آج اگر آف کیا ہے تو روشی کے ساتھ بازار کا ہی چکر لگا لینا۔ شادی کی کئی چیزیں ہیں جو بھی خریدنے ہیں گی ہیں۔" ماما نے اس کی توجہ اپنی طرف کرلی تھی۔

"مگر ماما شادی کی ڈیٹ کا بھی تو پتا چلے نا تاکہ اس کا اندازہ لگاتے تیاری فائنل کریں آج تو ... بھی فریدے نے ماریٹ بھلا کب کھلی ہوں گی؟" احسن نے بڑی مسکراتی نگاہ روشی کی طرف ڈالی وہ

جھینپ کر فوراً سر جھکا گئی۔

"ڈیٹ کا کیا ہے اگلے ماہ کا کوئی بھی دن طے کرنا ہے۔ اپنے گھر کی بات ہے۔ ہم کون سا باہر سے لارہے ہیں۔ بھی بیٹھے ہیں ابھی فائنل کرلیتے ہیں۔ کیوں ضیاء بھائی کون سی ڈیٹ فائنل کریں۔" روشی اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی تھی۔ انا ہنس دی۔

"بچوں سے پوچھ لو کام والے لوگ ہیں سب جن دنوں انہیں فراغت ملتی ہے وہی دن رکھ لیتے ہیں۔" ضیاء ماموں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اگلے ماہ کی پچیس تاریخ ٹھیک رہے گی۔" ولید نے کہا تو سب نے تائید کی۔

احسن اٹھا تو ولید بھی اٹھ گیا...... انا نے جاتے ہوئے ولید کی پشت کو گھورتے اپنا پاؤں کرسی پر رکھ کر دیکھا۔ پاؤں کا اگلا حصہ بری طرح سرخ ہوچکا تھا۔ درمیان والی دو انگلیاں چھل گئی تھیں۔

"ظالم" پاؤں پر نرمی سے انگلی پھیرتے وہ بڑبڑائی تھی۔

وہ اٹھ کر لاؤنج میں آبیٹھی بائیں ہاتھ سے دایاں بازو بڑی نرمی و محبت سے تھام لیا۔

اس کی آنکھوں میں کئی روز پہلے کے خوابوں کا عکس اتر آیا اور وہ اسی عالم میں کتنی دیر تک بیٹھی رہی۔

❀......❀......❀

وہ کمرے سے باہر آیا تو صغراں شڑاپ شڑاپ پانی بہاتے کوریڈور دھو رہی تھی۔

"سب گھر والے کہاں ہیں۔" ولید کی آواز پر وہ اچھلی تھی۔

"بڑے دونوں صاحب تو احسن بھائی کے ساتھ ہی آفس چلے گئے تھے۔ بی بی جی اپنے بوتیک، چھوٹی دونوں بیبیاں اندر ہیں۔" وہ اندر آیا تو انا اسے لاؤنج کے صوفے پر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی دکھائی دی۔ آنکھوں میں بڑا خوشنما تاثر تھا۔ ٹی وی چل رہا تھا مگر اس کی توجہ ٹیبل پر پڑے گلدان کی طرف تھی۔ روشی کہیں نہیں تھی۔

وہ بڑے ڈھیلے ڈھالے انداز میں، یوں لگ رہی تھی کہ جیسے وہ یہاں بڑی فرصت سے کافی دیر سے بیٹھی ہوئی ہے۔

ولید نے انگلی کی مدد سے دروازہ ناک کیا اور پھر اندر چلا آیا۔ وہ ناک کی آواز پر ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی، خوب صورت خواب کا عکس ٹوٹا تھا۔ وہ ولید کو آتے دیکھ کر سیدھی ہوگئی تھی۔

ولید کی آمد پر چہرے کے رنگوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔

"کیا بات ہے بڑی گہری سوچوں میں گم تھیں۔ خیریت تو ہے ناں" وہ سامنے صوفے پر آبیٹھا تھا۔

"روشی اسے کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہی؟" ادھر ادھر دیکھتے اس نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی یوں جیسے اپنی خوشنما آنکھوں کے خوب صورت تاثر کو اس سے چھپانا چاہتی ہو۔

"پتا نہیں ... ادھر ہی کہیں ہوگی؟" اپنے پاؤں پر انگلی پھیرتے اس کی پوری توجہ اپنے پاؤں کی ہی طرف تھی۔ ولید نے ... توجہ کے مرکز کی طرف دیکھا اور پھر ... سے پاؤں کا جائزہ لیتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سمٹ آئی تھی۔

"یہ ہوا ہے پاؤں میں؟" اس نے صرف ایک پل کو ... دیکھا ... کیسا تاثر تھا ... ایک پل کو خود بھی شپٹا گیا تھا۔

"میں نے تو آرام سے ہی پاؤں رکھا تھا، کیا زیادہ ہی دباؤ پڑ گیا؟" اس کے معصوم بننے پر انا نے نظروں سے اٹھتے

درد کو محسوس کرتے پاؤں ٹیبل پر رکھا۔
"تو اور کیا یہ دیکھیں یہ دونوں انگلیاں کیسی چھل گئی ہیں۔ پاؤں ہے کہ ہتھوڑا یوں کھینچ کر مارا تھا۔ ہر ایک کو اپنے جیسا باڈی بلڈر سمجھ رکھا ہے میرا نازک سا پاؤں مسل کر رکھ دیا۔ من سے بھی زیادہ وزن ہے آپ کے پاؤں کا۔"
ولید نے تاسف سے اس کی سرخ چھلی انگلیوں کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

شعر انا کے سر سے گزر گیا تھا سر اٹھا کر تعجب سے اس کے مسکراتے لبوں کو دیکھا اور پھر فوراً برا مان گئی۔
"کتنے افسوس کی بات ہے لے کر میرا نازک پاؤں کا ستیاناس مار دیا ہے اور ذرا بھی اپنے رویے پر تاسف نہیں۔"
"تمہارا کیا خیال ہے، اپنی گود میں رکھ کر تمہارے اس نازک سے پاؤں کی مرہم پٹی کروں اب۔" اس نے مسکرا کر گھورا۔
"خیر اب ایسی بھی احمق نہیں کہ آپ سے کسی انسانیت کی توقع کروں۔ یہ تو دل سے محسوس کرنے والے لوگوں کا کام ہے۔ جنہیں اپنی غلطی کا احساس ہو۔" اس نے گہری چوٹ کی۔
"مرہم لگا لو...... اب ایسی بھی کوئی قیامت نہیں آ گئی۔ ذرا سا چھل گیا ہے۔" اس کے مشورے پر وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔
ولید نے ٹیبل پر پڑا میگزین اٹھایا تو وہ چونکی۔
"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" اس نے میگزین سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
"کیوں مجھے کیا ہوا ہے؟" وہ بن رہا تھا وہ کلسی۔
"میرا خیال ہے کہ اگر میری یادداشت کمزور نہیں تو رات جناب کوئی ایکسیڈنٹ کروا کر آئے تھے۔"
"اوہ وہ معمولی سی خراشیں تھیں۔ ایسی معمولی خراشوں کی کیا پروا؟" اس نے بے پروائی سے کہا۔
"ہاں دیکھ چکی ہوں آپ کی ہمت تو پھر آفس سے چھٹی کیوں کی ہے؟" وہ جرح پر اتر آئی۔
"بس دل کر رہا تھا۔" اور پھر کوئی خیال آتے ہی وہ چونک کر سیدھا ہوا۔
"مائی گڈنیس۔"
"میرا خیال ہے کہ مجھے ہاسپٹل کا ایک چکر لگا لینا چاہیے پتا کرنا چاہیے کہ وہ مریضہ اب کیسی ہے؟"
"کیا مطلب رات جس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہ کوئی عورت تھی" انا تو حقیقتاً چونکی تھی۔
"عورت نہیں لڑکی تھی۔" اس نے تصحیح کی اور انا منہ پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔
خون سے رنگین سفید شرٹ اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی تو اس کے اوسان خطا ہونے لگے۔
"ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟"
"پتا نہیں...... ویسے میرا اندازہ ہے کہ لڑکی کی کار کی بریک فیل ہو گئی تھیں اور اس کو گاڑی پر کنٹرول نہیں رہا تھا۔ گاڑی ون وے روڈ ہونے کی وجہ سے میری گاڑی کے دائیں بمپر اور سائیڈ سے ٹکرا کر فٹ پاتھ سے نیچے [illegible] طرف لڑھک گئی تھی۔"
"مائی گاڈ وہ لڑکی کیسے بچ گئی اور اتنی رات کے وقت وہ تنہا کیا کر رہی تھی؟" سوال کے ساتھ ساتھ اس نے اعتراض بھی کیا تھا۔
"ڈاکٹرز کی محنت اور اللہ کی منت ہے کہ وہ بچ گئی۔ مگر جس حالت میں اسے ہاسپٹل لے کر گیا تھا مجھے خود بھی ڈاؤٹ تھا

کہ یہ شاید ہی بچ پائے۔"
"وہ" پھر پر سوچ انداز میں اسے دیکھا۔
"آپ اکیلے تھے کہ اور بھی لوگ تھے آپ کے ساتھ؟" وہ نجانے کیا جاننا چاہتی تھی ولید چونکا۔ پھر نفی میں سر ہلا دیا۔
"رات کے اس پہر اکا دکا گاڑی ہی گزر رہی تھی۔ باقی سواری کوئی بھی نہ تھی۔ ظاہر ہے میں اکیلا ہی تھا مجھے خود ہی گاڑی سے اسے نکال کر ہاسپٹل پہنچانا پڑا تھا۔"
انا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر مزید کچھ کہے بغیر اٹھ کھڑی ہوئی۔
ولید بھی کھڑا ہو گیا وہ شاید ہاسپٹل چکر لگانے کے لیے سوچ رہا تھا۔
[illegible] کے اندر سرد مہری اتر آئی۔
"آپ نے اس لڑکی کو ہاسپٹل پہنچا دیا اس کی زندگی کی تگ و دو کے لیے اتنی کوشش کی وہ زندہ بچ گئی...... اب وہ ہاسپٹل جانے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔" وہ انجانے سے احساس سے سلگتی گویا ہوئی تو ولید نے حیرت سے اس کے لب و لہجے کو دیکھا۔ اسے کچھ تلخی سی محسوس ہوئی آنکھوں کا خوشنما تاثر اب غائب تھا بلکہ سلگتا سا احساس تھا۔
"بھئی مریض کی عیادت ہمارا فرض ہے۔ بے شک اس کے ورثاء کچھ دیر بعد پہنچ گئے تھے چونکہ حادثہ میری ہی گاڑی سے ٹکرانے سے پیش آیا ہے تو اخلاقی تقاضا یہی ہے کہ جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی میں ہاسپٹل کا چکر لگاتا رہوں۔"
"اوف یہ اخلاقی تقاضے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔
"آپ نے دیکھا وہ کیسی تھی؟"
"ہائے مجھے بھلا کیا ضرورت ہے اسے دیکھنے کی۔ اس وقت چوئیشن ایسی تھی کہ خون سے لت پت وجود کو صرف ہاسپٹل پہنچانے کی جلدی تھی وہ جیسی بھی ہو اس سے کیا؟ میں نے تو صرف اپنا فرض ادا کیا تھا۔"
"ہنہ بن تو ایسے رہے ہیں کہ جیسے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہوگی۔" انا کے اندر آگ سی جل اٹھی۔
ساری شرٹ ایویں ہی رنگین ہو گئی تھی۔ وہ کس قدر قریب رہی ہوگی۔" اس تصور سے ہی اس کو اپنی سانسیں جلتی محسوس ہوئیں وہ سر جھٹک کر اپنے ہی خیال سے گھبرا کر باہر کی طرف بڑھی۔
"میں ہاسپٹل جانے لگا ہوں چلو گی میرے ساتھ؟" وہ پوچھ رہا تھا اس نے پلٹ کر تعجب سے اسے دیکھا۔ پھر کسی خیال سے اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔
"اوکے۔"
"ٹھیک ہے میں چینج کر لوں پھر" وہ گردن ہلاتے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

عائشہ نور محمد

دل میں شکایتیں نہیں، لب پہ فغاں نہیں
جیسے اب اہلِ دل کا کوئی راز داں نہیں
بے اعتنائی سے مجھے صرفِ نظر نہ کر
منزل نما ہوں، گردِ رہِ کارواں نہیں

"میں اکثر اس بات پر حیران ہوتی ہوں کہ میں ہر کام اتنا پرفیکٹ کیسے کر لیتی ہوں؟" اپنے بالوں کو دیکھتی ملیحہ غصے سے ہیئر برش لیے پلٹی وہ جو اپنی کارکردگی پر حیران سی اسے دیکھ رہی تھی ملیحہ کو غصے میں دیکھ کر ہنسی۔

"اگر تم میری ماں کی بھانجی اور باپ کی بھتیجی نہ ہوتیں تو ایسی کند ذہنیت پر میں تمہارے سر پر یہ برش دے مارتی۔"

"بس اللہ کی عنایت ہے میں نے غرور کبھی نہیں کیا۔" بے نیازی سے کہتے اس نے سائیڈ پر رکھا اپنا دوپٹہ اٹھایا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس کی برداشت ختم ہو گئی۔

"میں پہلے ہی جا رہی ہوں کیونکہ مجھے پتا تھا تمہارا کام نکل گیا ہے اب تم نے یہی کہنا ہے۔" اس نے ملیحہ کے اندر لگی آگ پر تیل ڈالا اور باہر نکل گئی۔

"ایڈیٹ۔" وہ بھی بڑبڑائی تھی۔

"ہنی میں نے تم سے دو گھنٹے پہلے کچھ کہا تھا۔" بڑی تائی [illegible] اسے دیکھتے ہی بولیں۔

"مجھے پتا ہے بڑی تائی آپ جانتی ہیں میں کچھ بھی [illegible] نہیں کرتی۔" ان سے کہتی ہوئی وہ کچن میں داخل ہوئی [illegible] اس کا حلق اندر تک [illegible] ہو گیا وہ آگے بڑھی اور کام میں مصروف ہو گئی۔

[illegible] چچی اندر داخل ہوئیں اور انہوں نے آگے بڑھ کر کافی کا ڈبہ انہیں دیا۔ اور لب بھینچے اسے دیکھا جو سارے مصالحے ڈبوں میں منتقل کر رہی تھی۔

"سوری آپ کو تکلیف دی اصل میں ہمارے کچن کی صفائی ہو رہی ہے اور کمال نے یکدم کافی کی فرمائش کر دی۔" انہوں نے ایک زہرخند نظر اس پر ڈالتے ہوئے دلچسپی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں رخسانہ۔" چچی نے کہا اور ان دونوں کے درمیان کھڑی ہو گئیں۔ رخسانہ نے جاتے جاتے پلٹ کر اسے دیکھا جو اس طرح مصروف تھی جیسے وہاں اکیلی ہو۔

"یہ ہنی تمہارے لیے، تائی کی طرف سے آیا ہے۔" [illegible] نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ چاروں چونک اٹھیں۔

[illegible] سے پہلے روزے پر ہی اس کی عیدی آ گئی۔ [illegible] بہت خوش ہوئی۔

"شاید نہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ [illegible] بات ہوئی ہے۔" کہتے ہوئے اس نے [illegible] رکھا اور کچن سے نکل گئی [illegible] اپنے کمرے [illegible] شوق نہیں تھا [illegible]

[illegible]

الدین نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ چاروں جو اس کی بات پر افسردہ ہوئے تھے اس کی آواز پر سمجھ گئے کہ کمال صاحب سے اس کا سامنا ہو گیا ہے۔

"لاؤنج میں ہے۔" شارم نے کہا۔

"دیکھنا ملیحہ ماما نے اب کے بھی ایک سے بڑھ کر ایک چیز بھیجی ہوگی ان کی پسند ایک دم پرفیکٹ ہے ہر معاملے میں۔" وہ بلند آواز میں کمال الدین کو سناتی ہوئی شارم کے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوگئی۔ وہ لب بھینچے باہر نکل گئے تو وہ وہیں سے پلٹ کر اپنے کمرے میں آگئی وہ جانتی تھی کہ شام تک اسے اس سے بھی زیادہ پرفیکٹ عیدی ملے گی جو اس کے باپ کی طرف سے اس کے لیے گفٹ ہوگی لیکن وہ دونوں نہیں سمجھتے تھے اسے ان کے تحائف کی نہیں بلکہ ان کی ضرورت تھی۔

یہ اس لڑکی کی کہانی ہے جس کے ماں باپ دونوں الگ الگ راہوں کے مسافر ہیں اس کی ماں اپنے گھر شوہر اور بچوں میں مگن تو باپ اپنے گھر بیوی اور بچوں میں مگن۔ اس کی کوئی پروا نہیں تھی اور اس کی پروا تو کبھی تھی ہی نہیں اگر ہوتی تو وہ کبھی الگ نہ ہوتے۔ وہ پانچ سال کی تھی جب اس کے ماں باپ الگ ہوئے جس میں زیادہ قصور اس کے پاپا کا تھا۔ اس کی چچی جو اس کی خالہ بھی تھیں اس سے اپنی بیٹیوں کی طرح ہی پیار کرتی تھیں اور اکثر اس کی سوتیلی ماں کے اور اس کے بیچ آکھڑی ہوتیں۔ اس کے ددھیال اور ننھیال میں اس سے بڑی محبت کی جاتی تھی۔ صبیحہ آپی کی شادی ہو چکی تھی اور ملیحہ اس کی بیسٹ فرینڈ تھی۔ اس کی ماں ایبروڈ میں تھی۔ مہینے دو مہینے بعد اسے فون کر لیتی تھی لیکن اس کا باپ سامنے ہو کر بھی اس سے بات تک کرنے کا روادار نہ تھا۔ اس کا باپ کوئی سخت قسم کا بے پروا انسان نہ تھا بس اس سے ہی کوئی دشمنی تھی ورنہ اپنی دوسری اولاد تو اس کے سر آنکھوں پر تھی۔ اس کی سوتیلی ماں اور بہن روایتی سوتیلی تھیں کوئی موقع جانے نہیں دیتی تھیں اسے تڑپانے کا۔ بقول شارم ... کوئی ... پرفیکٹ نہیں ہوتا سوائے نظر انداز کرنے کے۔

"ہنی اپنی ماں سے اتنی بدگمان مت ہو بیٹا۔" رات اسے دودھ دینے آئی چچی افسردگی سے بولی تھیں اس کی ماں کا فون آیا تھا وہ پوچھ رہی تھیں کہ ہنی کو سب کچھ پسند تو آیا ناں۔ اور ملیحہ کی باتیں بھی اس کی ماں کو مطمئن نہ کر سکیں۔

❁......O......❁
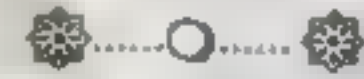
"کیا سوچ رہی ہو رائمہ۔" فیضان آفریدی نے پیچھے سے آکر گم صم بیٹھی رائمہ آفریدی کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

"سوچ رہی ہوں فیضان کہ آپ نے مجھے کیا کچھ نہیں دیا اور جواباً میں آپ اولاد کی خوشی تک نہیں دے پائی۔"

"رائمہ تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ اولاد اللہ کے فضل سے ہے وہ دے یا نہ دے۔"

"فیضان اگر آپ دوسری شادی کر لیں تو۔" رائمہ نے جھجکتے ہوئے یاسیت سے کہا۔

"رائمہ اگر اولاد میرے نصیب میں نہیں ہے تو کچھ بھی کر لوں مگر اولاد نہیں ملے گی۔"

"آپ اپنے پاس سے فرض کر کے بیٹھ گئے ہیں ایک بار......" رائمہ نے احتجاج کیا۔

"میں اسی لیے پاکستان آنے کے خلاف ہوں لوگوں کی باتیں سن کر آپ کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ ہم صبح ہی لندن جا رہے ہیں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر قطعیت سے بولے تھے۔

"یہاں کے لوگ یہ باتیں نہیں کرتے فیضان میرا بھی دل چاہتا ہے خود کو ماں کہلوانے کا۔" ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ فیضان نے یاسیت سے انہیں دیکھا۔ اللہ کے فضل سے ان کے پاس سب کچھ تھا۔ کئی ممالک میں ان کا بزنس پھیلا ہوا تھا مگر وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ پانچ سال ہو چکے تھے ان کی شادی کو۔ انہیں تو اتنی نہیں لیکن رائمہ آفریدی کو از حد اولاد کی چاہت تھی۔

"آپ کیوں نہیں سمجھتے ہیں فیضان کسی بھی ملک میں جانے سے میری اولاد کی چاہت کم نہیں ہوگی۔" وہ لندن آچکے تھے۔ وہاں ان کی اچھی بزنس پارٹنر تھیں وہ انہیں ہر پل مصروف رکھتے تھے۔

"ادریس کیا ہوا؟" وہ دونوں نکل ہی رہے تھے کہ منیجر کو پریشان حالت میں اپنی گاڑی کے قریب دیکھ کر رک گئے۔

"سر میری وائف کا فون تھا اس کی طبیعت خراب ہے اور گاڑی اچانک یہاں خراب ہوگئی۔"

"اوہ آؤ میں ہم ڈراپ کر دیں۔" رائمہ آفریدی نے کہا کوئی اور وقت ہوتا تو وہ پس و پیش سے کام لیتا مگر اس وقت پہنچ کر گھر پہنچے تو برابر سے پتا چلا کہ اس کی وائف سلپ ہو کر گری تھی اور برابر والی خاتون اسے اسپتال لے گئیں وہ تینوں پریشان حال ہوتے اسپتال پہنچے۔ اس کی بیوی کی حالت نازک تھی۔

"ادریس آپ کے ماں باپ"

"ہم دونوں آپس میں کزن ہیں اور اکلوتے بھی ہیں اور والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔"

فیضان بہت تھکے ہوئے تھے لیکن ادریس کو پریشانی کے عالم میں چھوڑ کے جانے کا دل بھی نہیں کر رہا تھا۔

"فیضان ادریس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی ہے۔" رائمہ نے افسوس سے کہا۔ فیضان نے بھی لب بھینچ لیے ادریس پلٹ کر تیزی سے سیڑھیوں کی طرف گیا اور بوکھلاہٹ میں سیڑھیوں سے گر پڑا تھا۔ اسے ٹریٹمنٹ کے لیے لے جایا گیا۔

"سر میری وائف۔" اسے دو گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔ فیضان نے نظریں چرا لیں وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے فیضان کو دیکھنے لگا۔

"ادریس سنبھالو خود کو۔ تمہارا بیٹا ہوا ہے اب تمہیں ہی اسے پالنا ہے۔"

"میرا بیٹا ... میرا انس ..." اس کی حالت بگڑنے لگی تھی فیضان نے ڈاکٹرز کو بلایا۔ اس کی حالت تشویشناک تھی۔ دو دن بعد وہ اپنے بیٹے کو چھوڑ کر چلا گیا۔

"فیضان ادریس کا انس کتنا بدقسمت ہے۔" رائمہ نے ... سے کہا۔

"نہیں رائمہ ہمارا انس آفریدی بہت خوش قسمت ہے۔" فیضان کی بات پر وہ چونک گئی اور یوں یہ راز ہمیشہ کے لیے ان کے سینے میں دفن ہو گیا اور انس آفریدی نے ماں باپ کے مر جانے کے باوجود ماں باپ کو پالیا تھا۔ اس کی ہر خواہش لبوں سے نکلتے ہی پوری کرنا رائمہ فیضان آفریدی پر فرض تھا۔ انس آفریدی کی خوب صورتی بے مثال تھی۔ رائمہ آفریدی نے بے تحاشہ پیار کے باوجود اس کی بہترین پرورش کی تھی۔ اس میں غرور نام کو بھی نہیں تھا لیکن فخر سے اس کی گردن اس وقت تن جاتی جب لوگ اسے دیکھتے اور دیکھتے ہی رہ جاتے۔ وہ اپنی دولت پر نہیں لیکن اپنے حسن پر اکثر مغرور ہو جاتا تھا۔ کوئی ایک نظر اس پر ڈالے اور مرعوب نہ ہو ایسا ممکن ہی نہیں تھا بعض اوقات تو لوگ اتنے مرعوب ہو جاتے کہ وہ اکتا جاتا۔

"پاپا فرانس چلیں۔" کبھی اس ملک کبھی اس ملک گھومتے گھومتے وہ بڑا ہو گیا وہ ہر شے سے بہت جلد اکتا جاتا تھا گھر تبدیل ہوتے شہر تبدیل ہوتے اور ملک تبدیل ہو جاتے رائمہ آفریدی کو انس آفریدی کی یہ عادت کبھی کبھی بہت پریشان کر دیتی تھی۔

"ٹھیک ہو جائے گا اور یہی عمر تو ہے گھومنے پھرنے کی۔ جب بزنس کی طرف آئے گا تو کام کام اور کام۔" فیضان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

"فیضان مجھے بھی پتا ہے یہ اس کے گھومنے پھرنے کی عمر ہے لیکن وہ جلد اکتا کیوں جاتا ہے۔ لوگوں سے چیزوں سے؟" رائمہ ماں تھیں اور ان کی فکر اپنی جگہ تھی۔

"پاپا پاکستان چلیں۔" انہیں چھ ماہ سوئٹزرلینڈ میں ہو چکے تھے۔ فوری امکان تھا کہ اب جلد ہی وہ کسی دوسرے ملک جانے کا تقاضا کرنے والا ہے لیکن اس کے منہ سے پاکستان کا سن کر وہ دونوں حیران ہوئے۔

"اوکے۔" اس کی کسی بات پر "نہیں" کہنا تو فیضان آفریدی نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

پاکستان میں بھی لوگ اس کی خوب صورتی و شخصیت کے گرویدہ ہو گئے تھے لیکن اب اسے اس بات کی عادت ہو چکی تھی۔ اس کے لیے کچھ بھی نیا نہیں تھا خاندان میں اس کے بہت سے دوست بن گئے تھے جن میں ... تابی

بیٹی دعا آفریدی سرفہرست تھی۔ چند ہی دنوں میں دعا کو اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ بہت جلد چیزوں سے اکتا جاتا ہے۔

❁ ○ ❁

"ہائے کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" پاکستان آ کر اس نے ایم بی اے فائنل ایئر میں مائیگریٹ کروایا تھا اور اس کا آج پہلا دن تھا۔ وہ فرسٹ رو میں بیٹھے ایک لڑکے کے پاس آ کر اس کا وہ لڑکا مرعوب ہوا تھا تو ساتھ بیٹھی لڑکی بت بنی اسے دیکھے جارہی تھی۔

"اوہ یس کیوں نہیں۔" لڑکا قدرے بوکھلا گیا تھا۔

"تھینکس میرا نام انس آفریدی ہے۔" اس نے بیٹھتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"میرا نام شارم جمال ہے۔" لڑکا مسکرایا اور پھر چونکا۔

"یہ ایم بی اے کی فائنل کلاسز ہیں آپ یہاں کیسے؟" اس نے حیرت سے استفسار کیا۔

"میں سوئزرلینڈ سے آیا ہوں۔ یہاں مائیگریٹ کروایا ہے میں نے۔" اس نے وضاحت دی۔

"وہاں سے ڈگری نہیں لائے۔" شارم جمال نے حیرت سے پوچھا۔

"وہاں سے سارا حسن جو سمیٹ لائے ہیں۔" ساتھ بیٹھی لڑکی نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا تو دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہائے میرا نام روحینہ کمال ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

چند منٹ میں وہ دونوں اس کے اچھے دوست بن گئے تھے۔

"مے آئی کم ان۔" اس پل کوئی دروازے پر ٹھہرا اجازت طلب کررہا تھا۔

"اپنی کلاس کے علاوہ ہر جگہ پائی جاتی ہیں آپ وقت پر۔" سر نے طنز کیا۔

"سوری سر۔" اس نے شرمندگی سے کہہ کر وضاحت [illegible]

"اصل میں سر [illegible] ڈیپارٹمنٹ کے [illegible]"

"اوکے فائن۔ مجھے آپ کی ہمدردیوں کے بارے میں پتا ہے اب آجائیں کلاس میں۔" سر نے اس کی بات کاٹ کے اندر آنے کی اجازت دی۔

"تھینک یو۔" فرسٹ رو پہلے ہی فل تھی اسے مجبور سیکنڈ رو میں آنا پڑا اور روحینہ کمال نے اسے اپنے پیچھے بیٹھتے دیکھ کر خوشی محسوس کی تھی۔ کلاس ختم ہونے کے بعد سارے کلاس فیلوز انس آفریدی کو گھیرے میں لے چکے تھے۔ پچھلی رو میں بیٹھی لڑکی نے اپنی کتابیں سمیٹیں وہ اپنے کلاس فیلوز کے پاگل پن پر ایک نظر ڈالتی باہر نکل گئی۔ وہ روحینہ کمال کے سائے سے بھی دور رہتی تھی کیونکہ وہ جی جان کر جینا نہیں چاہتی تھی۔

"پاکستان آ کر کیسا لگ رہا ہے انس؟" روحینہ نے کلاس ختم ہونے کے بعد اس سے پوچھا۔

"ابھی تو انجوائے کررہا ہوں۔" وہ مسکرایا اور روحینہ کمال اس سے اس کی فیملی کے متعلق سوالات کرنے لگی۔ وہ مسکرا کر اسے جواب دیتا رہا۔ کافی دیر گزر چکی تھی۔ تبھی شارم اس لڑکی کے ساتھ آتا نظر آیا۔

"ہنی یہ ہمارے نئے کلاس فیلو ہیں انس آفریدی۔" اس نے نظریں اٹھائیں انس آفریدی سے زیادہ اس کی نگاہیں روحینہ کمال پر فوکس تھیں جو بڑی کوفت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"اور انس یہ میری کیوٹ سی کزن ہے میزاب کمال۔" انس آفریدی نے اسے بغور دیکھا جو نگاہوں میں بنا کوئی ستائش لیے اسے دیکھ رہی تھی وہ اسے دیکھ بھی رہی تھی یا نہیں انس آفریدی کو اس بات پر شبہ ہوا تھا شاید وہ دیکھ نہیں سکتی تھی ورنہ کوئی انس آفریدی کو مرعوب ہوئے بنا دیکھے ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ اس نے شارم جمال سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور پیچھے جا کر بیٹھ گئی جب دوسری سب روحینہ کمال کے ساتھ [illegible] میں ختم ہوئیں۔ اس دن [illegible] آفریدی کے لیے سب کچھ اچھا تھا سوائے میزاب کمال کے۔ یونیورسٹی سے باہر نکلتے ہوئے شارم جمال کی [illegible] پیچھے بیٹھی میزاب کمال سی لڑکی کو مسکرا کر ہاتھ ملانے [illegible] نہیں تھی جو کلاس میں بڑی بیزاری سے شارم جمال سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر پیچھے جا بیٹھی تھی۔

❁ ○ ❁
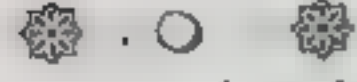
"ماما آج میری ایک لڑکے سے دوستی ہوئی میں آپ کو ملواؤں گا تو آپ حیران رہ جائیں گی حسن میں تو لڑکیوں کو بھی مات دے دی ہے۔" شارم پانچ بجے سو کر اٹھا تو کھانا کھاتے ہوئے یہ داستان لے بیٹھا ملیحہ نے چونک کر میزاب کمال کی طرف دیکھا کیونکہ اس نے کوئی ذکر تک نہ کیا تھا۔

"اتنی تعریفیں وہ بھی پہلی ملاقات میں۔" بڑی تائی اپنے بیٹے سے واقف تھیں جلد ہی وہ ہر کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا۔

"سچ ماما وہ ہے ہی قابل تعریف ہے ناں ہنی؟" آخر میں اس سے تائید مانگی لیکن وہ چپ چاپ چائے کے گھونٹ حلق سے اتارتی رہی۔

"کیا روحینہ سے بھی اس کی دوستی ہوگئی ہے؟" ملیحہ کے ذہن میں اس کی خاموشی کی وجہ آئی۔ اس نے نظر اٹھا کر ملیحہ کو دیکھا وہ سچ مچ اس کی بہترین دوست تھی جو جانتی تھی کہ روحینہ کمال اور اس سے جڑی ہر چیز سے وہ فاصلے رکھتی ہے۔ "وہ ہے ہی اتنا بااخلاق کہ سب کا دوست بن گیا ہے ہماری کلاس میں بہترین اضافہ ثابت ہوگا انس آفریدی۔" ملیحہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر نہ تو بیزاری تھی نہ ہی ناگواری اور نہ ہی دلچسپی تھی۔ پتا تھا کہ وہ ایسی ہی تھی اس نے سوچا۔

❁ ○ ❁

"کیسا گزرا میرے بیٹے کا پہلا دن۔" ماما کچن میں تھیں جب وہ لوٹا تو سیدھا ان کے پاس چلا آیا۔ انہوں نے [illegible] میں لے کر اس کی پیشانی [illegible]

"ہمیشہ کی طرح [illegible] زبردست۔"

[illegible] کھانا لگائیں میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ انہوں [illegible] تو وہ اپنے کمرے کی طرف آیا آئینے کے سامنے [illegible] ہو کر بالوں میں برش کرتے ہوئے وہ یکدم چونکا۔

"میزاب کمال۔" وہ یکدم پلٹا لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔

"ارے یہ کیا؟" وہ حیران کھڑا رہ گیا۔ باہر سے آتی رائمہ آفریدی کی آواز پر وہ اپنے خیالات کی دنیا سے باہر نکلا تھا۔

"مما آج مجھے کوئی ایسا شخص ملا جس کے لفظوں اور نظروں میں میرے لیے کوئی ستائش نہیں تھی۔" وہ بہت دیر تک میزاب کمال کو اپنے اندر رکھ نہ سکا یوں بھی اس نے آج تک اپنی ماں سے کچھ نہ چھپایا تھا۔

"کیا [illegible]" رائمہ آفریدی کو حیرت بھرا جھٹکا لگا۔ "کیا وہ خود بہت خوب صورت ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے تصور میں میزاب کمال کے سراپا پر غور کیا۔

"میں نہیں مانتی کہ ایسا ہوسکتا ہے۔"

"ویسے ہے کون وہ؟" اب کے انہوں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کلاس فیلو ہے میری میزاب کمال نام ہے۔" وہ تفصیل سے ایک ایک بات بتاتا گیا۔

"جو لوگ تمہیں پسند کرتے ہیں تمہاری تعریف کرتے ہیں وہ لوگ تمہارے ذہن پر اتنے سوار نہیں ہوتے ہیں اور وہ لڑکی تمہارے دماغ پر حاوی ہے جس نے تمہیں نظر بھر کر دیکھا تک نہیں۔"

"کیونکہ میری زندگی میں شاید ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے۔" اس نے قدرے منہ بناتے ہوئے کہا تو رائمہ آفریدی ہنس پڑیں۔

❁ ○ ❁
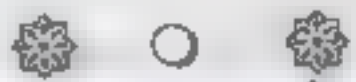
ایک ماہ ہوگیا تھا انس آفریدی کو ان کے ساتھ۔ شارم مسکرا کر انس کی طرف بڑھا تھا جبکہ وہ پیچھے جا بیٹھی۔ وہ چونکہ روحینہ کمال کی سائیڈ پر بیٹھتی تھی اسی وجہ سے روحینہ کمال کو دیکھنے سے وہ بھی واضح نظر آتی تھی انس آفریدی سیدھا ہو بیٹھا تو اس کی مسکراہٹ بھی گم ہوئی تھی پہلے دن سے لے کر وہ اب تک اس لڑکی کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھتی تک نہیں تھی لیکن وہ خود کو بندھا ہوا محسوس کرتا تھا۔ وہ دوستی کم تھی لیکن جب بولتی تھی تو کلاس میں کوئی اس کے خلاف کھڑا نہیں ہوتا تھا انس آفریدی جاننے کیوں

چاہنے لگا تھا کہ اس کے خدف بولے مگر اس کے خلاف وہی بول سکتا تھا جس کا نظریہ زندگی غلط ہو یہی وجہ تھی کہ میزاب کمال کی بھرپور تائید ہوتی تھی وہ بولتی ہی اس لہجے میں تھی کہ جو وہ کہہ رہی ہے وہی ٹھیک ہے باقی سب غلط۔ جانے کیوں انس آفریدی کو اس کے اس لہجے سے چڑ ہو چلی تھی۔ اس نے پہلے دن کی طرح پھر کبھی میزاب کمال کو ماما سے ڈسکس نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اسے میزاب کا نام لینا بھی اپنی توہین لگتا تھا مگر وہ اسے اتنا سوچتا کیوں تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

❁ ○ ❁
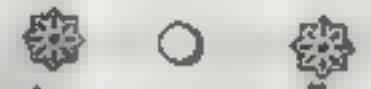
"ہنی تمہاری ماں تمہیں بلا رہی ہیں فون آیا تھا آج چھٹیاں ہوں تو چلی جانا۔" دوپہر کو کھانا کھا کے وہ اپنے کمرے میں آئی تو چچی بھی اس کے کمرے میں چلی آئیں تھیں انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پلیز چچی۔" وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اپنی بدنصیب ماں کا دل مزید مت دکھاؤ وہ تمہارے لیے سچ مچ پریشان رہتی ہے ایک بار اس سے مل آؤ۔" اس نے لپٹ کر تکیہ میں اپنا منہ چھپا لیا۔

"وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے تمہارے باپ کی طرح تم سے بے پروا ہرگز نہیں ہے۔" بڑی تائی بھی چلی آئیں انہوں نے بھی اسے سمجھاتے ہوئے کہا مگر وہ خاموش رہی۔

"ان چھٹیوں میں تم اس کے پاس جا رہی ہو۔" بڑی تائی کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ ان سے بھی زیادہ قطعیت سے بولی تو وہ دونوں یکدم حیران رہ گئیں۔

"چچی بڑی تائی پلیز مجھے غلط مت سمجھیں۔" وہ آگے بڑھ کر یکلخت چچی سے لپٹی۔

"بڑی تائی میرے نہ جانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں اپنی ماں کو تکلیف دینا چاہتی ہوں بلکہ میں اس لیے وہاں نہیں جانا چاہتی کہ مجھے ان کی تکلیف کی وجہ نہ بن جاؤں۔"

"[illegible] وہ دونوں چونکیں اور ان کا دل بھر آیا۔

"آپ کو پتا ہے جب میں نے میٹرک کے پیپر دیے تھے تو ماما مجھے اپنے ساتھ لے کر گئی تھیں۔ تب ماما کے شوہر نے ماما سے لڑائی کی تھی اور کہا کہ میں ان کے سامنے نہ آیا کروں اور کہا تمہیں پتا ہے ناں زیب میں استعمال شدہ تولیہ استعمال نہیں کرتا اس لڑکی کو دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے میں بیوی کسی اور کی استعمال کرتا ہوں۔ وہ ماما سے بہت پیار کرتے ہیں ان کا بہت خیال کرتے ہیں لیکن میں ان سے برداشت نہیں ہوتی جیسے پاپا کی بیوی ہیں پاپا کا خیال کرتی ہیں لیکن مجھے برداشت نہیں کر سکتی ہیں۔ مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے چچی میں وہاں جانا نہیں چاہتی بس ان کا ریلیشن خراب نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے روتے ہوئے ان کو سب کچھ بتا دیا۔

"میری جان۔" تائی نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کھینچا تو وہ ان سے لپٹ کر اور زور سے رونے لگی۔

"سوری بیٹا مجھے پتا ہی نہیں تھا۔" چچی نے شرمندگی سے کہا۔

"اور ہاں چچی انہیں پاپا کے اور میرے ریلیشن کے متعلق بھی مت بتایا کریں کم از کم انہیں یہ احساس تو خوش رکھے کہ میں اپنے باپ کے پاس خوش ہوں۔"

"ہوں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" بڑی تائی متفق تھیں۔ چچی بھی تائید میں گردن ہلا رہی تھیں۔

❁ ○ ❁

"ماما کہاں ہیں۔" انس آفریدی نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے دعا آفریدی سے پوچھا۔ جو کسی کے انتظار میں ٹہل رہی تھی۔

"وہ چاچو کے ساتھ چلی گئیں۔ اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

"اوکے [illegible] رکو میں آتا ہوں تیار ہو کے۔" [illegible]

کہا تو وہ مسکرا دی کچھ دیر بعد وہ واپس آ گیا [illegible] قمیص شلوار میں وہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔ انس آفریدی نے [illegible] تو وہ [illegible] کا [illegible] بڑھا دی۔

"انس ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔" [illegible]

خاموشی توڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کیا؟" انس آفریدی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ پاکستانی یونیورسٹی میں پڑھنے کی کیا تک ہے آج کل تو لوگ باہر ممالک کی یونیورسٹی میں پڑھنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں اور تم باہر سے یہاں آ گئے۔" دعا آفریدی کے اس طرح کہنے پر وہ ہنس پڑا۔

"پتا ہے ایک جیسی چیزیں حالات چہرے جگہیں مجھے بور کرنے کے لیے کافی ہیں میں اکتانے لگتا ہوں۔ یقین کرو میں یورپی ممالک میں رہتے رہتے تنگ آ گیا اسی لیے میں نے پاپا سے کہا کہ پاکستان چلیں۔ ماما پاپا تو بہت پہلے سے چاہتے تھے کہ ہم پاکستان آئیں مگر جب میں نے نہیں چاہا تو مما پاپا کیسے یہاں آ سکتے تھے۔" اس نے تفصیلاً جواب دیا۔

"تم اتنی جلدی اکتا کیوں جاتے ہو انس؟" اس کے دل کو دھڑکا سا لگا تھا۔

"پتا نہیں یار بس مجھے ایک جیسی چیزیں اور چہرے بہت دیر تک برداشت نہیں ہوتے۔" انس کے خیالات سن کر دعا آفریدی کو چپ سی لگ گئی۔ یہ شہزادوں جیسی آن بان رکھنے والا شخص پہلے ہی دن اس کے دل میں ٹھہر گیا تھا اسے انس آفریدی سے محبت ہو چکی تھی لیکن انس آفریدی کی ایک جیسے چہرے کو دیکھ کر اکتا جانے والی عادت تھی جس نے دعا آفریدی کو ششدر کر دیا تھا اگر کبھی کہہ دیا کہ "دعا سامنے سے ہٹ جاؤ تنگ آ گیا ہوں تمہیں دیکھ دیکھ کر" تو کیا ہوگا؟

❁ ○ ❁

"روحینہ میری جان آئی ایم سوری [illegible] تمہارے پاپا [illegible] اور بزنس پارٹنر ہیں نا مسٹر زبیر وہ چاہتے ہیں [illegible] پاپا سے دوستی کو رشتہ داری میں بدل دیں تو [illegible] نے اپنے بیٹے کا پرپوزل دیا ہے تمہارے لیے۔" [illegible]

"[illegible] مام آپ کو مجھ سے پوچھنا تو چاہیے تھا۔ [illegible] تمہیں کوئی [illegible]

"مام میں نے اپنے لیے لائف پارٹنر چن لیا ہے انس آفریدی آپ دیکھیں گی تو دیکھتی رہ جائیں گی اتنا خوب صورت اور گڈ لکنگ ہے۔"

"خوب صورتی کو کیا شوکیس میں رکھنا ہے دولت مند ہے کہ نہیں؟"

"ارے ایسا ویسا۔" وہ ہنس پڑی۔

"لیکن روحینہ مسٹر زبیر سے تمہارے پاپا کی دوستی ہے تمہارے پاپا کو یہ اچھا نہیں لگے گا۔"

"پاپا کو میری خوشی سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں ہے۔" اسے اپنے پاپا کی محبت پر فخر تھا۔

"تمہارے پاپا تو چلو مان جائیں گے لیکن اس انکار کو مسئلہ بنا کر کہیں مسٹر زبیر پارٹنرشپ ختم نہ کر دیں۔" انہوں نے پریشانی سے کہا۔

"کیا ہو گیا ہے کیوں بے جا وہم پال رہی ہیں۔" روحینہ حقیقتاً جھنجلا گئی۔

"کچھ سوچنا ہوگا۔" وہ بڑبڑائیں اور باہر نکل گئی تھیں۔

"انس آفریدی کے سوا کچھ نہیں سوچنا۔" اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

❁ ○ ❁

"کیا سوچ رہا ہے میرا بیٹا۔" مما کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کی فائل سے صفحے بکھر کر ادھر ادھر پڑے تھے اور اسے خبر تک نہ ہوئی۔

"کچھ نہیں مما۔" وہ اتنا سنجیدہ کبھی نہیں رہا تھا رائمہ آفریدی نے غور سے دیکھا۔

"مما آپ کچھ کہنے آئیں تھیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"جی فرمائیں۔" اس نے تھوڑا مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ارادہ ہو رہا ہے دعا کو اپنی بہو بنانے کا۔" انہوں نے اسے دیکھتے ہوئے نپی تلی بات کی۔

"مجھ سے پوچھے [illegible]" اس نے حیرت سے استفسار کیا۔

"آپ سے پوچھنے ہی تو آئی ہوں۔" پاپا کا جواب [illegible] کو دینے آئی دعا آفریدی لاؤنج کے دروازے پر ہی [illegible]

گئی۔ رائمہ آفریدی کی آواز کے ساتھ ہی دعا آفریدی کا ہر عضو جیسے سماعت بن گیا۔

"نہیں مما ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ دعا کو میں نے کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا۔ آپ اس خیال کو دل سے نکال دیں۔" اس نے اپنے مخصوص اکتائے ہوئے لہجے میں کہا اسی دن کا تو دعا آفریدی کو ہمیشہ سے ڈر تھا اس سے وہاں کھڑا ہونا محال ہوگیا وہ واپس گھر آ کر بے تحاشہ روئی۔

"خدا کرے انس تمہیں بھی محبت ہو اور وہ تمہیں ٹھکرا دے۔" اس نے بڑے خلوص سے بددعا دی۔

"میرا بیٹا کیسا لائف پارٹنر چاہتا ہے اپنی مما سے شیئر نہیں کرے گا۔" انہوں نے محبت سے پوچھا۔

"کچھ بہت خاص ہو اس کے اندر' میرا دل میری اجازت کے بغیر اس کا ہوجائے اور میں دیکھتا رہ جاؤں۔" اس نے آنکھیں موند کر ان کی گود میں سر رکھ دیا۔ انہوں نے ایک پل بڑی حیرت سے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل ہنستی چلی گئیں۔

"اللہ میرے بیٹے کو اس لڑکی سے جلد ملا دے۔" انہوں نے خلوص دل سے دعا کی۔ یہ ایک ماں کی دعا تھی جسے قبول ہونا تھا۔

❁ ○ ❁

"دیکھ کر چلنا آپ کو منع ہے کیا؟" وہ بڑی تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا جب سیڑھیاں چڑھتی میزاب کمال سے ٹکرا گیا۔ اس نے ہاتھ تھام کر اسے گرنے سے بچایا۔

"سوری۔" وہ شرمندہ ہوا۔ میزاب کمال نے اپنی کتابیں اٹھائیں اور اس کی سوری کا جواب دیئے بنا لائبریری کی سیڑھیاں چڑھ گئی اور وہ وہیں کھڑا یہ سوچتا رہ گیا کہ ٹکرانے سے گرنے تک' گرنے سے اٹھنے تک اور اٹھ کر چلے جانے تک میزاب کمال نے اس کی سمت کتنی بار دیکھا تھا؟

"ایک بار بھی نہیں۔" میزاب کمال نے ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا [illegible] اس نے شیشہ بڑی دیر تک دیکھا تھا۔ وہ سے یوں سوچتا تھا اسے نہیں پتا تھا یہ شاید یہ ایک [illegible] کی بات تھی [illegible] اتنا حسین تھا کہ اسے نظر انداز کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا اور یہ کام میزاب کمال نہایت ہی خوب صورتی سے کررہی تھی۔ انس آفریدی کا الجھنا حق بجانب تھا۔ آخر میزاب کمال تھی کیا چیز ؟

❁ ○ ❁

"ہنی تمہیں پتا ہے تم اس دنیا کی سب سے بور لڑکی ہو۔" شارم جلال نے اچانک دروازہ کھول کر کہا وہ جو ایزی چیئر پر جھول رہی تھی چونک اٹھی۔

"مجھے یہ واقعی نہیں پتا چلا۔" وہ مسکرائی آج بڑی تائی' چچی اور ملیحہ تینوں ماموں کے گھر گئے تھے۔ وہ لوگ ڈنر کرچکے تھے ابھی تک ان تینوں کا پتا نہیں تھا بڑے تایا کی فرمائش پر وہ ان کے' چچا کے اور شارم کے لیے چائے بھی بنا چکی تھی وہ ابھی آ کر کمرے میں بیٹھی تھی تبھی وہ چلا آیا۔

"چلو آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔" اس نے پیش کش کی۔

"میرا موڈ نہیں ہے۔" اس نے سہولت سے انکار کیا۔

"چلو ناں یار کچھ ہوا خوری کرکے آتے ہیں پلیز منع مت کرنا۔" شارم نے کچھ اس طرح سے التجا کی کہ وہ خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آ گئی۔

"میں تمہیں اس حلیے میں باہر لے کر جاؤں گا پانچ منٹ دیتا ہوں چینج کرلو۔" اس نے اس کے رف حلیے پر چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

شارم جلال ملیحہ کی بڑی خالہ کی بیٹی میں انٹرسٹڈ تھا اور چونکہ وہ ان کی خالہ تھیں اسی لیے شارم جلال اسے یا ملیحہ کو لیے بغیر ان کے گھر کبھی نہیں گیا تھا۔ وہ پانچ منٹ میں تیار ہوئی تھی' اپنا پرس اور موبائل لے کر وہ باہر آ گئی۔

"پاپا میں اور ہنی آئس کریم کھانے جارہے ہیں وہ [illegible] پر شاید نہیں دیر ہوجائے۔" اس نے لاؤنج کے دروازے پر رک کر بڑے تایا سے کہا تو انہوں نے [illegible] میں سر ہلایا۔ وہ دونوں باہر نکل آئے۔

"مجھے لگ رہا ہے آج پیٹرول کے ختم ہونے پر ہی [illegible] بیٹ رو گے۔" [illegible] ہوچکا تھا۔

"[illegible] ختم ہونے سے پہلے منزل آ جائے گی۔"

"تمہاری منزل تو جب آئے گی تب آئے گی میری منزلیں بارہا آئی ہیں۔" اس نے قریب آتے آئس کریم پارلر کی طرف اشارہ کیا۔ شارم جلال ہنس پڑا پھر مزید پندرہ منٹ بعد بائیک ایک شاندار سے آئس کریم پارلر کے باہر رکی وہ مسکرائی تو وہ بھی ہنس پڑا وہ دونوں اندر آ گئے' جب وہ آئس کریم کھا کے باہر نکلے تو وہ بری طرح سے چونکی۔

"ارے شارم میں اپنا پرس اندر بھول آئی۔"

"ہنی تم بھی ناں۔" اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر وہ اندر جاچکی تھی پرس لے کر وہ بھاگتی ہوئی باہر آ رہی تھی جب آئس کریم پارلر کی سیڑھیاں چڑھتے ایک سوٹڈ بوٹڈ شخص سے ٹکرا گئی۔ اس کا پیر اس بری طرح مڑا تھا کہ اس شخص کے سنبھالتے سنبھالتے بھی وہ تین چار سیڑھیاں لڑھکی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے لبوں کو بھینچ کر وہ وہیں بیٹھی رہ گئی۔

"ہنی۔" شارم تڑپ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے بائیں پاؤں کی سینڈل کا اسٹیپ اس کے پاؤں میں دھنس گیا تھا جس سے خون بہنے لگا تھا۔

"اوہ یہ تو خاصی گہری چوٹ ہے۔" وہ ازحد پریشان ہوا' یہاں دور دور تک کوئی ہوسپٹل نظر نہ آ رہا تھا۔

"بیٹا ہمارا گھر یہاں قریب میں ہی ہے آپ میرے گھر چلیں۔" اس شخص کے ساتھ کھڑی خاتون نے پریشانی سے کہا۔

"جلدی کرو بہت خون بہہ رہا ہے۔" اس شخص نے بھی [illegible] لب بھینچے اسے اٹھا کر ان کی گاڑی تک لایا۔

"فیضان جلدی چلائیں۔" رائمہ ازحد پریشان تھیں وہ [illegible] منٹ کا سفر بھی دس گھنٹے کا لگ رہا تھا۔ وہ اسے اندر لے [illegible] لاؤنج میں بٹھا کر انہوں نے اس کا اسٹیپ نکالا [illegible] اندر رہ گیا تھا۔ وہ چیخ اٹھی۔

"ریلیکس بیٹا اب ٹھیک ہے۔" رائمہ آفریدی نے اس [illegible] غور سے اسے دیکھا تھا۔

[illegible] بہت درد ہو رہا ہے ہنی۔" شارم اس کے قریب آیا۔

"نہیں۔" اس نے صوفے کی پشت سے سر لگا کر نفی میں سر ہلایا۔ کیا اسے درد نہیں ہو رہا تھا یا وہ بڑی صفائی سے اسے چھپا رہی تھی۔ تکلیف کی شدت اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔

"لو بیٹا یہ گولیاں لے لو درد میں کمی آ جائے گی۔" اس نے گولیاں کھائیں۔

"آپ کا بے حد شکریہ میری اتنی ہیلپ کرنے کا میں تو اپنے حواس ہی کھو بیٹھا تھا۔ چلیں کزن۔" شارم بولا اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ لوگ جائیں گے کیسے؟" فیضان نے کہا۔

"آئس کریم پارلر کے باہر میری بائیک ہے۔"

"آپ تو چلے جاؤ گے اتنی دور مگر ہنی کے پیر میں تازہ چوٹ ہے یہ کیسے چلیں گی۔"

"شارم آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں تم پلیز بائیک یہاں لے آؤ' میں نہیں چل پاؤں گی۔" اس نے تکلیف سے نڈھال ہوتے ہوئے کہا۔

"اوکے تم گھبرانا مت۔ میں آتا ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا شارم کو یوں اجنبی لوگوں کے بیچ اسے چھوڑ کر جانے کا دل نہیں کر رہا تھا مگر مجبوری تھی اسے جانا پڑا۔ اس نے صوفے سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں تو اس کے آرام کے خیال سے فیضان آفریدی چلے گئے۔

"آپ یہاں" انس آفریدی دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا تھا۔ اسے اپنے گھر میں دیکھ کر ایک خوشگوار سی حیرت اس کے رگ و پے میں اتری تھی۔ حیرت ہوئی یہ ٹھیک تھا لیکن خوشی ہوئی' یہ کیا تھا؟

"آپ یہاں۔" وہ بھی حیران ہوئی وہ ایک خوب صورت ڈیکوریم دیکھ رہی تھی اسے رائمہ آفریدی کے جانے کی خبر نہ ہوسکی۔

"یہ میرا گھر ہے۔" انس آفریدی نے کہا تو اس نے اس بار پورے [illegible] کو بغور دیکھا [illegible] انس آفریدی کو [illegible] کی لیفٹ سائیڈ بھی ہو یہ "انس [illegible]" یہ شاندار محل تھا وگ [illegible] اور مرعوب ہوجاتے تھے لیکن وہ ذرا بالکل [illegible]

نظر سے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی شہزادی اپنے محل سے نکل کر کسی غریب کی کٹیا کو دیکھے۔

"آپ یہاں رہتے ہیں؟" اس نے لفظ جھونپڑی کو شاید خارج کیا اپنے جملے سے۔ انس آفریدی کا غصہ یکلخت سرد ہوا وہ اس لڑکی کو کتنا جاننے لگا تھا اس کی ابرو کی جنبش تک سمجھنے لگا تھا۔ یہ کیا تھا ؟ وہ اس پر نظریں جمائے خود کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا وہ کیوں اس لڑکی کو اتنا سوچتا ہے۔ اس پل وہ جان لینا چاہتا تھا اس نے اس کی نظروں سے الجھ کر نظریں گھما کر اس ایکوریم کو دیکھا جسے وہ اس کے آنے سے پہلے بھی دیکھ رہی تھی۔ ایکوریم کی مچھلیاں بہت خوب صورت تھیں اور اس وقت رقص کے موڈ میں بھی تھیں۔ وہ قدرے دلچسپی سے دیکھنے لگی۔ انس آفریدی کے ہوتے ہوئے کوئی دوسری چیز میں دلچسپی لے سکتا ہے یہ انس آفریدی کے لیے حقیقتاً حیرت انگیز تھا۔ وہ یکلخت آگے بڑھا اور اس کے قدموں کے قریب بیٹھ کر اس کا چہرہ بغور دیکھنے لگا۔ اس کی شاید دور کی نظر کمزور ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ قریب سے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے ہمیشہ نظر انداز کرنے والی یہ لڑکی جان بوجھ کر ایسا کرتی ہے یا واقعی وہ اس سے مرعوب نہیں ہوتی ہے۔ اور وہ بری طرح چونک کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی' اس کے یونہی دیکھتے رہنے پر دوسرے پل وہ سٹپٹا کر نظریں گھما گئی۔

"آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔" وہ جھنجلا گئی۔

وہ بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چونکی بھی سٹپٹائی بھی گھبرائی بھی جھنجلائی بھی' ان سب رنگوں میں مرعوبیت کہیں نہیں تھی۔ وہ شاید بہت بڑی فنکار تھی جو خود کو چھپا گئی یا پھر سچ مچ وہ جس طرح اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا تھا اس لڑکی کے قریب سے گزر تک نہ پایا۔ انس آفریدی نے رگ و پے میں بے چینی محسوس کی۔ وہ لب بھینچے ایکوریم کو دیکھنے لگی اگر وہ اٹھ سکتی تو یقیناً یہاں سے بھاگ چکی ہوتی۔

"تم میری طرف دیکھنے سے اتنی [illegible] کیوں رہتی [illegible] میزاب کمال؟" وہ [illegible] مضبوط [illegible] بیٹھی تھی لیکن دل

خوف سے پتے کی طرح کانپ رہا تھا' ایک بار پھر چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ بے یقینی نے اس کے چہرے پر اپنا تسلط جما لیا۔ اگلے پل وہ پہلے سے زیادہ بری طرح چونکی تھی۔ پاپا کی چہیتی بیٹی کی چاہت اس کے قدموں میں بیٹھی تھی۔ ماما کو اس سے شکایت تھی کہ وہ ان کے پاس آتی نہیں ہے لیکن پاپا کو اس سے کوئی تکلیف نہیں تھی اب شاید پاپا کو ایک اچھی سی تکلیف دینے کا وقت آیا تھا۔ اور انس آفریدی اس کا جی چاہا کہ سامنے پڑی ٹیبل پر رکھی کرسٹل کی ایش ٹرے اٹھا کر میزاب کمال کے سر پر دے مارے جس کی نظریں انس آفریدی پر تھیں لیکن وہ اسے دیکھ نہیں رہی تھی۔

"ارے انس آپ کب آئے؟" مما کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"ابھی مگر یہ؟" اس نے پوچھنا چاہا تھا مگر مما نے اس کی بات کاٹ کر مختصر سا بتایا جسے سن کر وہ بے چین ہو اٹھا۔

"ہنی بیٹا یہ ہلدی والا دودھ پی لو خون بہنے کے بعد فوری اسے پینا ازحد فائدے مند ہوتا ہے۔"

"ارے نہیں۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہنی تو شاید دودھ پینے سے منع کر رہی ہے لیکن آپ کس چیز کو منع کر رہے ہیں۔" فیضان آفریدی جو ابھی آئے تھے حیران ہوئے۔

"ان کا نام ہنی نہیں میزاب کمال ہے۔" انس نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں انہیں؟" فیضان حیران ہوئے تو رائمہ آفریدی مسکرائیں وہ باپ تھے تبھی پوچھ رہے تھے ورنہ وہ ماں تھیں جان گئی تھیں۔

"جی میری کلاس فیلو ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن میں نے انہیں ہنی کے نام [illegible] میرے لیے تو یہ ہنی ہی رہیں گی۔" رائمہ آفریدی [illegible] اس کے قریب آئیں۔

"[illegible] یہ دودھ پیئیں۔" انہوں نے [illegible] تھماتے ہوئے کہا۔

"آنٹی میں نہیں پی سکوں گی۔" اس نے [illegible]

[illegible] کی روح فنا ہونے لگی تھی۔

"ہنی کیا ہوا؟" شارم کی آواز پر انس آفریدی نے مڑ کر دیکھا۔

"ارے انس!" شارم نے اس کو دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

اب انس آفریدی اس کا تعارف کروا رہا تھا اور شارم اس اتفاق پر حیران تھا کہ وہ لوگ انس آفریدی کے گھر میں [illegible]

"اگر تمہاری اہم باتیں ختم ہو گئی ہیں تو ہم چلیں۔" وہ جھنجلا گئی۔

"اوہ چلو۔" شارم شرمندہ ہو گیا نجانے کیا سوچ رہے ہوں گے وہ سب۔

"میں چل سکتی ناں تو اب تک چلی گئی ہوتی۔" اس نے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔

"اوہ ہاں" شارم کو بھی یاد آیا کہ وہ چل نہیں پائے گی تو اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔ شارم کا مکمل سہارا لینے پر بھی اس کی تکلیف مزید بڑھ گئی۔

"اوہ شارم مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔" وہ پہلی بار گھبرائی تھی' تکلیف کی شدت پر اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے جسے اس نے ہتھیلی کی پشت سے صاف کیا' انس آفریدی بہت سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

"شارم ابھی آپ کے ساتھ بائیک پر نہیں جا سکتی' اس کی حالت بالکل ٹھیک نہیں ہے۔" رائمہ آفریدی نے اس کے پیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا وہاں سے اک بار پھر خون رسنے لگا تھا۔

"انس ہنی کو آپ چھوڑ آؤ۔" وہ بے چین کھڑے انس [illegible] کی طرف مڑیں۔

"[illegible]" انس [illegible] کو پہلی بار اپنا یہ گھر بر[illegible] کا سفر ختم نہیں ہو رہا تھا۔

"نہیں میں شارم کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔" اس [illegible] کہا۔

"[illegible] اس کے ساتھ [illegible] ہو رہی ہے۔" شارم نے اس [illegible] کو

نظر انداز کرتے ہوئے حتمی انداز میں کہا تو وہ چپ ہو گئی۔

مما نے سہارا دے کر اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا۔ شارم اپنی بائیک پر چلا گیا۔

"آپ کا گھر کہاں ہے ؟" انس نے پوچھا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں پھر اسے علاقے کا نام بتا کر آنکھیں بند کر لیں۔ کافی اسپیڈ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ اس علاقے میں آدھا گھنٹے میں پہنچ گیا تھا۔

"اب کس طرف جانا ہے۔" وہ اس کی طرف مڑا لیکن بری طرح چونکا۔

"انس گولیوں میں نشہ ہے اسے نیند آ جائے گی اس کی فیملی کو انفارم کر دینا کہیں اسے سوتا دیکھ کر وہ لوگ پریشان نہ ہو جائیں۔" مما نے اس سے چلتے ہوئے کہا تھا مگر وہ اتنی جلدی سو جائے گی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس نے پورے راستے اس کا تکلیف زدہ چہرہ دیکھنے سے گریز کیا تھا اب گہری نیند میں اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے لیکن شدت نہ تھی۔ اسے اتنی تکلیف میں دیکھ کر آگہی کا کوئی در وا ہوا تھا۔ اگر وہ اسے اتنا سوچتا تھا تو یہ اندر کہیں چھپی میزاب کمال کی بے نیازی تھی جو اسے اپنی سمت کھینچ رہی تھی۔

"وہ لڑکی تمہارے دماغ پر حاوی ہے جس نے تمہیں نظر بھر کر دیکھا تک نہیں۔" مما شریر لہجے میں بولیں۔

"تمہارے دل میں گھر نہ کر لیا تو میرا نام انس آفریدی نہیں۔" اس نے اس کا ہاتھ تھام کر اس سے کوئی گہرا عہد کیا تھا۔ اسی پل اس کا موبائل بجا تو وہ چونکا۔

"انس کہاں ہو تم میزاب کی طبیعت کیسی ہے؟" دوسری طرف گھبرایا ہوا شارم تھا۔

"جسٹ فائن [illegible] پر وہ سو گئی ہے ورنہ مجھے تمہارے گھر کا راستہ نہیں پتا۔" اس نے وضاحت دی۔

"اوہ تم کہاں ہو؟" شارم نے پوچھا تو اس نے اسٹاپ [illegible]

[illegible] میں آ گیا تھا اور وہ جھٹک سکتا تھا اور واقعی پانچ منٹ میں [illegible]

ان کا گھر آ گیا۔ شارم چچی کی مدد سے سوئی ہوئی میزاب کو اٹھا کر لے گیا تھا۔

"اپنے ماں باپ کا ہماری طرف سے شکریہ ادا کر دینا بیٹے۔" بڑے تایا، چچا اس کی شخصیت سے مرعوب ہو چکے تھے وہ بمشکل مسکرا سکا تبھی گھر کی تینوں خواتین آ گئیں اور تینوں کی نگاہیں اسے دیکھ کر پھٹنے کی حد تک پھیلیں تھیں۔ شارم نے تعارف کروایا دونوں خواتین نے اسے دعائیں دیں اور مما کا شکریہ ادا کرنے کی خاص تاکید کی تھی۔ وہ باہر نکل آیا تھا۔

"دنیا میں سب نارمل ہیں سوائے میزاب کمال کے۔"

اسے ان سب کی حیرت بھری مرعوبیت یاد آئی تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تجھیں میرے دل میں ٹھہر جانا کیا بہت ضروری تھا۔" اس نے سیٹ کی طرف دیکھا جہاں کچھ دیر قبل وہ موجود تھی۔

❁ ..... O ..... ❁

"انس آفریدی تو بڑا شاندار ہے یار۔" اس کی آنکھ کھلی تو ملیحہ پاس تھی۔ اس نے پہلا جملہ بھی ادا کیا۔

"ملیحہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" اس نے بڑی خوب صورتی سے ملیحہ کے ریمارکس کو نظر انداز کیا۔

"ان کے مما پاپا آئے ہیں۔" ملیحہ کا شرماتا لجاتا لہجہ اس کے اردگرد خطرے کی گھنٹی بجی۔

"کن کے مما پاپا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"انس آفریدی کے۔" ملیحہ باہر نکلنے لگی وہ بھونچکا رہ گئی وہ انس آفریدی کو نظر انداز کر سکتی تھی مگر اس کی دلکشی سے انکار نہیں کر سکتی تھی اس کا حسن دلوں کو بس میں کر لیتا تھا' یہ ٹھیک تھا لیکن ملیحہ...... اسے بڑا عجیب لگا۔

"ملیحہ سنو اب اس کا کیا ہوگا۔"

"کس کا؟" ملیحہ حیران ہو کر پلٹی۔

"ابھی تو تمہیں ... ... کی ... ستا چاہتا ہے تجھے سوچ کبھی غور تو ... کی تفسیر بن جاتا ہے۔"

"عبید کا۔" ملیحہ چونکی۔

"ہاں اب تم تو انس آفریدی پر لٹو ہو گئی ہو پھر تمہارا منگیتر۔"

"اوہ شٹ اپ میزاب کمال' تمہاری سوچ کتنی گھٹیا ہے۔" ملیحہ کے غصے میں آنے پر وہ مطمئن ہوئی' معاملہ وہ نہیں تھا جو وہ سمجھی تھی۔

"میری سوچ یا تمہارا انداز تم بالکل اس انداز میں ذکر کر رہی تھیں جیسے لڑکیاں اپنی سسرال والوں کے آنے پر شرما کر ذکر کرتی ہیں۔" ملیحہ غصے سے اسے گھورنے لگی۔

"ہنی کی بچی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اسی پل دروازہ بجا تو وہ دونوں چونکیں۔

"اوہ آنٹی پلیز آئیں ناں۔" ملیحہ مؤدب ہو گئی۔ اس نے اپنا دوپٹا اٹھایا۔

"آپ کے انکل آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" رائمہ آفریدی نے مسکرا کر اسے کہا۔

"اوہ بلیس آنٹی انہیں۔" اس نے دوپٹا اپنے سر پر لیتے ہوئے کہا۔ رائمہ آفریدی کو اس کی یہ ادا بڑی پیاری لگی انہوں نے پلٹ کر فیضان آفریدی کو آواز دی۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟" فیضان آفریدی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ رائمہ آفریدی مسکرائیں۔

"جی انکل ٹھیک ہوں۔ پلیز بیٹھیں۔" اس نے کہا۔

"آج صبح صبح آپ کو اور آپ کی فیملی کو ڈسٹرب کرنے پر معذرت خواہ ہیں۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

"ارے انکل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں تو چاہتا تھا ہم شام کو آئیں مگر آپ کی آنٹی مانی ہی نہیں۔" اسی پل ملیحہ ناشتا لے آئی۔

"پلیز آئیں ناشتا کریں۔"

"پھر کروں گا او کے رائمہ چلتا ہوں' او کے بیٹا اللہ حافظ۔" وہ ان دونوں کو ساتھ مخاطب کرتے باہر نکلے۔

"اللہ حافظ انکل۔" انہوں نے اس کی آواز پر مڑ کر دیکھا اور مسکرا دیے۔

"پلیز آئیں آپ ناشتا کریں۔"

"ناشتا تو میں انس کے ساتھ کر کے آئی ہوں۔"

میرے بغیر کچھ کھاتا نہیں ہے۔" اس کے اصرار پر انہوں نے چائے لے لی۔

❁ ○ ❁
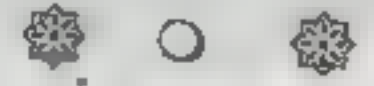
"مام ..... مام۔" وہ بلند آواز میں انہیں آوازیں دیتی اندر داخل ہوئی۔

"کیا ہوا روحینہ۔"

"مام آپ کو پتا ہے آج انس آفریدی کی مما آئی تھیں۔"

"کیا!" وہ بری طرح چونکیں۔ "مگر کہاں آئیں وہ۔"

"نیچے میزاب کمال کی عیادت کرنے" مجھے انس آفریدی نے بتایا اصل میں اسے میرے اور میزاب کے رشتے کے متعلق پتا نہیں ہے تو اس نے مجھے اس لیے بتایا کہ میں بھی میزاب کمال کی عیادت کرلوں۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس میزاب کمال کو تو کسی کنویں میں پھینک دیتی انس آفریدی کس قدر فکر مند ہو رہا تھا۔

"لیکن وہ بیمار ہے یہ انس کو کیسے پتا اور اس کی مما کیسے آگئیں؟" یہ سوال تو اس نے بھی انس سے کیا تھا اور جواب میں جو تفصیل انس نے اسے دی تھی وہ اس نے انہیں دے دی۔

"ماما پلیز کچھ کریں مجھے ہمیشہ اس لڑکی سے نفرت رہی ہے لیکن آج پہلی بار ڈر لگ رہا ہے کہیں وہ مجھ سے انس آفریدی کو نہ چھین لے۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"ڈونٹ وری جان ایسا نہیں ہوگا تم اپنی ماں کو جانتی نہیں ہو۔" وہ مسکرائیں۔ "سانپ بھی ماروں گی اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹنے دوں گی۔"

❁ ○ ❁

"ملیحہ اٹھو مجھے چائے پینی ہے۔" اس نے ملیحہ کو ہلایا۔

"اوہ کراچی والوں میں یہ چائے پینے کی عادت پتا نہیں کہاں سے گھس گئی۔"

"بے فکر رہو وہ لاہور والے بھی اتنی ہی چائے پیتے ہوں گے۔" عبید ان کے ماموں کا بیٹا تھا جو لاہور میں رہتے تھے۔

[illegible] بعد وقت ہوئی تو وہ [illegible] ان سے [illegible] میں [illegible] کا رواج نہیں تھا۔

"تم اتنے شریف ہوگئے یہ اچھا ہوا۔" شارم جلال اسے دیکھنے آیا ہوگا اور یقیناً اس کے لیٹے ہوئے ہونے کے خیال سے دروازہ بجا رہا ہوگا۔

"میں تمہارے استقبال کے لیے دروازے پر نہیں آسکتی تم اندر آجاؤ۔" وہ منہ بنا کر بولی اور اگلے پل سانس تک لینا بھول گئی۔ اندر داخل ہونے والے کمال الدین تھے۔

"کیسی طبیعت ہے۔" تئیس سال میں اسے بہت سی چوٹیں لگی تھیں مگر وہ اسے کبھی دیکھنے نہیں آئے تھے وہ بڑی حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"کیسی ہے میری بچی۔" وہ بہت اپنائیت سے اس کی خیریت پوچھ رہے تھے۔

"کیسی ہو ہنی۔" رخسانہ بھی پیچھے چلی آئیں۔

"جی ٹھیک ہوں۔" وہ بے حد پریشان ہوگئی تھی۔ اس کا پریشان ہونا صحیح تھا وہ پوچھتے کب تھے پھر کمال الدین تھوڑی دیر بعد چلے گئے لیکن رخسانہ وہیں رہیں اور بعد میں بھی آتی رہیں۔ روحینہ کمال ایک بار بھی نہیں آئی البتہ کمال الدین اس کے بعد ایک بار پھر آئے تھے۔

"شکر ہے تمہارے باپ کو اتنی عقل تو آئی کہ خیریت پوچھنے لگا ہے اب۔" چچی خوش تھیں۔

"چچی میرا دل الجھ جاتا ہے ان کے آنے سے مجھے اچھا محسوس نہیں ہوتا۔"

"ہنی بیٹا دل کو وسیع کرو ..... زندگی سے یوں شکایت لے کر نہیں جیتے ہیں۔ شاید یہی وقت لکھا تھا تمہارے باپ کی تم سے محبت کا۔" اس نے چچی کو دیکھا وہ اسے ہمیشہ اچھی صلاح دیتی تھیں۔

"مجھے کوئی شکایت نہیں ہے چچی پر اب ان کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔" اس نے کہا۔

"نہیں بیٹا رشتوں کی ضرورت انسان کی زندگی سے کبھی ختم نہیں ہوتی۔"

"[illegible] رشتے [illegible] ہیں۔ میرے [illegible] باپ کے رشتوں نے بھی چچا چچی کا روپ لے لیا [illegible] مجھے یہ رشتے بہت عزیز ہیں۔" وہ ان سے لپٹ گئی۔

❁ ○ ❁

"مما وہ میزاب کی طبیعت کیسی ہے؟" عصر کے بعد چائے پیتے انس نے یکدم پوچھا۔

"یہ آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ یہ بات تو آپ کو شارم سے پوچھنا تھی جو آپ کا کلاس فیلو اور اس کا کزن ہے اور دوسری بات یہ کہ آپ اس کے متعلق جاننے کے لیے اتنے بے چین کیوں ہو رہے ہو؟" مما کا لہجہ شرارت لیے ہوئے تھا وہ خفیف سا ہو کر مسکرا دیا۔

"پہلی بات یہ کہ شارم سے پوچھنا اچھا نہیں لگا اور دوسری بات یہ کہ آپ اپنے بیٹے کے دل سے اتنی انجان [illegible] بن رہی ہیں۔" اب کے اس نے مسکراتے ہوئے [illegible] دی۔

"ارے یہ تو بہت ہی غلط بات ہے آپ میرے بیٹے کے دل کو جانتی ہیں اور انجان بن رہی ہیں۔" فیضان آفریدی اسی پل آئے تھے رائمہ آفریدی ہنس پڑیں وہ بھی مسکرا دیا۔

"کیا خواہش ہے میرے بیٹے کی۔" انہوں نے محبت سے پوچھا۔

"خواہش تو میری بھی ہے اور میں چاہتی ہوں میرا بیٹا اسے جلد ہی پورا کردے۔"

"آپ کی خواہش۔" فیضان آفریدی حیران ہوئے۔

"کیوں آپ کی خواہش نہیں ہے کیا کہ آپ کی ایک عدد پیاری سی بہو ہو پیارے پیارے پوتا پوتی ہوں۔" رائمہ آفریدی مصنوعی برہمی سے بولیں۔

"ہاں یہ تو ہے۔" فیضان آفریدی نے اثبات میں سر ہلایا وہ ہنس پڑا۔

"تو بس میں نے بیٹے سے پوچھنا چاہتی ہوں وہ بہو کو کب گھر لا رہا ہے۔" رائمہ آفریدی نے کہا تو وہ کھڑا ہوگیا۔

"دیکھیں بھاگ رہا ہے۔" فیضان آفریدی نے کہا تو رائمہ آفریدی نے اسے گھورا۔

"بھاگ نہیں رہا بلکہ آپ کی بہو سے پوچھنے جا رہا ہوں کہ وہ کب تک گھر آئے گی۔"

"بہو کہاں ہے۔" فیضان آفریدی چونکے۔

"ماما کو پتا ہے۔" کہتے ہوئے وہ باہر نکل آیا اور پیچھے رائمہ آفریدی ہنس پڑیں۔

❁ ○ ❁

"محترمہ آپ سے مجھے انتقام لینا ہے اور آپ ہیں کہ پردے میں بیٹھ گئی ہیں۔" میزاب کمال کو دیکھنے کی بے پناہ چاہت اسے اس کے دروازے تک لے آئی۔

"وہ کتنی شاکڈ ہوگی یہ جان کر کہ میں اس سے ملنے آیا ہوں۔" اس کے دروازے پر نظریں جمائے وہ دھیرے سے مسکرایا۔ "لیکن اس کی فیملی شاید انہیں اچھا نہ لگے نجانے وہ لوگ کیا سوچیں گے ..... اوکے میں شارم کا پوچھ لوں گا کہ وہ یونیورسٹی کیوں نہیں آیا۔" اس نے کار سے اتر کر کھلے ہوئے دروازے کی بیل بجائی لیکن اگلے پل جو کچھ ہوا وہ اسے شاکڈ کر گیا۔

❁ ......○...... ❁
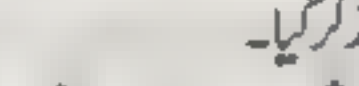
"ہنی تمہارے پاپا اور میں آج ایک پارٹی میں جا رہے ہیں تم بھی تیار ہو جاؤ۔" وہ غش کھاتے کھاتے رہ گئی۔ چچی اور بڑی تائی بھی چونک گئیں۔ ملیحہ اور شارم صبیحہ آپا کے گھر گئے ہوئے تھے۔

"گھر میں پڑے پڑے بھی بندہ تھک جاتا ہے آج تمہاری طبیعت بھی کافی بہتر ہے تم چلو ہمارے ساتھ کمال کہہ رہے تھے کہ تمہیں لے چلوں۔" چچی اور وہ چونک گئی تھیں جبکہ بڑی تائی نے شاید ان کی بات صحیح سے سنی نہیں تھی۔

"ارے اسے کون سا روز روز پارٹیز میں جانے کی عادت ہے جو گھر میں پڑے پڑے بور ہوگی۔" بڑی تائی بیزاری سے بولیں۔

"ہنی تم جاؤ۔" چچی نے اسے صرف اس بات کے لیے بھیجنا چاہا کہ آج پہلی بار اس کا باپ اسے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔

"مگر ....." بڑی تائی اور [illegible] کے منہ سے ایک ساتھ نکلا مگر چچی نے دونوں کو ہاتھ اٹھا کر روک دیا تھا۔

"تم تیار ہو جاؤ ہنی میں بھی تیار ہوتی ہوں۔" رخسانہ

مسکرا کر اسے پیار کرتی اٹھ گئیں۔
"چچی میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔" اس نے انکار کرتے ہوئے کہا۔
"پاگل مت بنو بنی' تمہارے باپ کے دل میں اگر تمہاری جگہ بن رہی ہے تو اس جگہ کو بڑھاؤ۔" انہوں نے سمجھانا چاہا۔
"مگر چچی..." اس نے کچھ کہنا چاہا مگر چچی نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔
"تیار ہو جاؤ جا کر۔" پھر چچی نے خود اس کی پوری تیاری کروائی۔ سفید چوڑی دار پاجامے فراک میچنگ جیولری اور سفید چوڑیوں سے اس کی دونوں کلائیاں بھر دیں۔
"ملیحہ ہوتی تو تمہارا اچھا سا کوئی ہیئر اسٹائل بنا دیتی مگر اب تم یہ بال کھلے چھوڑ دو۔"
"چچی پتا نہیں کیسی پارٹی ہے اور آپ نے مجھے اتنا تیار کر دیا۔" وہ اپنے باپ کے بلاوے پر جانا نہیں چاہتی تھی کیونکہ اب وہ وقت گزر گیا تھا جب اسے اپنے باپ کی ان کے بلاوے کی ان کی محبت کی ضرورت تھی۔
"چلو بنی چلیں۔" رخسانہ نے اس کے کمرے میں جھانکا۔
"جی۔" وہ ان کے ساتھ باہر نکلی۔
"اللہ حافظ بڑی تائی' چچی۔"
"اللہ حافظ بیٹا۔" بڑی تائی' چچی نے کہا تو وہ باہر نکل آئی۔
"تو آپ اسے لے کر جا رہی ہیں۔" روحینہ شاید کہیں باہر سے آئی تھی۔
"تمہارا راستہ انس آفریدی کے لیے صاف رہے اسی وجہ سے اس کے نخرے اٹھانے پڑ رہے ہیں مجھے۔" انہوں نے نہایت ناگواری سے کہا۔
"اوہ سویٹ مما۔" وہ ان کے گلے لگی تھی۔
"ہو سکتا ہے وہ زبیر کی فیملی کو پسند آ جائے تو تمہارے پاپا کا بزنس بھی بنا رہے... تمہارے پاپا کے ذہن میں [illegible] یہی بات ڈالی تبھی وہ اس کی شکل دیکھنے کے لیے تیار ہوئے ورنہ تو تم جانتی ہو وہ کتنی نفرت کرتے ہیں اس سے۔" انہوں نے وضاحت دیتے ہوئے کہا۔

"اور اس نفرت میں سب سے زیادہ ہاتھ بھی تو آپ کا ہے۔" روحینہ کمال ہنس پڑی۔
"تو کیا اپنا جی جلا کر جیتی۔" وہ بھی ہنسیں۔ رخسانہ وہ ناگن تھیں جن کے ساتھ کتنا بھی اچھا کر لو وہ ڈسے بغیر نہیں رہتی ہیں۔
"پیچھے بنی آ گئی۔" روحینہ کی اس پر نظر پڑ گئی تھی ورنہ وہ شاید اندر پلٹ جاتی اور کبھی اس کا سامنا نہیں کرتی۔ وہ باوجود کوشش کے خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ اس کے اندر اک آگ لگی ہوئی تھی جو ہر چیز اس پل تہس نہس کر دینا چاہتی تھی۔
"چلو بنی ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" رخسانہ نے مسکرا کر کہا اسی پل دروازے پر بیل ہوئی اس نے نظریں اٹھائیں اور اندر لگی آگ پر پانی برسنے لگا۔ رخسانہ کمال اور روحینہ کمال نے پلٹ کر دیکھا اور بری طرح چونک گئیں۔
"میں کب سے آپ کا ویٹ کر رہی ہوں اور آپ جناب اب آ رہے ہیں۔" وہ نہایت بے تکلفی سے بولتی انس آفریدی کے قریب چلی آئی۔ انس آفریدی چونک کر پیچھے مڑا لیکن اپنے پیچھے کسی کو نہ پا کر وہ ششدر رہ گیا میزاب کمال اتنی بے تکلفی سے اس سے مخاطب تھی۔
"آنٹی کا فون آیا تھا انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ مجھے لینے آ رہے ہیں۔" وہ مما کو کب بتا کر آیا تھا کہ وہ یہاں آ رہا ہے اسے میزاب کمال کی ذہنی حالت پر شبہ ہوا۔ وہ تو صرف پوچھنے آیا تھا کہ وہ کب چلے گی' لیکن وہ تو چلنے کو تیار تھی۔
"معذرت چاہتی ہوں اب آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی ہوں۔ پھر آپ لے جانا چاہیں گی تو ضرور چلوں گی۔" وہ رخسانہ کی طرف پلٹی۔ انس آفریدی آنکھیں پھیلائے اس کے اس پاگل پن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ روحینہ کمال "کاٹو تو لہو نہ ہے" کی عملی تفسیر بنی کھڑی تھی۔ یونیورسٹی میں ایک دوسرے پر نظر ڈالے بغیر گزرنے والے وہ دونوں اتنے بے تکلف کب ہوئے وہ دم بخود تھی۔
"چلیں انس۔" اس نے حیران سے کھڑے انس آفریدی کے آگے ہاتھ بڑھایا۔
"السلام علیکم آنٹی میں انس آفریدی ہوں میزاب اور روحینہ کا کلاس فیلو۔" وہ اسے بغور دیکھتی جواب دینے کے قابل نہیں تھیں ان کی بیٹی کی پسند ایسی شاندار ہو گی انہیں اس کا اندازہ نہیں تھا' لیکن وہ میزاب کمال کے ساتھ کھڑا تھا ان کا دل دھڑکنا بھول گیا۔
"آپ کا تعارف ختم ہو گیا تو ہم چلیں۔" اس نے بڑی کوفت کے ساتھ پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگا جو بڑی سج دھج سے تیار تھی۔
"کیا سچ مچ مما نے اس سے کچھ کہا ہے۔" وہ اسے دیکھتا پلٹا تھا اگر وہ ابھی بھی نہ پلٹتا تو میزاب کمال اس کا ہاتھ تھام کر اسے وہاں سے لے جاتی... اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد گاڑی آگے بڑھا لینے تک وہ بے یقین تھا کہ وہ اس کے ساتھ آئی ہے۔ اس نے تیزی سے پرس سے موبائل نکالا اور چچی کو ساری بات بتانے لگی وہ دم بخود رہ گئی تھیں۔
"چچی آپ ان سے کوئی بات مت کیجیے گا سوائے اس کے کہ مما آنٹی کا فون آیا تھا۔ بڑی تائی کو بھی کچھ مت بتایئے گا ورنہ وہ غصے میں آ کر کچھ نہ کچھ کہہ دیں گی۔" اس نے پوری تفصیل میں سے صرف ایک ڈائیلاگ حذف کیا تھا۔
"تمہارا راستہ انس آفریدی کے لیے صاف رہے۔" وہ یہ بات انس آفریدی کے سامنے نہیں کہہ سکتی تھی انس آفریدی یہ سب سن کر چپ ہو گیا تھا۔ وہ انس آفریدی سے اتنی بے تکلف کیوں ہوئی یہ اسے سمجھ آ گیا تھا اس نے اپنی انسلٹ کا بدلہ روحینہ کمال کے دوست سے دوستی کر کے لے لیا تھا۔ اس شاطر لڑکی نے اسے مہرہ بنایا اور وہ بے وقوفوں کی طرح اس کے اشارے پر چل پڑا۔ اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔
"روک دیں... اسٹاپ پر۔" اس کی آواز انس آفریدی کو سنائی دی۔
"آپ نے مجھے اپنا نوکر سمجھ ہوا ہے کہ آپ کہیں گی ہوٹل چلو... چلوں گا آپ کہیں گی کہ میں... جاؤں گا۔" [illegible] میں بول تو وہ چونک گئی۔ [illegible] یاد [illegible] کر بیٹھی ہے وہ اپنے دشمنوں کو اذیت دینے کے لیے کنویں میں چھلانگ لگا بیٹھی ہے۔ وہ اس شخص کو نہیں جانتی تھی وہ کیسی عادت کا مالک تھا اس کی ذہنی سطح کیا تھی وہ اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا اس کا وجود لرز اٹھا۔
"انس پلیز گاڑی روک دیں۔" وہ التجائیہ لہجے میں بولی۔
"آپ کو مما نے بلایا ہے ناں... تو ابھی میرا گھر نہیں آیا۔" وہ برہمی سے بولا۔
دل پہلے ہی رونے کو مچل رہا تھا اب آنکھیں بھی بھرنے لگیں۔
"رونے کا پروگرام نہیں چلے گا اوکے۔" انس آفریدی کو اس سے ہمدردی ہو ہی نہیں سکتی تھی اسے پتا تھا لیکن وہ اسے کہاں لے جا رہا تھا اسے خبر نہ تھی اس کا دل بری طرح سے کانپ رہا تھا' اپنے نفع و نقصان سے بے پروا ہو کر یہ اس نے کیا کر ڈالا وہ لب بھینچے رہ گئی۔
"بنی۔" اپنے بیٹے کے ساتھ سجی سنوری ڈری سہمی میزاب کمال انہیں حیرت زدہ کر گئی تھی۔
"آپ نے کہا تھا ناں لے آؤ تو میں لے آیا۔" اس نے مما سے کہا تو وہ بے یقینی سی ہنس پڑیں اور طنز کا یہ تیر میزاب کمال کے چھلنی دل کی تکلیف بڑھا گیا۔
"آنٹی پلیز آپ مجھے غلط مت سمجھیں اپنی اسٹیپ مدر کی باتوں پر میں اتنی غصے میں آ گئی مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔" وہ بے بسی سے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔ رائمہ آفریدی چونکیں اور انس آفریدی مسکرا دیا اس کا ایک جملہ دونوں کے دل پر لگا تھا' ایک کے دل پر خوشی بن کر اور دوسرے کے دل پر تیر بن کر۔
"کیا ہوا بنی۔" انہوں نے اسے خود سے لگایا اور اس کا دل بھر آیا' ان کے گلے لگ کر وہ بے تحاشا روئی تھی انس آفریدی لب بھینچے دیکھتا رہا' کھلے پل وہ باہر نکل گیا' کافی دیر بعد لوٹا تو وہ مما کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی بلکہ مما اس کے ساتھ اپنی خوشگوار یادیں شیئر کر رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر [illegible] مسکراہٹ تھی۔ پاپا [illegible] بیٹھے تھے۔
"انس بنی کو چھوڑ آؤ۔" انہوں نے اس کو آتے دیکھ کر کہا۔
"نہیں [illegible] میں چلی جاؤں گی۔" وہ ایک بار پھر [illegible]

کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔ اس نے بڑے غور سے دیکھا۔

"مما میں ہر بار یہی سنوں گا کیا؟" اس نے قدرے معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں یہ فائنل ہے۔" رائمہ آفریدی نے شرارت سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"یہ آپ دونوں کی خفیہ کوڈ والی باتیں مجھے اکثر پاگل کردیتی ہیں۔" قیصان آفریدی نے حیرت سے ان کے مکالمے سنے تھے۔

"تو آپ اسے لے آئیں جو ہماری باتیں ڈی کوڈ کرکے آپ کو بتائے۔" رائمہ آفریدی نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں...... سوچنا پڑے گا اس بارے میں۔" ان کی بات پر وہ دونوں مسکرادیے۔ اور پھر اس کے منع کرنے کے باوجود انس آفریدی اسے گھر تک چھوڑنے آیا اور یہ اس کی شرافت ہی تھی کہ اس نے ایک لفظ بھی منہ سے ادا نہیں کیا اور وہ کیوں چپ رہا......؟ صرف اس وجہ سے کہ وہ آج بہت پریشان ہوئی تھی اور اس نے مزید ستانا مناسب نہیں سمجھا۔

❁ ○ ❁

"کاش اس وقت میں بھی موجود ہوتی اور ان کا چہرہ دیکھتی۔" ملیحہ کو خاصا افسوس ہوا۔ وہ چپ لیٹی رہی۔

"پتا ہے جب ہم آئے تھے تو ایک ڈرامہ یہاں بھی ہو رہا تھا۔"

"کیا ؟" وہ چونکی۔

"چھوٹے تایا یہ مطالبہ کررہے تھے کہ تمہیں اسی وقت بلالیا جائے تو پھر بڑے تایا نے بے نقط سناڈالیں۔ صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ تمہارا نام بھی اپنی زبان پر نہ لائیں۔ تمہاری زندگی کا ہر فیصلہ چونکہ پاپا اور بڑے تایا نے کیا ہے لہٰذا اب تمہاری شادی کا فیصلہ بھی وہی کریں گے جو وہ [illegible] تمہاری خوشی ہوگی۔" تو یہ تھا اس کے باپ کا اسے تیئیس سال بعد یاد کرنے کا مقصد صرف ایک بزنس ڈیلنگ جبھی تو اس کا دل ان کی آمد پر الجھ سا جاتا تھا اس کے دل کی گواہی ہمیشہ صحیح ہوتی تھی۔

❁ ○ ❁

"بھائی صاحب میں ہنی کو اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں یہ میرے پورے گھر کی وہ خوشی ہے جس کا دارومدار آپ کی ہاں پر ہے۔" بوکھلا کر اس نے انس آفریدی کو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اگلے پل وہ سٹپٹا کر تیزی سے لاؤنج سے باہر نکل گئی۔ رائمہ آفریدی نے مسکرا کر انس آفریدی کو دیکھا جو ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"اللہ ہماری ہنی کتنی لکی ہے۔" ملیحہ خوشی سے اچھل پڑی تو بڑی تائی اور چچی نے اسے گھور کے دیکھا۔

"آپ کی فیملی اور آپ کے بیٹے سے اگرچہ ہم متاثر ہیں بھائی صاحب لیکن پھر بھی ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں سوچنے کا وقت دیں۔" انہوں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"پاپا سوچنے کا وقت مت لیں دیکھا نہیں کل کیا ہوا؟" بشارم سے بے حد متحمل اس بے وقوفی کی امید کسی کو نہیں تھی وہ تینوں چونکے تھے تو گھر والوں نے گھورا تھا۔

"پاپا شارم ٹھیک کہہ رہا ہے ہنی کو آپ کا ہر فیصلہ قبول ہوگا۔" ملیحہ نے اس کی سائیڈ لی۔

"کوئی زبردستی نہیں چلے گی۔ ہر فیصلہ میزاب کی خوشی اور مرضی سے ہونا چاہیے۔" انس آفریدی نے کہا اور کھڑا ہوگیا۔

"جی بھائی صاحب آپ سوچ سمجھ کر جواب دیجیے گا۔" رائمہ آفریدی نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ گھر آگئے۔ گھر پہنچتے ہی اس نے شارم کو فون کیا تھا۔

"شارم اگر برا نہیں مانو تو ملیحہ سے بات کروادو۔"

"تم میزاب کمال سے بھی بات کرسکتے ہو میں برا نہیں مانوں گا۔" وہ ہنستا تھا۔

"[illegible] کم۔" ملیحہ کی آواز میں حیرانی تھی

"وعلیکم السلام میزاب کمال نے کیا جواب دیا۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دیں گے جناب۔" اس کی [illegible]

چینی پر ملیحہ مسکرادی۔

"وہ جواب بڑے دیں گے مجھے میزاب کمال کا جواب چاہیے مجھے پتا ہے تم اس کا جواب جانتی ہو۔" اس کے اتنے یقین سے کہنے پر ملیحہ ہنستی چلی گئی۔

"دیکھو ملیحہ میرے ہاتھ میں ایک کرسٹل کی ایش ٹرے ہے۔ اگر ان کا جواب انکار میں ہوا تو میں ابھی آ کر یہ ایش ٹرے ان کے سر پر ماروں گا لیکن اگر ان کا جواب اقرار میں ہوا تو یہ ایش ٹرے میں اپنے سر پر ماروں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" ملیحہ حیران رہ گئی۔

"دیکھو یار اگر اس نے انکار کیا تو اس کا مطلب ہے میں اسے اچھا نہیں لگتا اور کسی نارمل شخص کو میں برا نہیں لگتا تو یہ ایش ٹرے اس کے سر پر مار کر اس کا دماغ ٹھکانے لگاؤں گا لیکن اگر اس کا جواب اقرار ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ میں اسے کبھی برا نہیں لگا بس میں ہی سمجھ نہیں سکا تو میں جو ہر کسی کو سمجھنے کا دعوا کرتا ہوں تو اس میں غلط ثابت ہونے پر ایش ٹرے اپنے سر پر مار کر اپنا دماغ ٹھکانے لگاؤں گا۔" ملیحہ ہنستی ہی چلی گئی۔

"او کے جناب تو ایسا کریں کہ یہاں آجائیں اور یہاں آکر وہ ایش ٹرے اپنے سر پر مارلیں مجھے ایسے سین دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔" ملیحہ کی بات پر اس کا سانس بحال ہوا تھا ملیحہ نے فون بند کردیا تھا اور مسکرا کر آنکھیں موند لیں۔

"افوہ یہ اتنی صبح صبح کون رنگ کررہا ہے۔" بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے موبائل کان سے لگایا۔

"انس بھائی انس بھائی۔" ملیحہ کی گھبرائی آواز پر [illegible] آنکھیں جھٹکے سے کھلی تھیں۔

"کیا ہوا ملیحہ۔" صبح کے ساڑھے نو بجے کا ٹائم اور ملیحہ کی گھبرائی ہوئی آواز اس کا دماغ کام نہیں کررہا تھا کہ [illegible] وہ تکیوں کی ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔

"ہنی اپنی ماما کے پاس ابروڈ جارہی ہے۔"

"اوہ [illegible] اور [illegible] سب [illegible] میں کی محترمہ۔" اس نے [illegible] سے پوچھا۔

"ہم سب کی زبردستی پر بھی وہ کبھی وہاں نہیں گئی اور اب جارہی ہے تو واپس آنے کے لیے نہیں۔"

"کیا......؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔ "مگر کیوں ملیحہ۔"

"ہمیں کچھ بھی نہیں بتارہی ہے بس ایک بات کہ "میں نے کبھی برا نہیں کیا اور اس میں بھی ہمارا بھلا ہے۔" اس کا اس میں کچھ بھلا نہیں ہے یہاں چھوٹی تائی نفرت کرتی ہیں اور وہاں خالو ناپسند کرتے ہیں اور وہ اگر ہمیشہ کے لیے جارہی ہے تو آئی نو وہ ہمیشہ خالہ کے ساتھ نہیں رہے گی بلکہ کہیں اور شفٹ ہوجائے گی۔" ملیحہ نے وضاحت دی۔

"او کے میں کچھ کرتا ہوں۔" اس نے گہرا سانس لیا۔

"کہاں ہے میزاب کمال۔" اس نے گھر پہنچ کے ملیحہ سے پوچھا تھا۔

"روم میں ہے اپنے۔" ملیحہ نے جواب دیا۔

"چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھر نہیں چھوڑا کرتے۔" وہ چونک گئی۔ اک پل کے لیے اس کے پیکنگ کرتے ہاتھ رک گئے تھے اس نے پلٹ کے دیکھا سامنے انس جارحانہ تیور لیے کھڑا تھا۔

"دیکھو انس۔" اس کی آواز بھرآئی۔

"رونا نہیں ہے دیکھو میں نے مما کو اتنی جلدی بہو لانے کی اجازت صرف اسی لیے دی کہ تم یہاں رہوگی تو ٹارچر ہوگی اور روؤ گی تمہارے رونے سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اسی لیے میں اپنی پڑھائی مکمل ہونے سے پہلے شادی کررہا ہوں اب پلیز جو بھی کہنا ہے وہ بنا روئے کہنا ہے۔" اس نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور میزاب کمال چونک گئی وہ سارے غم جو آنسوؤں کا سبب تھے جانے کہاں کھو گئے ساتھ رہ گئی تو چاہے جانے کی خوشی۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ اگلے پل وہ چونکی انس آفریدی کی زندگی میں میزاب کمال کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ یہ طے تھا۔

"انس میرے ماں باپ اگر بچپن میں مر گئے ہوتے تو میں [illegible] کہ اگر میرے ماں باپ ہوتے تو مجھ سے پیار [illegible]

کرتے۔ یہ سوچ مجھے کہیں نہ کہیں قرار دیتی لیکن میرے ماں باپ زندہ ہیں' اپنی اپنی دنیاؤں میں مگن ہیں' مجھے کبھی چین نہیں آیا' میں نے بچپن سے اپنے ماں باپ کی بے اعتنائی اور دوری سہی ہے' میں اس کی عادی بھی ہوگئی ہوں۔ اب مجھے اپنے ماں باپ کی کوئی ضرورت نہیں' ان کے بغیر مجھے جینا آگیا ہے۔ ایک لڑکی کی خوشی کا سبب ماں باپ کے بعد اگر کوئی ہوتا ہے تو وہ اس کا شوہر ہوتا ہے اور میں ایسے شخص سے کیسے شادی کرلوں' جس کی بہت جلد مجھے بے اعتنائی سہنی پڑے۔ اس کی دوری پر تو میں جی ہی نہیں سکوں گی۔ انس آفریدی میں جی جلا کر جینا نہیں چاہتی ہوں۔" اس نے سر جھکا کر اپنی انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔ انس آفریدی نے کئی لمحے تک اسے بڑے غور سے دیکھا۔ اس نے ایک بار نظریں اٹھائیں مگر اسے اپنی جانب دیکھتا پاکر پھر نظریں جھکالیں۔

"مجھ سے شادی کے بعد بہت جلد تمہیں میری بے اعتنائی سہنی پڑے گی یہ تمہیں کیوں کر لگا؟" وہ آپ جناب بھول گیا' اس پل اسے اس لڑکی پر ہمیشہ سے زیادہ غصہ آرہا تھا۔

"بہت جلدی اکتا جانے کی عادت جو ہے انس آپ کو...... تو آپ مجھ سے بھی جلد ہی اکتا جائیں گے......" وہ چونکا اس سے یہ شکایت صرف دو عورتوں کو ہوئی تھی ایک مما اور دوسری دعا آفریدی۔ مما نے اس سے نہیں کہا یہ طے تھا۔

"دعا آفریدی تمہیں تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے غصے سے کہا۔

"انس آپ دعا کو کچھ نہیں کہیں گے وہ میری بہت اچھی دوست ہے اگر اس نے مجھے کچھ بتایا ہے تو وہ میری بھلائی کے لیے ہے۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بھلائی' آپ کی بھلائی اسی میں ہے کہ آپ [illegible] چپ ہی رہیں۔" انس نے غصے سے کہا۔

"آپ اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں' اگر آپ مجھے وضاحت دیں گے تو میرے دل سے [illegible] ہو جائے گا۔"

وہ جتنا غصے میں تھا اسے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ واقعی دعا آفریدی کو کچھ نہ کہہ دے' دعا اس کی کالج فرینڈ تھی پھر کالج کے بعد ان کا رابطہ صرف فون پر ہی رہ گیا تھا۔ لیکن ایک بات تھی اور وہ یہ کہ دعا اس کی بہت مخلص دوست تھی۔ رات اس کا فون آیا تھا اور اس نے بتایا کہ اسے رائمہ آفریدی نے انس آفریدی کے رشتے کے بارے میں بتایا ہے اور لڑکی کا نام سن کر وہ چونکی تھی۔

"وضاحت دوں' وہ بھی تمہیں' تم اس قابل ہو کہ تمہیں کچھ بتایا جائے۔ تم مجھ سے کچھ بھی پوچھے بنا مجھے چھوڑ کے جارہی تھیں۔ اگر ملیحہ مجھے عین لمحات میں فون نہیں کرتی تو...... اب تمہاری سزا یہ ہے کہ کوئی وضاحت نہیں ملے گی تمہیں۔ اب اٹھو اور چلو میرے ساتھ۔" اس کے غصے پر وہ لب بھینچے رہ گئی۔

"مگر کہاں......؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑے روم سے نکالا اور ملیحہ کو بتا کر باہر نکل آیا' کچھ دیر بعد وہ انس لاج میں تھے۔

"ہنی۔" رائمہ آفریدی جو کمرے میں انس آفریدی کو تاپا کر کال کرتے کرتے تھک کر اس کے انتظار میں باہر لان میں چلی آئی تھیں اسے دیکھ کر چونکیں۔ "سنبھالیں انہیں۔" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر رائمہ آفریدی کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا کچھ بتاؤ گے مجھے۔" انہوں نے اسے خود سے لگاتے ہوئے انس سے پوچھا۔

"ان سے پوچھیں بتائیں گی یہ خود ہی۔" انس نے کہا۔

"کیا ہوا ہے ہنی تم ہی بتاؤ۔" وہ باہر نکل گیا جبکہ وہ لاؤنج میں بیٹھی رہ گئی اور پھر اس نے اٹک اٹک کر انہیں سب کچھ بتادیا' وہ کتنے لمحے بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی تھیں۔

"ہنی آپ کا خوف اپنی جگہ بیٹا لیکن اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے ایک بار تو مجھ سے یا انس سے بات کرلی تھی۔ ہنی یہ سچ ہے کہ انس بہت جلد چیزوں سے اکتا جاتا ہے مگر آج تک وہ جن چیزوں سے تنگ آیا ہے ان سے

کبھی اس نے محبت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کی محبت کے دائرے میں صرف میں اور فیضان ہیں وہ ہم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ بعض اوقات ہم اکتا جاتے ہیں پتا ہے ہنی میں تو ہوں کے لاکھ اصرار پر بھی ان کے ساتھ کچھ کھا نہیں سکتی کیونکہ گر میں اس کے بغیر کھانا کھالوں تو انس بھوکا رہتا ہے۔ اب میں اس سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ اسے بھوکا نہیں دیکھ سکتی۔ آج تک ہم سے کچھ دنوں کے لیے بھی الگ نہیں ہوا اس کے دوست کہیں گھومنے کا ٹرپ کرتے ہیں تو یہ ہمیں بھی ساتھ لے کر جاتا ہے اور اب اس دائرے میں تمہارا اضافہ ہوگیا ہے۔ تم یقین کرو کہ تم اس سے اکتا جاؤ گی لیکن وہ تم سے کبھی نہیں' کیونکہ اس نے تم سے محبت کا دعویٰ کرلیا ہے۔" وہ بے اختیار سسک اٹھی' وہ یہ کیا کرنے جارہی تھی وہ اتنی چاہتوں کو' محبتوں کو دیوانگیوں کو چھوڑ کر کہاں جارہی تھی۔

"مجھے تکلیف دینے کا اچھا طریقہ ہے ناں۔" وہ دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا تھا اس نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"مما اپنی لاڈلی کو لے کر آجائیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

"چلو ہنی ہم نے ناشتا تک نہیں کیا۔" اس نے ٹائم دیکھا ایک بج رہا تھا وہ اٹھ کر ان کے ساتھ آگئی۔ انہوں نے خاموشی سے لنچ کیا تھا۔

"انس ہنی کو گھر چھوڑ آؤ۔"

"نہیں آنٹی میں چلی جاؤں گی۔" وہ بے اختیار [illegible] تھی۔ انس آفریدی نے [illegible] رائمہ آفریدی [illegible]

"مما آپ نے پچھلی بار کہا تھا کہ یہ [illegible] ہے۔"

[illegible] انہوں نے کہا تو وہ منہ بنا کے رہ گیا۔

"ہنی آج کے بعد مجھے مما کہنا ہے اور ہمیشہ انس کے [illegible] جانا ہے۔"

"جی [illegible] نے انس آفریدی کو دیکھتے ہوئے

اثبات میں سر ہلایا تھا اور وہ اس کے یوں اپنی طرف دیکھتے رہنے پر حیران رہ گیا تھا۔

"اللہ حافظ مما۔" ایسی سعادت مندی' وہ چونک گیا۔

"اللہ حافظ جان۔" مما نے اسے پیار کیا' انس آفریدی گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔

"تم سے محبت ہوگئی ورنہ
ہم تو وہ خود سر کہ اپنی بھی تمنا نہ کریں"

کار کو مین گیٹ سے باہر لاتے ہوئے اس نے یکدم کہا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے میں کافی ڈپریس رہ چکی ہوں' ایسی حالت میں مجھے مزید تنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔" وہ نہایت سنجیدگی سے بولی تو انس آفریدی بری طرح چونک پڑا' وہ چہرے پر سنجیدگی اور نگاہوں میں بھرپور شرارت لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میزاب تم......" وہ جو یہ سمجھتا تھا کہ وہ لڑکی اس کا چہرہ دیکھنے کی روادار نہیں ہے' بے شک وہ اسے دیکھتی نہیں تھی لیکن اتنی گہرائی سے جانتی تھی پچھلی بار جب وہ اسے چھوڑنے گیا تھا تو اسے مزید تنگ نہ کرنے کے باعث چپ رہا تھا اور اب وہ اس دن کا حوالہ دے کر جتا رہی تھی کہ وہ جانے کب سے اسے جانتی ہے۔ وہ بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ وہ کتنا خوش قسمت تھا جو اسے ایسی شریک سفر ملی تھی۔ وہ اسے دیکھے گئی۔ اسے دیکھنے پر جو پہرہ اس نے اپنی نظروں پر لگایا تھا آج وہ ہٹادیا۔ کیونکہ وہ آج روحینہ کمال سے بہت فاصلے پر تھا' انس آفریدی بنا اس کی کسی کوشش کے اس کا ہوگیا تھا' پر اب اپنے اس رشتے کو حاسدوں کی بدنظروں سے بچانے رکھنے کی کوشش اسے ساری زندگی کرنی تھی۔

یہ جنوں ہے راہِ عشق کا

عظمیٰ شاہین رفیق

گلوں کی باس چمن کا نکھار زندہ رہے
دعا کرو کہ سرشتِ بہار زندہ رہے
میں ہزار بار پیوند خاک ہو جاؤں مگر
میرا وطن میرے پروردگار زندہ رہے

شاہراہ پر اس کے بڑھتے قدم ایک جھٹکے سے رکے تھے' وہ ہاتھ میں تھامے موبائل کی اسکرین کو ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ نیوز الرٹ کا چمکتا دمکتا میسج اس کے دل و دماغ کو اندھیرے میں لپیٹ رہا تھا۔ چند سیکنڈ اس کو دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اپنے اردگرد نگاہ ڈالی' دوپہر ہونے کو تھی مگر سورج کا کچھ پتا نہ تھا۔ شاہراہ پر گاڑیاں رواں دواں تھیں' انتارش نہ تھا موسم خوش گوار اور ٹھنڈا تھا مگر پاک افغان بارڈرز پر آگ برس رہی تھی۔ ارضِ پاک کے محافظ اس آگ کو اپنے خون سے ٹھنڈا کر رہے تھے۔

"سلالہ چیک پوسٹ پر نیٹو کا حملہ' 24 جوان شہید متعدد زخمی۔" سر جھٹک کر اس نے ایک بار پھر میسج پڑھا' روشن دن میں اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ لوگوں کی پروانہ کرتے ہوئے وہ فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی اور سر ہاتھوں میں تھام لیا حالانکہ اس کا حلیہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ وہ یوں سرِ راہ بیٹھ جاتی' بلیک جینز کا ٹراؤزر میرون شرٹ' بلیک اپر پر میرون اور بلیک ڈوٹس والا مفلر گلے میں لپیٹے' سر پر کیپ لیے اور ہاتھ میں موبائل تھامے وہ بہت متاثر کن لگ رہی تھی۔ کندھوں سے نیچے آتے چمک سلکی بال اس نے کیچر میں جکڑ رکھے تھے۔ گوری رنگت اور تیکھے پرکشش نقوش اور آنکھوں میں ذہانت کی چمک' اس کی شخصیت جتنی جاذبِ نظر تھی اس کا دل اس سے کہیں زیادہ خوب صورت تھا۔

"ایکسکیوز می میم! کیا سب ٹھیک ہے؟" اس نے نگاہ اوپر کی تو ٹریفک وارڈن کو پاس کھڑے پایا' اس نے نفی میں سر ہلایا اور موبائل اس کی جانب بڑھا دیا' ٹریفک وارڈن نے حیران ہوتے ہوئے موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا اور جب میسج پڑھا تو بے اختیار سر پہ ہاتھ مار بیٹھا۔

"او مائی گاڈ! حکمرانوں کی بے حسی اور بزدلی کا قرض ایک بار پھر ہمارے پاسبانوں کو چکانا پڑا۔" ٹریفک وارڈن نے موبائل اس کو واپس تھما دیا اور ہدایت کی۔

"پلیز آپ گھر جائیے اللہ بہتر کرے گا۔"

"جی!" اس نے یک حرفی جواب دیا اور اٹھ کر آگے بڑھ گئی۔ اب اس کے قدموں میں واضح سستی تھی جب کہ اس سے پہلے' اپنی منزل پر پہنچنے کے شوق میں اس کے قدم جوش سے اٹھ رہے تھے۔ "آرمی ہیڈ کوارٹرز" میں کشف غزنوی کی جوائننگ کا پہلا دن تھا۔

❀ ⁘ ❀

"کشف بیٹا' اس میں سے کیا نوٹ کر رہی ہو تم؟" وہ ایک مذہبی تنظیم کا رسالہ سامنے رکھے' پنی ڈائری میں اس میں سے کچھ نوٹ کر رہی تھی جب کہ اس کی ساتویں جماعت کی کتابیں اس کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔

"ایک نام نوٹ کر رہی ہوں مما جان!"

"کس کا۔"

نہاوند سنگھ۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟" انہوں نے حیرت سے استفسار کیا۔

"یہ انڈیا کی ایک سیاسی پارٹی کا اہم رکن ہے' اس نے قائداعظم کو بے وقوف کہا ہے' اس نے کہا ہے کہ جناحؒ ایک بے وقوف انسان تھے جس نے ازل سے ایک ساتھ رہنے والی دو قوموں کو جدا کر دیا۔"

"بیٹا! ان کا حسد اور تنگ نظری لامحدود ہے' یہ ہمیشہ سے ہمارے دشمن ہیں ان کی سوچ بدلنے والی نہیں ہے مگر اس کا نام تم کیوں نوٹ کر رہی ہو؟" انہوں نے رسانیت سے سمجھاتے ہوئے پوچھا۔

"مما جی! اس شخص نے ہمارے پیارے قائد کی شان میں گستاخی کی ہے میں بڑے ہو کر اس سے بدلہ لوں گی۔ اس کا نام ڈائری پہ اس لیے لکھ رہی ہوں کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔" اس کی ماں کی آنکھوں میں پہلے حیرت ابھری پھر اس کی بچکانہ بات پہ مسکرائیں اور اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"ابھی تمہاری عمر نہیں ہے ان فکروں میں پڑنے کی' پڑھائی پر دھیان دو بس۔" وہ کہہ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں' مگر کشف کا معصوم ذہن منصوبے بنا رہا تھا کہ میں نے اپنے عظیم قائد کو برا بھلا کہنے والے سے بدلہ کیسے لینا ہے۔ وطن کا عشق قدرت نے جی بھر کر اس کو ودیعت کیا تھا اور میٹرک تک آتے آتے یہ جذبہ اتنا پروان چڑھ گیا تھا کہ اس کی فرینڈز' کلاس فیلوز اور ٹیچرز سب کہتے تھے "کشف غزنوی کی رگوں میں خون کی بجائے پاکستان دوڑتا ہے۔"

❀ ⁘ ❀

اسکول جاتے ہوئے وہ ایک معمول کی صبح تھی جب وطن کے عشق نے اس کا چھوٹا سا امتحان لیا تھا۔ اسکول سے کچھ فاصلے پر ایک بچہ کھڑا تھا' اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی اور ٹھٹک کر رک گئی۔

"آپ پریشان ہو؟" اس نے بچے سے استفسار کیا۔ پوچھنے کی دیر تھی بچے کی آنکھیں آنسوؤں سے

لبریز ہوگئیں۔
''مجھے بتاؤ شاباش کیا مسئلہ ہے؟'' کشف نے اسے پچکارا۔
''اسکول کی فیس مجھ سے گم ہوگئی ہے' ٹیچر ماریں گی اگر آج نہ دی تو'' بچے نے روتے ہوئے کہا۔
''تو آپ ان سے کہنا میں کل لادوں گا اور کل مما سے لے کر دے دینا۔'' کشف نے مشورہ دیا۔
''مما اور پیسے نہیں دیں گی' پاپا نہیں ہیں نا تو مما بار بار پیسے نہیں دیتیں۔'' کشف کو لگا بچے کی بات نے اسے لاجواب کردیا ہو۔
''کتنی فیس ہے آپ کی؟'' کشف نے پوچھا۔
''دو سو پچاس روپے۔'' بچے نے جواباً کہا تو اس نے ایک نظر سڑک کے پار بک شاپ کو دیکھا جہاں سے اسے فزکس کی پریکٹیکل نوٹ بک خریدنا تھی اور بیگ میں سے تین سو روپے نکال کر بچے کو تھما دیئے۔
''یہ لو فیس دے دینا اور باقی پیسوں سے بریک ٹائم میں کچھ کھا لینا۔'' بچہ پیسے پکڑتے ہوئے جھجک رہا تھا۔
''مجھ سے دوستی کرو گے؟'' اس کے سوال پر بچے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی۔
''ہاں کروں گا۔''
''ٹھیک ہے آج سے میں اور تم دوست ہیں۔ دوست' دوستوں سے چیزیں لے لیتے ہیں نا' تو تم بھی یہ لے لو ٹھیک ہے نا؟'' کشف نے پیار سے کہا تو بچے نے پیسے تھام لیے۔ اس کا گال تھپتھپا کر اس نے قدم آگے بڑھا دیئے تو پھر کچھ خیال آنے پر مڑی۔
''سنو! تمہارا نام کیا ہے؟''
''مستقیم!'' بچے نے نام بتایا۔
''بہت پیارا نام ہے تم روز مجھ سے یہیں مل کر جایا کرنا ٹھیک ہے؟''
''ٹھیک ہے۔'' بچے نے جواباً مسکرا کر کہا اور چلا گیا۔
اس نے محسوس کیا تھا کہ اپنی بات منوا کر بچے کے ساتھ شیئر کیا کرے گی تو اسے خرچ کرنے کا زیادہ مزا آئے گا پھر فزکس کے پیریڈ میں ٹیچر نے نوٹ بک نہ لانے پر اس کو کھڑا کردیا۔
''کشف غزنوی! آپ کی نوٹ بک کہاں ہے؟''
''سوری میم! لانا یاد نہیں رہا۔'' اس کے جواب پر ساری کلاس نے حیرت سے اسے دیکھا' کلاس کی لائق فائق طالبہ کا جواب ان کے لیے غیر متوقع تھا۔
''اسکول آنا کیسے یاد رہ گیا؟''
''سوری میم!''
''کوئی سوری نہیں' ہاتھ آگے کرو۔'' نک چڑھی ٹیچر کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں تھی۔ ایک اسٹک ہاتھ پر لگی تو وہ زیر لب مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ پر ٹیچر اور تپ گئی' اس نے غصے میں دوسرے ہاتھ پر پہلے سے زیادہ زور سے اسٹک ماری تو اس کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔ آج کشف کا رویہ سب کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

یہ جنوں ہے راہِ عشق کا
کمال ہو گر سمجھ سکو تو

❁ ... ❁

''میں نے کہیں پڑھا تھا ہادیہ کہ ہر انسان اپنے الفاظ اور جذبات کے لیے آزمایا جاتا ہے۔ میں چاہتی ہوں پاکستان سے محبت کے لیے میں بھی آزمائی جاؤں۔'' اس کی بات پاکستان سے شروع ہوکر پاکستان پر ختم ہوجاتی تھی۔ آئی سی ایس میں جب اس نے ایڈمیشن لیا تو اسے بورڈنگ بھجوا دیا گیا تھا وہ اپنے ہاسٹل کے روم میں بیٹھی اپنی فرینڈ سے باتیں کررہی تھی۔
''تمہیں پتا ہے تم کتنی بڑی بات کررہی ہو؟ کہنا آسان ہے مگر کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کشف!'' ہادیہ نے جواب دیا۔
''مشکل ہو یا ناممکن لیکن تمہیں اتنا یقین دلاتی ہوں کہ کبھی میرے وطن نے مجھے آزمایا تو میں سرخرو ٹھہروں گی اور تم سب فخر کرو گی اپنی دوست پر۔''
ابھی وہ یہ گفتگو کررہی تھیں کہ انڈین گانے کی آواز سنائی دی۔
''برسات کے دن آئے
ملاقات کے دن آئے''
''یہ کس کے روم سے آواز آرہی ہے؟'' کشف کے منہ کے زاویے بُری طرح بگڑے تھے' اس نے بیزاری سے پوچھا۔
''شاید حمیرا کے روم سے۔'' ہادیہ نے خیال ظاہر کیا۔
''یا تو ان لوگوں کو یہ گانے بند کرنے ہوں گے یا پھر میں یہاں نہیں رہوں گی۔ آج فیصلہ ہوجائے گا۔'' کشف غصے سے روم سے باہر نکلی تو ہادیہ اس کے پیچھے بھاگی۔
''کشف رکو۔'' ہادیہ نے اسے روکنا چاہا مگر وہ حمیرا کے روم پر دستک دے چکی تھی۔
''حمیرا! میں تم لوگوں کو منع کرچکی ہوں اس پورشن میں انڈیا کا کوئی گانا نہیں چلے گا۔'' کشف نے نہایت غصے سے کہا۔
''کیوں نہیں چلے گا؟ تمہیں کیا تکلیف ہوتی ہے؟'' حمیرا غصے سے بولی۔
''یہ تکلیف تو تم لوگوں کو بھی ہونی چاہیے' تمہیں کیوں نہیں ہوتی؟ میرے ملک کا بیڑا غرق کردیا ہے ہندوستان نے' کبھی دریاؤں کا پانی روکا جاتا ہے' کبھی دہشت گردی کروائی جاتی ہے' میرے لوگوں کو مروایا جارہا ہے کشمیر میں۔ سب سے بڑھ کر میرے ملک کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا ہندوستان نے' کیا کیا بتاؤں تمہیں کہ مجھے کیوں تکلیف ہوتی ہے؟'' وہ برس پڑی۔
''ارے جس تھالی میں کھاتی ہو اس میں چھید کیوں کرتی ہو؟'' ارد گرد لڑکیاں اکٹھی ہوچکی تھیں۔ اس کے سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔
ہادیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے دبایا سا دیا۔
''ریلیکس یار!'' کشف نے گہری سانس لے کر

اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"او کے! تم لوگوں پر زبردستی تو نہیں کی جا سکتی لیکن جو میں نے کہا ہے اس پر سوچنا ضرور اور پلیز آئندہ جو مرضی سنو مگر آواز اپنے کمرے تک محدود رکھو آگے تم لوگوں کی مرضی ہے۔" سرخ چہرے کے ساتھ کہتی وہ پلٹ گئی تھی پھر وقت کے ساتھ ساتھ تعلیمی مدارج طے ہوتے گئے اور وطن کے لیے اس کی فکریں بھی بڑھتی گئیں کیونکہ ملک کے حالات کبھی ٹھیک ہو بھی جاتے تو دشمن انہیں خراب کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتا۔

اب تک زندگی میں ہمیشہ اس کی سوچوں کا مرکز اپنا پیارا وطن اور دنیا میں ہر جگہ کفار کا ظلم سہتے مسلمان تھے۔ ایسے میں عراقی صحافی منتظر زیدی کا بش کو الوداع کہنے والا جوتا دل کی تسکین کا باعث بنا تو 2005ء کا زلزلہ اور 2010ء کا سیلاب راتیں کانٹوں پر بسر کرنے کا باعث بنتا۔ ریمنڈ ڈیوس کا تین پاکستانیوں کو مارنا تو گویا اس کے اعصاب کو ڈھا گیا تھا۔ یہ خبر اس نے سرخ چہرے اور جلتی آنکھوں کے ساتھ سنی تھی مگر اس کی رہائی کی خبر سن کر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا اور وہ رو پڑی تھی۔

"کشف! کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو؟ جن کا بیٹا مرا تھا انہوں نے تو دیت کی رقم لے کر چھوڑ دیا اسے۔" اس کی چچا زاد کزن زمر نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ذلیل کر دیا ساری دنیا میں پاکستان کو ہمارے حکمرانوں نے۔" وہ بُری طرح سسک رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے پاکستان ایک مضروب شخص ہے جسے ہر کوئی مار رہا ہے اور ہم پاس کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں مگر میں تماشائی نہیں ہوں، نہیں ہوں" اس نے جیسے خود پر لگے الزام کی نفی کی۔ "میں ثابت کروں گی کہ ہم صرف تماشا نہیں دیکھتے' کوئی ہمیں ایک تھپڑ مارتا ہے تو ہم چاہے جواب میں دو تھپڑ نہ مار سکیں مگر حساب برابر ضرور کرتے ہیں۔" اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑی تھیں۔

❀ ❖❖ ❀

"کیپٹن کشف غزنوی اینڈ میجر رضا! آپ اس ایکشن کو کمانڈ کریں گے' آپ کا ساتھ دینے کے لیے آٹھ جوان ہوں گے۔" لیفٹیننٹ کرنل معراج انہیں ہدایات دے رہے تھے' یہ انتہائی اہم میٹنگ تھی۔

"ایک بات یاد رکھنا اگر تم نے ان اثاثوں کے بدلے اپنی جان کی پروا کی تو پاکستان تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا' موت پر غالب آنا ایک مجاہد کی سب سے بڑی فتح ہے اور یہ فتح ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو یہ جان لیتے ہیں کہ ان کی زندگی اور موت صرف اللہ کے لیے ہے۔" انہوں نے بات کا اختتام کرتے ہوئے سب کی رائے جاننا چاہی۔

"یس سر!" ان سب نے مشترکہ سیلوٹ کیا تھا۔

"اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔" اس کے ساتھ ہی لیفٹیننٹ کرنل معراج نے میٹنگ برخاست کر دی۔

❀ ❖...❖ ❀

"کہوٹہ اٹامک پاور پلانٹ!" سے ایک جدید اہم فارمولا دشمن لے اڑا تھا اور حساس ادارے چوکنا ہو گئے تھے' انہیں اپنے بقیہ فارمولاز' پروجیکٹس اور سیکریٹس خطرے میں لگ رہے تھے۔ کیپٹن کشف غزنوی نے جلد ہی اپنی ذہانت' حب الوطنی اور فرض شناسی سے حساس ادارے کی نظروں میں اپنا مقام پیدا کر لیا تھا چنانچہ اس غدار کو پہچاننے اور انجام تک پہنچنے کا حساس ترین کام اسے سونپا گیا تھا۔ اس نے جلد ہی آستین کے سانپ بلکہ سانپوں کو ڈھونڈ لیا تھا اور جب رپورٹ ڈائریکٹر کے پاس گئی تھی تو انہیں بھی یقین نا محال ہو گیا تھا کہ میر جعفر میر صادق ان کی صفوں میں موجود ہیں۔ ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ تھا' وہ [illegible] ایکٹر کو بھی خدانخواستہ نقصان پہنچا سکتے تھے اور اب [illegible] نجانے کون کون سے راز چند روپوں کے عوض ہمسایہ ملک کو دے چکے تھے۔ ان کے خلاف کارروائی کی تیاری بھی بہت خفیہ طور پر کی گئی تھی۔ منتخب شدہ قابل بھروسہ لوگ تھے اور سرفہرست کیپٹن کشف غزنوی کا نام تھا جس نے اصرار کر کے اپنا نام اس کارروائی کے لیے دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں تین افراد پلانٹ کے اندر سیف میں ایک بم ڈیزائن کوڈی کوڈ کر رہے تھے اور سیکیورٹی سسٹم لگتا تھا انہوں نے مفلوج کر دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی وفاداری پر کسی کو شک نہیں ہو سکتا مگر درحقیقت پہلے سے زخموں سے چُور ملک کا گلا دبا دینا چاہتے تھے۔ میجر رضا اور کیپٹن کشف غزنوی اپنی ٹیم سمیت ان کے لیے موت کا پیغام بن کر آئے تھے۔

"ہینڈز اپ!" کیپٹن کشف نے کڑک دار آواز میں حکم دیا تھا۔ ان تینوں کی آنکھوں میں خوف کم اور حیرت زیادہ تھی۔ کیپٹن کشف غزنوی کے ساتھ دو جوان تھے باقی میجر رضا کے ساتھ باہر تھے' انہیں کیپٹن کشف غزنوی کی ہدایت پر اندر آنا تھا مگر اندر کی صورت حال ایسی تھی کہ ان کو بلانے کا وقت نہ تھا جو کرنا تھا اسی وقت کرنا تھا کیونکہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر فارمولاز صرف اپنے Send ہونے کا انتظار کر رہے تھے' ان تینوں نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا پھر زوردار آواز میں قہقہہ لگایا۔

"اگر جان پیاری ہے تو تم لوگ ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔" ان میں سے ایک نے حقارت سے اپنی کنپٹی پر دھرا پسٹل پرے دھکیلا۔

"ورنہ" اسی لمحے ایک پسٹل کیپٹن کشف کے کان سے آ لگی۔ کشف نے مڑ کے دیکھنے کی زحمت نہیں کی اس کے خون نے ابال کھایا اور اس نے ٹریگر دبا دیا۔ اپنے ساتھی کو گرتے دیکھ کر بقیہ تین نے فوری ایکشن لیا۔ کشف غزنوی کے دل پہ گولی لگی تھی۔ جواب میں کشف نے ان دونوں کی ٹانگوں پر فائر کیے تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور مریں بھی نہ' انہیں زندہ رکھنا ضروری تھا۔ انہوں نے گرتے گرتے کشف پر دو فائر کیے تھے۔ فائرنگ کی آواز سن کر میجر رضا فوراً اندر آئے تھے اور اندر کا منظر ان کی توقع کے بالکل خلاف تھا۔ کیپٹن کشف غزنوی اور ایک جوان گولیوں سے چھلنی ہو چکے تھے۔ ایک مجرم بھی مر گیا تھا اور باقیوں نے ہاتھ کھڑے کر دیے تھے۔

"ایمبولینس کو کال کرو فوراً!" میجر رضا نے چیخ کر آرڈر دیا تھا مگر کشف غزنوی نے انہیں اشارے سے اپنے قریب بلا لیا۔ انہوں نے کشف کا سر اپنے گھٹنوں پہ رکھا۔

"سر! میں تماشائی نہیں ہوں میری ماں کو بتا دیجیے گا اس کے جگر کا ٹکڑا دھرتی ماں پر قربان ہوا ہے۔ میرے وطن نے میری محبت کو قبولیت بخشی ہے۔" کہتے کہتے اس نے بڑے سکون سے آنکھیں موند لی تھیں اور میجر رضا بے یقینی سے اس کے چہرے کو تکتے رہ گئے تھے۔

"کاش کیپٹن کشف غزنوی! پاکستان کچھ عرصہ اور آپ کی محبت سے مہک سکتا۔" انہوں نے کشف غزنوی کے جسد خاکی کو مخاطب کیا' ان کی آنکھوں میں نمی تھی۔

پورے وطن کو' افواج پاکستان کو' اس کے ماں باپ' رشتے داروں' دوستوں سب کو کشف غزنوی پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔ پرچم میں لپٹا تابوت اس کے گھر پہنچا تو حساس ادارے کی ساری انتظامیہ ساتھ تھی۔ انہوں نے کشف کی ماں کو سیلوٹ پیش کیا۔ میجر رضا جو سارے واقعات کے چشم دید گواہ تھے' ان کے منہ سے بس یہ نکلا تھا۔

"ہم نے خیرات میں تو یہ پھول نہیں پائے ہیں
خونِ جگر دیا ہے تو بہار آئی ہے
خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے"

❀

رُوحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

صائمہ محمود.... شور کوٹ

جواب:(۱) سورۃ اخلاص پانی پر دم کر کے پلائیں 21 مرتبہ۔

(۲) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کریں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

سائرہ۔ ج.... ضلع چکوال

جواب: بی بی جو کچھ بھی آگے ہوگا رشتہ کے سلسلہ میں وہ آپ کے حق میں بہت بہتر ہوگا۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

خانیوانہ جھنگ

جواب: استخارہ آپ خود کرلیں۔ آگے پریشانیاں آسکتی ہیں۔

تحریم.... سرگودھا

جواب: (۱) مغرب اور عشا کی نماز کے بعد سورۃ فلق' سورۃ الناس 9,9 مرتبہ۔ پانی پر دم کر کے پلائیں روزانہ۔

(۲) عشاء کی نماز کے بعد سورۃ فلق 11 مرتبہ پڑھ کر دعا کیا کریں۔

صفیہ پروین.... ضلع، ملتان

جواب: ہر نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "یاباسط" 11 مرتبہ پڑھا کریں۔

سبق یاد کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم 21 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

مہرین.... شاہ نکڈر

جواب: بعد نماز فجر اور عشا سورۃ والضحیٰ 21 مرتبہ اول وآخر 7,7 مرتبہ درود شریف پڑھتے وقت مقصد بھی ذہن میں ہو۔ استخارہ کرلیں۔

شبنم، فیروزہ

جواب: رشتہ کے لیے: سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (بہنیں خود پڑھیں) دعا بھی کریں۔

بشریٰ النساء.... بھمبھمر روڈ چھمب

جواب: سلم قولا من رب رحیم بعد نماز فجر 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف مسائل اور جائز حاجات کے لیے۔

آسیہ.... نواب شاہ

جواب: بعد نماز عشا ایک تسبیح "استغفار" ایک تسبیح "درود شریف"

فوزیہ مہناز.... نواب شاہ، بھکر

جواب: رشتہ کے لیے: بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز مغرب اور عشاء سورہ فلق' سورۃ الناس 9,9 مرتبہ۔

مصباح جب سوجائے اس کے سرہانے کھڑے ہوکر 41 مرتبہ سورۃ العصر پڑھیں ہلکی آواز میں۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (مدت 3 ماہ)

نگینہ زمان

جواب: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز مغرب اور عشا سورۃ فلق' سورۃ الناس 9,9 مرتبہ۔

وظیفہ نمازوں کے مقررہ وقت پر پڑھیں۔ کامیابی ضرور ملے گی۔ ان شاء اللہ (مدت 3 ماہ)

صدقہ بھی دیں۔

نویرہ احمد.... آزاد کشمیر

جواب: رکاوٹیں ہیں۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز مغرب اور عشا سورۃ فلق' سورۃ الناس 9,9 مرتبہ (بہنیں خود پڑھیں) صدقہ بھی دیں۔

اسماء کرن.... کلور کوٹ

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم 21 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ جب سبق یاد کرنے بیٹھیں۔

انمول فاطمہ.... چندی پور

جواب: (۱) نماز کی پابندی کریں' دعا کریں۔

(۲) بعد نماز عشا سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف دم کریں۔

عثمان.... فیصل آباد

جواب: سورۃ "القلم" روزانہ پڑھا کریں پورے جسم پر دم کریں۔

ظل ہما.... فیصل آباد

جواب: (۱) ناصر کے سرہانے کھڑے ہو کر سورۃ العصر پڑھا کریں۔ 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف جب وہ سوجائے۔ نیت: [illegible] دار بن جائے۔

(۲) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کردیا کریں اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

(۳) استخارہ کرلیں۔

(۴) آیات شفاء پانی پر دم کر کے پیا کریں روزانہ 7 مرتبہ۔

ص۔ ر۔ مرزا.... گجرات

جواب: (۱) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف' چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

(۲) سورۃ شمس 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز فجر پانی پر دم کر کے پلائیں روزانہ۔ وظیفہ آپ کرلیں۔

ل۔ ب.... میانوالی

جواب: ناریل کا تیل سر پر لگایا کریں۔

شگفتہ کوثر.... ضلع بہاولپور

جواب: فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دانتوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پڑھیں پانی

پردم کرکے بھی پئیں۔
مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ فلق‘ سورۃ الناس 9,9 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

راحیلہ پروین ۔ ضلع راولپنڈی

جواب: بعد نماز عشاء آیت کریمہ 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں جوتی میں بہتر ہو جائے۔

امینہ فردوس ۔ مانکیالہ مسلم

جواب: رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74‘70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔
بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف تمام مسئلوں کے لیے دعا کریں۔

صاعقہ زاہد ۔ فیصل آباد

جواب۔(۱)‘(۲) بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں معاشی/گھریلو مسائل کے لیے۔
(۳) مکمل میڈیکل چیک اپ کروائیں۔

ناہید اختر..... حیدر آباد

جواب: فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جسمانی بیماریوں کے لیے پورے جسم پر دم کریں۔ ورزش کریں۔

س مصظفر گڑھ

جواب۔ سورۃ والضحیٰ فجر اور عشاء کی نماز کے بعد 41,41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

محمد ارشد ضلع جہلم

جواب: بعد نماز فجر سورۃ رحمن کی تلاوت کیا کریں۔ مثبت سوچ رکھیں۔

ثمینہ النساء ۔ ضلع چکوال

جواب: سورۃ فلق‘ سورۃ الناس 21,21 مرتبہ۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔
پانی پر پڑھ کر گھر کے تمام افراد کو پلائیں روزانہ۔

صبا

جواب: ماں باپ کی خدمت کیا کریں۔

ثانیہ ساقی ۔ ضلع چکوال

جواب: بندش ہے۔ بعد نماز عشا سورۃ فلق 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف دونوں پڑھیں۔ پانی پر دم کر کے بھی پئیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ (3 ماہ تک)

گل رعنا

جواب: بعد نماز مغرب سورۃ فلق‘ سورۃ الناس 11,11 مرتبہ۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کر کے سب بچوں کو پلائیں روزانہ۔
رشتوں کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74‘70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (بچیاں خود پڑھیں تو بہتر ہے ورنہ آپ کرلیں)
جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

ریحانہ صابر ۔ کراچی

جواب۔ رشتے میں رکاوٹ ہے صدقہ دیں۔ سورۃ فلق‘ سورۃ الناس 9,9 مرتبہ ہر نماز کے بعد بچی پڑھے۔
شوہر کو سورۃ شمس پانی پر دم کرکے پلائیں۔ 21 مرتبہ روزانہ اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔

رضیہ بیگ

جواب: رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74‘70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔
علی حیدر جب سو جائے اس کے سرہانے کھڑے ہو کر سورۃ العصر پڑھیں 41 مرتبہ اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔ نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائے۔ (مدت 3 ماہ)

عدیل حسن ۔ شیخوپورہ۔

جواب ۔ گلزار آپ سے مخلص نہیں ہے۔ ملازمت کے لیے ''سورۃ القریش'' پڑھیے۔ تسبیح روزانہ ۱۱۔۱۱ درود شریف۔

محمد قاسم...... راولپنڈی۔

جواب:۔ بچے کا نام بدل دیں نام کا کافی اثر ہے۔ بچے پر برے اثرات ہیں جس کی وجہ سے پریشانی رہتی ہے۔ صبح و شام آیۃ الکرسی‘ الفاتحہ‘ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 7-7 مرتبہ پڑھ کر بچے پر دم کریں روزانہ اول و آخر 3-3 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ ایک بار بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر یا کھوپرے کے تیل پر روزانہ ایک بار ''سورۃ الزمر'' پڑھ کر دم کریں یہ تیل پر دم کر کے سر کی مالش کریں (نیت پڑھتے ہوئے کہ بخار میں جو جھٹکے لگتے ہیں یا سر میں جو بھی مسئلہ ہے وہ ختم ہو) 3 ماہ تک۔

ش۔م جدل پور۔

جواب:۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا. 313 مرتبہ نماز عشاء 11-11 مرتبہ درود شریف۔ جو مسائل ہیں ان کا تصور رکھ کر پڑھیں۔

ثمینہ طاہر ۔۔ کیروالا

سوال:۔ آداب! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ میری ہمشیرہ کی شادی کو چھ سال ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک بچہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹروں کو چیک کروایا ہے۔ وہ کہتے ہیں ٹیوبیں بند ہیں۔ آپریشن کروائیں۔ لیکن ہم آپریشن نہیں کرواتے۔ مہربانی سے کوئی عمل بتائیں۔ تاکہ میری ہمشیرہ اولاد کی نعمت سے فیض یاب ہو سکے۔

جواب:۔ قل یحیھا الذی انشا ھا اول مرہ. 313 مرتبہ بعد نماز عشاء مریض خود پڑھے۔ 11-11 مرتبہ درود شریف دعا کریں شفاء کی صدقہ بھی دیں۔ 3 ماہ تک پڑھنا ہے۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے ماہ اپریل ۲۰۱۳ء

نام ...... والدہ کا نام ...... گھر کا مکمل پتا

کب سے کون سے مسئلے میں پریشان ہیں

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

ذیشان بھٹی لاہور سے لکھتے ہیں کہ میری کیفیت کے مطابق دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ حمل کے پہلے ماہ CALCIUM PHOS-CH کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پلا دیں۔ ایک بار کافی ہے ان شاء اللہ مراد بر آئے گی۔

وقاص اکبر چنیوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ AGNUS CAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زاہد سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ CONIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پی لیا کریں۔

زینت ضیاء گجرات سے لکھتی ہیں کہ شادی کو ڈیڑھ سال ہو چکا ہے اولاد سے محروم ہوں تمام ٹیسٹ درست ہیں۔ ماہانہ نظام کے اخراج میں درد بہت ہوتا ہے میرا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اللہ سے دعا کریں مراد بر آئے گی یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے حاصل کرلیں۔

ثروت جہاں وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن 90 کلو ہے اس کی وجہ سے کئی مشکلات ہیں۔ مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTLACCA-Q اور FUCUSVES-Q کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔

شہلا اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ سر میں خشکی بہت ہے بال جڑ سے اکھڑ رہے ہیں لمبے بھی نہیں ہوتے روکھے ہیں اس مسئلہ کا حل بتائیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

صبا اشفاق چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ GRAPHITE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ط ارشد خان چکوال سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن کی بہت زیادتی ہے بہت بڑھے ہوئے لٹکے ہوئے ہیں اس کے علاوہ سیلان الرحم حد سے زیادہ ہے۔ پوشیدہ اعضاء پر بال بہت زیادہ ہیں۔ ٹانگوں پر بہت زیادہ موٹے بال ہیں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور ALUMINA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔ APHRODITE کے لیے 900 روپے اور BREAST BEAUTY کے لیے 550 روپے ارسال کردیں ادویات آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔ کزن کے لیے CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اس کے استعمال سے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ بہن کے لیے OPIUM 30 کے پانچ قطرے رات سوتے وقت روزانہ دیں اور PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں یہ ادویات کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی۔

محمد ماجد زمان بہاولپور سے لکھتے ہیں مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں کوئی نسخہ تجویز کردیں۔

محترم آپ CANTHRES 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نادیہ تشکیل حاصل پور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ SABALSERULALTA کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے ولمار شواب جرمنی کی سیل بند خریدیں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں آپ کو دوا لگانے کی گھر پہنچ جائے گی۔

مہوش وفا ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت عرصہ سے گر رہے ہیں لمبے بھی نہیں ہوتے کوئی دوا بتائیں کہ بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں والدہ کے بازو و گردن میں ایک سال سے درد ہے۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ والدہ کو RHUSTOX 50 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں۔

حنا شہزادی لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے وزن 70 کلو ہے اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ اس کے علاوہ قد بڑھانے کے لیے CALCPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BERIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔

ام ... سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 16 سال ہے ماہانہ نظام خراب ہے۔

محترمہ آپ SENECIOAURIUS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ناصرہ اعجاز بہاول نگر سے لکھتی ہیں کہ میری بچی 4 ماہ کی ہوگئی ہے باہر کا دودھ پیتی ہے کمزور بہت ہے اور میں بھی بہت کمزور ہوں۔

محترمہ آپ KALIPHOS 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بچی کو بھی دو قطرے ایک چمچ پانی میں ڈال کر تین وقت دیں۔

مدثر گل ملتان سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ثریا کنول خان پور کٹورہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آتی۔ نیند کی دوا کھانے سے آنکھوں کے گرد حلقے ہوگئے ہیں کوئی مناسب دوا بتائیں۔

محترمہ آپ COFFEA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں جب نارمل نیند آنے لگے تو دوا کا استعمال روک دیں۔

عاصمہ محسن فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ بالوں میں بہت خشکی ہے دو شاخہ ہیں جڑ سے ٹوٹتے ہیں پکے ہیں لمبے نہیں ہوتے سفید بھی ہو رہے ہیں۔ بہن کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے چہرے پر دانے بہت نکلتے ہیں رنگ گورا کرنے کی بھی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ 1200 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو HAIR GROWER کی دو بوتل ارسال کردی جائیں گی آپ دونوں بہنوں کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ بہن کو GRAPHITE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں دانے ختم ہوجائیں گے ان شاء اللہ۔ رنگ گورا کرنے کے لیے JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پندرہ دن میں ایک بار دیں۔

خالد رضا کوٹ مومن سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیلا یرقان ہے اور پر نارمل کام ہے۔

محترم آپ CHELIDONIUM 30 کے

پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں مرغن غذا سے پرہیز کریں۔

پروین اختر لیہ سے لکھتی ہیں کہ دمہ کی کیفیت ہے نزلہ سانس کی نالیوں میں گرتا ہے اور بیٹی کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کو الرجی ہے۔ چھینکیں بہت آتی ہیں ناک وآنکھ سے پانی بہتا ہے۔

محترمہ آپ NATRUM SULF 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور بیٹی کو POTHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

کرامت سبحانی وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ میرا عضو خاص پتلا کمزور ہے خصیوں کی گروتھ بھی رک گئی ہے۔

محترم آپ AGNUS CAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں

ایم نشاط لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گھنے اور سلکی تھے مگر اب گر رہے ہیں اور بہت روکھے اور بے جان ہوگئے ہیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کے بالوں کا مسئلہ ان شاءاللہ حل ہوجائے گا۔

انیلا اکرم فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے مسئلے کا بھی حل بتائیں۔

محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں B BEAUTY ارسال کردیا گیا ہے۔

اسد طارق پشاور سے لکھتے ہیں کہ بال تیزی سے گر رہے ہیں۔ ہیئر گروور لگا رہا ہوں کوئی کھانے کی دوا بھی بتائیں۔ والدہ چہرے کے بالوں کے لیے ایفروڈائٹ استعمال کر رہی ہیں ان کے لیے بھی کھانے کی دوا بھی بتائیں۔

محترم آپ ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں والدہ کو OLIUMJACC3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھلائیں۔

عبدالکریم عابد گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

حامد چوہدری لاہور سے لکھتے ہیں کہ بال بہت گرتے ہیں ہیئر گروور کیا میں بھی استعمال کرسکتا ہوں۔

محترم آپ ہیئر گروور استعمال کریں گے تو بال گرنا بند ہوں گے اور نئے بال پیدا ہوں گے گھنے اور مضبوط بال ہوجائیں گے۔

کرن منیر بٹ لاہور سے لکھتی ہیں میرے شوہر کا معاملہ ہے عکس کیفیت لکھ رہی ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ انہیں ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

لاریب فاطمہ لیہ سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پہ بال ہیں آپ کو خط لکھا تھا آپ کو نہیں ملا دوسرے میرے سر کے بال بہت گر رہے ہیں۔

محترمہ اس کے لیے خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی آپ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے پتے پر ارسال کردیں آپ کو دونوں دوا، میں گھر پہنچ جائیں گی۔

سید احتشام الحق پشاور سے لکھتے ہیں کہ بالوں کے مسئلے سے دوچار ہوں بال بہت ہلکے ہیں سر کی جلد نظر آتی ہے کیا ہیئر گروور استعمال کرسکتے ہیں۔

محترم آپ ہیئر گروور منگالیں اس کے کوئی مضر اثرات نہیں ہیں ان شاء اللہ بال بہت گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

تیمور عباس سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور STAPHISGARIA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

گڑیا بشیر سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پر دانے نکلتے ہیں اور بال بھی ہیں کیا میں APHRODITE استعمال کرسکتی ہوں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔

شارق زمان حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شاء انجم مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے اور چہرہ پر نشانات ہیں رنگ گورا کرنے کی بھی کوئی دوا بتا دیں۔

محترمہ آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

ن س راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاءاللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

روما حاصل پور سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن کی بہت کمی ہے اس کا علاج بتائیں اور یہ بتائیں کہ ان دواؤں کے مضر اثرات تو نہیں ہیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATTA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس پر لکھی ترکیب کے مطابق استعمال کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا ہومیو پیتھک ادویات کے مضر اثرات نہیں ہوا کرتے۔

عمران قادر رحیم یار خان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں 3 ماہ کا استعمال کافی ہوگا۔

مسز گل شیر ناز ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ ایفروڈائیٹ کے متعلق پڑھا اس کے کوئی مضر اثرات تو نہیں ہوتے اس کو منگانے اور استعمال کرنے کا طریقہ ضرور لکھیں۔

محترم اس کے کوئی مضر اثرات نہیں ہوتے سرکاری لیبارٹری وزارت صحت سے ٹیسٹ شدہ ہے منگانے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں اپنا پتا مکمل لکھیں آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ ترکیب استعمال بوتل پر لکھی ہوگی ان شاء اللہ فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

نوٹ: ماہنامہ آنچل کے دفتر سے کچھ منی آرڈر ایسے وصول ہوئے ہیں جس کی سلپ پر کوئی نام پتا یا رقم، مطلوبہ دوا کا نام کچھ نہیں لکھا ہے ان لوگوں سے درخواست ہے جنہوں نے آنچل کے پتے پر رقم ارسال کی ہے وہ اپنی منی آرڈر کی رسید بمعہ مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام لکھ کر ڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں تاکہ ان کو دوا ارسال کی جاسکے اور آئندہ رقم صرف ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک والے پتے پر ہی ارسال کریں شکریہ۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے 021-36997059۔ ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850۔

خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

مٹر پاپڑی چاٹ

اجزاء:

مٹر	آدھا کپ
سفید زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
سونف	آدھا چائے کا چمچ
کھٹائی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
چاٹ مسالا	آدھا چائے کا چمچ
ہینگ	ایک سے دو چٹکی
ہری مرچ	دو عدد
چینی	آدھا چائے کا چمچ
لیمن جوس	ایک کھانے کا چمچ
پاپڑی	سو گرام
سیو	سو گرام
ہرا دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
پیاز (باریک کتری ہوئی)	دو کھانے کے چمچ
مکھن	ایک چائے کا چمچ
آئل	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے)	حسب پسند

ترکیب۔

[illegible] منٹ کے لیے پانی میں ابالیں اور پھر [illegible] سونف اور زیرہ اس میں بھونیں [illegible] اور باریک کتری ہوئی ہری

مرچیں اس میں شامل کر کے چند سیکنڈ تک بھونیں اب مٹر بھی شامل کریں اور ساتھ ہی کھٹائی پاؤڈر' چاٹ مسالا' چینی اور نمک ڈال دیں دو تین منٹ تک ان چیزوں کو بھونیں اور آخر میں مکھن اور لیمن جوس بھی ڈال دیں۔ اب اس چاٹ کو باؤل میں منتقل کریں اور کتری ہوئی پیاز اور ٹماٹر کے علاوہ اوپر سے پاپڑی اور سیو اس میں شامل کر دیں۔ ہرے دھنیے سے گارنش کر کے پیش کریں۔

(عظمٰی کنڈی... گل امام)

افغانی چاول اور سبزیوں کا رائتہ

اشیاء:۔

چاول (باستی)	ایک کلو
گوشت (بون لیس)	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
لہسن (پسا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
ادرک (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ (ثابت)	20 گرام
لونگ	20 گرام
دار چینی	20 گرام
سونف	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
سرکہ	آدھا کپ
سویا سوس	ایک تولہ
کالی مرچ (پسی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
گھی	ڈیڑھ پاؤ

ترکیب۔

چاولوں کو پکانے سے ایک گھنٹہ پہلے چاولوں کو بھگو لیں [illegible] گوشت کی یخنی تیار کر لیں اب باریک کٹے ہوئے [illegible]

گھی میں سرخ کریں اور ساتھ ہی سفید زیرہ بھی ڈال دیں' تھوڑا سا پانی چھڑک کر ادرک پیسٹ' لہسن پیسٹ' کالی مرچ (ثابت)' لونگ' دار چینی' نمک' سونف اور پسی ہوئی کالی مرچ بھی ڈال دیں' تھوڑا سا بھون کر سرکہ اور سویا سوس ڈال دیں۔ اب گوشت میں سے یخنی الگ کر کے اس میں گوشت ڈال کر دو منٹ تک بھونیں اب چاولوں کے ناپ کے مطابق اس میں یخنی ڈال دیں' جب ابال آجائے تو اس میں چاول ڈال دیں تھوڑی دیر پکنے کے لیے رکھیں اور پھر بیس منٹ کا دم دے دیں اور ڈش میں ڈال کر سبزیوں کے رائتہ کے ساتھ نوش فرمائیں۔

سبزیوں کا رائتہ

اجزاء:۔

دہی	آدھا کلو
ہرا دھنیا (پیسٹ)	آدھا کھانے کا چمچ
لہسن (پیسٹ)	آدھا چائے کا چمچ
گاجر	دو عدد (چھوٹی)
آلو (ابلا ہوا)	ایک عدد (بڑا)
مٹر (ابلے ہوئے)	ایک پاؤ
بند گوبھی (باریک کٹی ہوئی)	آدھی پیالی
کھیرا (قتلے)	تین عدد (بڑے)
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے)	آدھا پاؤ
پیاز (کٹی ہوئی)	دو عدد (بڑی)
کالی مرچ (پسی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
چنے (ابلے ہوئے)	ایک پیالی

ترکیب:۔

دہی کو اچھی طرح پھینٹ لیں پھر اس میں دھنیا پیسٹ اور کالی مرچ' لہسن پیسٹ ڈال کر مکس کریں اور ساری سبزیاں اور چنے ڈال دیں اور چاول سے نوش فرمائیں۔

(فرح زینب...... ملتان)

بھیل پوری

اجزاء۔

آلو	آدھا کلو
سیو	ایک پاؤ
بھنی چنے کی دال	ایک پاؤ
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
ہری مرچ	چار عدد
ابلے ہوئے کابلی چنے	دو کپ
لیموں کا رس	چار کھانے کے چمچے
پاپڑی	چھ عدد

ترکیب:۔

ڈش میں سیو' چنے کی بھنی ہوئی دال' ابلے ہوئے کابلی چنے اور آلو (ابال کر چوکور کاٹ لیں) ڈالیں۔ پاپڑی کا چورا کر کے ڈال دیں پھر ہرا دھنیا اور ہری مرچیں کتر کر ڈالیں اور لیموں کا رس ملا کر چمچے سے خوب اچھی طرح مکس کر لیں۔ ایک کپ دہی میں ایک چائے کا چمچ چینی' آدھا چائے کا چمچہ کٹا ہوا زیرہ اور حسب ذائقہ نمک ملا کر چٹنی بنائیں۔ ایک کپ املی کے گودے میں ایک چائے کا چمچ چینی' آدھا چائے کا چمچ کٹی ہوئی مرچ اور حسب ذائقہ نمک ملا کر املی کی چٹنی بنائیں۔ ان دونوں چٹنیوں کو بھیل پوری کے اوپر ڈال کر ہلکے ہاتھ سے مکس کریں اور مزے دار بھیل پوری سے لطف اندوز ہوں۔

(طیبہ نذیر۔ ۔ شادیوال گجرات)

چنے کی دال کا حلوہ

اجزاء۔

دال چنا آدھا کلو	نیم گرم پانی سے دھو کر ایک گھنٹہ تک بھگو دیں
پستے بادام بیس عدد	چھیل کر باریک کاٹ لیں

چھوٹی الائچی دس ایک چمچ چینی کے ساتھ پیس لیں
عدد

اخروٹ — آدھی پیالی (باریک کاٹ لیں)
کشمش — پندرہ عدد
چینی — دو پیالی
خشک دودھ — دو پیالی
گھی — ڈھائی پیالی

ترکیب:۔
بھیگی ہوئی دال کو ابال لیں کہ بکھری بکھری رہے' جب دال گل جائے تو پانی نکال کر ٹھنڈی کر لیں اور پیس لیں۔ ایک کڑاہی میں گھی گرم کریں جب گرم ہو جائے تو الائچی ڈال دیں' خوشبو آنے لگے تو دال ڈال کر بھونیں' آنچ ہلکی رکھیں' جب دال کا رنگ براؤن سا ہونے لگے تو دودھ' چینی' اخروٹ اور کشمش ڈال کر چمچ ہلاتے رہیں۔ حلوے کو اتنا بھونیں کہ گھی الگ ہونے لگے' گھی بالکل الگ ہو جائے تو چولہا بند کر دیں' ایک بڑی تھالی میں چکنائی لگا کر حلوہ پھیلا کر ڈال دیں۔ پستے' بادام اوپر سے سجائیں۔ جب حلوہ ٹھنڈا ہو جائے تو چھری سے ٹکڑے کاٹ لیں۔

(فریحہ شبیر ۔ شاہ کدڑ)

رومن چکن

اجزاء:۔

نوڈلز — دو کپ
مٹر — چوتھائی کپ
پالک — ایک کھانے کا چمچہ
مرغی — ایک کپ (بون لیس)
نمک — حسب ذائقہ
کالی مرچ پاؤڈر — چوتھائی چائے کا چمچہ
لہسن (کرش کیا ہوا) — آدھا چائے کا چمچہ
ادرک (کرش کی ہوئی) — آدھا چائے کا چمچہ
تیل — ایک کھانے کا چمچہ

وائٹ سوس کے لیے

تیل — تین کھانے کے چمچے
میدہ — ایک کھانے کا چمچہ
نمک — حسب ذائقہ
کالی مرچ پاؤڈر — چوتھائی چائے کا چمچہ
دودھ — ڈیڑھ کپ
کریم — تہائی کپ
پنیر — تہائی کپ (چوپ کیا ہوا)
چائنیز نمک — ایک چائے کا چمچہ

ترکیب:۔
نوڈلز کو نمک اور چائنیز نمک کے ساتھ ابال لیں' حتیٰ کہ نوڈلز نرم ہو جائیں۔ اس کے بعد نوڈلز کو چھان کر ایک طرف رکھ دیں۔ مٹر' پالک اور پانی کا بلینڈ کر کے ایک طرف رکھ دیں۔ ایک کڑاہی میں ایک کھانے کا چمچہ تیل گرم کریں۔ اس میں مرغی' نمک اور کالی مرچ پاؤڈر ڈال کر فرائی کریں۔ مرغی گولڈن براؤن ہو جائے تو ادرک اور لہسن مکس کر دیں۔ اس کے بعد مٹر اور پالک کا مکسچر ڈال کر مزید ایک منٹ فرائی کر لیں' چولہا بند کر دیں' مکسچر پر نوڈلز ڈال کر ایک طرف رکھ دیں۔

وائٹ سوس کے لیے:۔
ایک سوس پین میں تیل گرم کریں' اس میں میدہ نمک اور کالی مرچ ڈال کر فرائی کریں۔ پیسٹ تھوڑا ابلنے لگے تو دودھ اور کریم ڈال کر مسلسل چمچہ چلاتے رہیں۔ سوس گاڑھا ہو جائے تو پنیر اور چائنیز نمک ڈال کر مکس کریں۔ پنیر اچھی طرح مکس ہو جائے تو پین کو چولہے سے اتار لیں۔ نوڈلز پر ٹاپنگ کر کے کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

(بیگم فرحت زبیر ۔ ناظم آباد' کراچی)

اٹالین سیلڈ

ضروری اجزاء:۔

باسمتی چاول — (پکے ہوئے) چار کپ
سیب — ایک عدد

لیموں کا رس — ایک کھانے کا چمچہ
خربوزہ (چھوٹے سائز کا) — ایک عدد
مکھن — ایک کھانے کا چمچہ
لہسن کا جوا — ایک عدد
مرغی کا گوشت — ایک کپ (ابلا ہوا)
انڈے (ابلے ہوئے) — دو عدد

پارسلے' گارنشنگ کے لیے

دہی — پانچ کھانے کے چمچے
مایونیز — تین کھانے کے چمچے
زیتون کا تیل — ایک کھانے کا چمچہ
نمک' سیاہ مرچ پاؤڈر — حسب ذائقہ

ترکیب:۔
چاولوں کو ایک بڑے سلاد باؤل میں ڈالیں اور کانٹے یا ہاتھ کی مدد سے چاولوں کو توڑ لیں۔ سیب کو چھیل کر اس کے چھوٹے کیوبز کاٹ لیں اور ایک باؤل میں ڈال کر اس پر لیموں کا رس چھڑکیں اور مکس کریں۔ خربوزے کے بھی اسی طرح چھوٹے کیوبز کر کے سیب میں شامل کر دیں۔ ایک چھوٹے سوس پین میں مکھن پگھلا کر اس میں لہسن ڈال کر فرائی کریں۔ اس کے بعد فرائنگ پین میں گوشت ڈال کر پانچ منٹ کے لیے تلیں اور اس آمیزے کو سیب اور خربوزے والے باؤل میں ڈال دیں۔ ہلکا سا مکس کر کے ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔

ڈریسنگ کے لیے:۔
دہی' مایونیز' زیتون کا تیل' نمک اور سیاہ مرچ پاؤڈر کو بلینڈر میں ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ ڈریسنگ کی آدھی مقدار گوشت اور سیب والے آمیزے پر' باقی چاولوں پر ڈالیں' اب گوشت والا آمیزہ چاولوں کے اوپر ڈالیں۔ سرو کرنے سے پہلے تیس منٹ تک دم دیں' ابلے ہوئے انڈوں اور پارسلے سے گارنش کر کے سرو کریں۔

(ندا مہرین ...... کراچی)

ایگ فرائیڈ رائس

اجزاء:۔

چاول آدھا کلو — (بغیر نمک والے پانی میں ابال لیں)
انڈے پھینٹے ہوئے — چار سے پانچ عدد
ہری پیاز — آدھا کپ
ہری مرچیں — چند عدد
گاجر — آدھا کپ
مٹر — آدھا کپ
نمک — حسب ذائقہ
چائنیز نمک — دو چائے کے چمچے
سفید مرچ پاؤڈر — دو چائے کے چمچے
چائنیز سویا سوس — دو کھانے کے چمچے
تیل — آدھا کپ
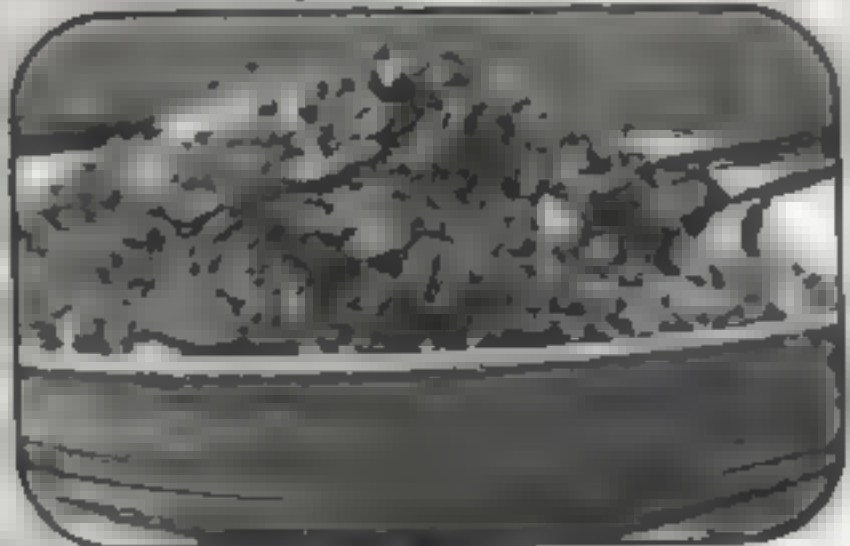
ترکیب:۔
گاجر' مٹر' ہری پیاز کو چوکور کاٹ لیں۔ سبزیوں کو ہلکا سا ابال لیں اور ٹھنڈے پانی میں ڈال دیں' تھوڑی دیر بعد سبزیوں کو پانی سے نکال دیں۔ تیل گرم کریں' اس میں انڈے ڈال کر فرائی کر لیں حتیٰ کہ انڈے سیٹ ہو جائیں' اسے ایک طرف رکھ دیں۔ آدھی سبزیاں انڈوں میں ڈال دیں اور مکس کر لیں۔ اس کے بعد آدھے چاول ڈال کر پکائیں' اس کے بعد بچی ہوئی سبزیاں اور چاول ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ آخر میں چائنیز سویا سوس' سفید مرچ پاؤڈر' نمک' چائنیز نمک اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کریں۔ تھوڑی دیر دم پر رکھ کر گرم گرم سرو کریں۔

(نزہت جبین ضیاء ...... ملیر کراچی)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

ماسک کا استعمال چہرے کو نئی شادابی عطا کرتا ہے

آج کل گھریلو ماسک تیار کرنے کا رجحان فروغ پارہا ہے۔ گھر میں بنائے جانے والے ماسک میں ایک فائدہ ضرور ہے وہ یہ کہ آپ کو اپنی جلد کے تقاضوں کے مطابق اس میں لچک رکھنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ گھریلو ماسک استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنی جلد کی نوعیت سے بخوبی آگاہ ہوں۔ بہت سے ماسک' پھلوں' سبزیوں' انڈوں' دودھ اور وٹامن سے بھی تیار کیے جاتے ہیں۔

گاجر کا ماسک

گاجر کا پانی نکال لیں اور فریج میں رکھ دیں۔ جب ٹھنڈا ہوجائے تو روئی کی مدد سے چہرے پر لگائیں۔ یہ عمل دن میں تین مرتبہ کریں' رنگ گورا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

انڈے کا ماسک

ایک انڈہ لیں' ایک لیموں میں انڈہ توڑ کر اس کی سفیدی اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس میں لیموں نچوڑ کر اچھی طرح مکس کریں اور چہرے پر لگالیں۔ پندرہ منٹ تک لگائیں' بات چیت بالکل نہ کریں۔ پھر دھولیں۔ یہ ماسک خشک جلد کے لیے ہے۔

خشک جلد کے لیے ماسک

ملتانی مٹی' ہلدی اور تین قطرے زیتون کا تیل اسکن ٹانک کے چند قطرے ملا کر پندرہ منٹ تک چہرے پر لگا رہنے دیں یا بادام پیس کر دودھ میں ملا کر چہرے پر لگائیں' تیس منٹ بعد چہرہ دھولیں۔

چھائیوں کے لیے ماسک

بادام' ہلدی' دودھ اور لیموں استعمال کریں۔ بادام پیس کر اس میں ہلدی اور دودھ ملا کر پیسٹ بنالیں اور چند قطرے لیموں کے ڈال لیں یہ ماسک بہت مفید ہے۔

چہرے کی جھریاں دور کرنے کا ماسک

مٹی کی ایک کوری پیالی میں ایک چمچہ بالائی اور دو تین بادام اچھی طرح دھو کر صاف کرنے کے بعد اس سے چہرے کی ہلکی پھلکی مالش کریں پھر روئی کو آہستہ آہستہ چہرے پر پھیریں اور پھر باقی مرہم لگا کر سوجائیں' صبح اٹھ کر بیسن سے منہ دھولیں یا پھر بکری کا کچا دودھ لے کر اس میں آدھا لیموں نچوڑ لیں' دودھ پھٹ جائے گا' اس پھٹے ہوئے دودھ کو سوتے وقت اچھی طرح چہرے پر مل لیں' یہ چہرے کی جھریاں دور کرنے کا شرطیہ طریقہ ہے۔

آنکھیں رنگ و روپ کا آئینہ

عورت کی آنکھیں اس کے روپ کا آئینہ ہوتی ہیں۔ ان آنکھوں کا اپنا روپ رنگ اور بناوٹ ہوتی ہے' کسی کی آنکھیں بڑی ہوتی ہیں تو کسی کی چھوٹی۔ آج کے دور میں میک اپ کے فن نے اس قدر ترقی کرلی ہے کہ انہیں اپنی مرضی کے روپ میں ڈھالا جاسکتا ہے۔

یہاں ہم آنکھوں کے میک اپ کے حوالے سے چند کارآمد باتیں پیش کررہے ہیں۔

چھوٹی آنکھوں کو بڑا روپ دینے کے لیے

پلکوں کے اوپری کناروں سے کریز لائن تک پیلا آئی شیڈ لگائیں۔ کریز پر گہرا گرے رنگ استعمال کریں' اس کے بعد پیلا رنگ کریز سے لے کر بھنوؤں کی ہڈیوں تک دوبارہ لگائیں۔ پلکوں کی سمت ترچھا لے کر بھنوؤں کو باہری کنارے تک لائیں' کریز لائن کو بلینڈ کریں' اس حد تک کہ وہ ہائی لائن سے گھل مل جائے' اس کے بعد ڈارک گرے سے پلکوں پر لائن لگائیں اگر آپ سفید رنگ استعمال نہیں کررہیں تو اندرونی رم کلر استعمال نہ کریں۔ مسکارا زیادہ استعمال کریں۔

لٹکی ہوئی اوپری پلکوں کو کیسے درست کریں

اوپری لٹکی ہوئی پلکوں کو درست کرنے کے لیے کریز لائن میں گہرا رنگ استعمال کریں۔ اس گہرے رنگ کو

بھنوؤں کی ہڈیوں تک لے جائیں۔ گہرا رنگ پلکوں کو سکیڑتا ہے' ہلکا رنگ پلکوں کو کھولتا ہے' مسکارا زیادہ استعمال کریں' باہری کناروں پر چند مصنوعی پلکیں بھی لگائی جاسکتی ہیں۔

پلکوں کے جھکے ہوئے کناروں کے لیے

پلکوں کے جھکے ہوئے کناروں کو درست کرنے کے لیے آئی شیڈ اور ہائی لائٹر کا استعمال باہری کناروں کے پاس روک دیں' پلکوں کے نچلے حصے کو گہرے رنگ کی کوہل پینسل سے لائن کرتے ہوئے اوپری باہری کنارے تک لگائیں۔ پلکوں کے اوپری حصے پر مسکارا زیادہ لگائیں۔

گول آنکھوں کو لمبی شکل دینے کے لیے

گول آنکھوں کو لمبا' بادامی روپ دینے کے لیے ایک شیڈ کو پوری پلکوں پر لگائیں۔ اندرونی پلکوں کے اوپری حصے سے آغاز کرتے ہوئے ترچھی سمت میں اوپری طرف بھنوؤں کی ہڈیوں تک شیڈ لگائیں۔ شیڈ کو نچلی پلکوں کے نیچے اور اس کے آس پاس صرف باہری کناروں پر لگائیں۔ مسکارا آنکھوں کے باہری حصے پر استعمال کریں۔

آنکھوں کو کھولنے کے لیے

سب سے پہلے آپ اس بات کا جائزہ لیں کہ آپ کی بھنویں بیچ سے ترچھی تو نہیں ہیں' کناروں سے بھنوؤں کے درمیان تک برو بون ہائی لائٹر استعمال کریں پھر اپنے آئی شیڈ کو بیس سے برو بون تک لائیں۔ ساتھ ہی ساتھ آنکھوں کے اوپری اور نیچے کے باہری کناروں کی فید رنگ کرویں' اوپری نچلی سطح پر اندرونی کناروں سے تہائی حصے پر آئی لائنر لگائیں' اوپری اور نچلی پلکوں کے باہر دو تہائی حصے پر زیادہ مسکارا لگائیں۔

سکڑی ہوئی اوپری پلکوں کو چوڑا کرنے کے لیے

اس کے لیے ایک ہی میڈیم کے ٹون آئی شیڈ کو استعمال کرتے ہوئے اسے برو بون کے نزدیک لائیں' اس شیڈ کو نچلی پلکوں کے باہر کے ایک تہائی حصے کو ہائی لائٹ کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور اسی سے اس کی آؤٹ لائن بھی بنائی جاسکتی ہے۔ نیلی پینسل سے نچلی پلکوں کی کوروں کو لائن کرلیا جس سے اوپری پلکوں کے سکڑے ہوئے ہونے پر کسی کا دھیان نہیں جاتا۔ مسکارا استعمال کریں مگر لہردار مصنوعی پلکیں استعمال کرنے سے گریز کریں۔

بھنوؤں اور پلکوں کی دیکھ بھال

یاد رکھیں کہ پلکوں کے بال بہت نازک ہوتے ہیں اس لیے ان کی دیکھ بھال میں خاص طور پر احتیاط برتنا ضروری ہوتا ہے۔ رات کو میک اپ اتارتے وقت پلکوں کے اردگرد رگڑنا نہیں چاہیے۔ ٹشو پیپر کی مدد سے نچلی پلکوں کو آہستگی سے دبا کر میک اپ دور کیا جاسکتا ہے۔ آنکھیں بند کرکے آئی ریموور ہیڈ سے یہ میک اپ صاف کیا جاسکتا ہے۔

موٹی شکل کی پلکوں کے لیے اور بھنوؤں اور پلکوں کے درمیان جگہ کے لیے مسکارا لگانے سے پہلے لوز پاؤڈر استعمال کریں اوپری حصے پر پہلی پرت جڑ سے سرے تک لگائیں۔ دوسری پرت اندرونی حصے سے جڑ تک لگائیں' ایک کے بعد دوسری پرت لگانے کے لیے مسکارا سوکھنے کا انتظار کریں۔ نچلے حصے کے لیے ایک ہلکی پرت باہری کناروں پر لگانا کافی ہوگا۔

اگر آپ کی بھنوؤں میں سوکھا پن ہے تو ویسلین یا ہیر جیل کی مدد سے انہیں نرم کیا جاسکتا ہے۔ اگر بھنویں درست ہیں تو انہیں پینسل سے بار بار لائن نہ کریں بلکہ قدرتی روپ دینے کے لیے ہلکے بھورے یا گہرے رنگ کی پینسل استعمال کریں اور اس کے بعد برش کریں۔ اگر آپ کی بھنویں آپ کے بالوں کے رنگ سے زیادہ گہرے رنگ کی ہیں تو انہیں ہلکا رنگ دینے کے لیے فیشل ہیئر بلیچنگ احتیاط سے استعمال کریں۔

اے کاش

اے کاش مجھے نیند کوئی پھر سے سلادے
میں کیا؟ کون؟ کہاں ہوں مجھ کو بھلادے
ہے وطن کی حالت کہ پکارے ہی چلے جاتی ہے
اے مالک کون ومکاں ایک اور جناح دے
یہ نفرت یہ خون یہ وحشت کے نظارے
ہے فریاد یہ خالق سے ان سب کو مٹادے
یہ پنجابی' سندھی بلوچ یہ پختون
اٹھے کوئی مردِ مسلماں' جو انہیں قوم بنادے
کشمیر کی لٹتی اجڑتی چلاتی ہیں مائیں
آئے کوئی رستم جو ان کو پناہ دے
ظلم کی بجلی جو گرتی ہے کابل پر
آئے کوئی عمر اور ان کو سزا دے
اپنوں کو ہی کرتی ہے اپنوں کو یہ بھرتی ہے
اپنوں کو میرے مولیٰ بصیرت کی نگاہ دے
یہ وقت کی حقیقت پہ رکھے ہاتھ کوئی مجھ کو رلادے
اے کاش! مجھے نیند کوئی پھر سے سلادے

شاعر: رائے رب نواز رائے ...... پنجاب

آج پھر لہولہو ہے میرے شہر کا آنگن......!

آج پھر لہولہو ہے
میرے شہر کا آنگن
بکھری پڑی ہوئی ہیں جا بجا نعشیں
خون میں لٹی ہوئی کلمہ طیبہ کو ترسی ہوئی
ہوا میں بارود کی مہک کا اثر طاری ہے
کہ اپنے ہی محافظ اب شکاری ہیں
کہ وہ بچہ......
جسے آئے ہوئے چند سال ہی گزرے
اس کی آنکھوں میں
موت کا
سایہ بیمی کا خوف چھایا ہے
کہ ظالموں نے اب کہ
میرے شہر کا اک اک چولہا بجھایا ہے
روشنی
جس شہر کا مقدر ٹھہری تھی
ہر سو جہاں خوشیاں رقص کرتی تھیں
جہاں کے لوگ ہر اک دن نئی امید
نئے ولولے کے ساتھ گھر سے باہر قدم رکھتے تھے
ہاں اب وہی لوگ
سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے جاگ جاتے ہیں
لاکھوں جتن کے بعد بھی خود کو
باہر جانے پہ راضی نہ کر پاتے ہیں
مایوسی خوف موت ..
ان کے جسم وجان پر اس طرح حاوی ہے
کہ......!
اک اک لمحہ ایسا گزرتا ہے
کہ شاید اب یہاں گولی چلے گی
کسی بے آسرا بے گناہ کی دنیا لٹے گی
کہ اب اس شہر پہ
اندھیرے بادلوں کا سایا چھایا ہے
جو مسلسل گرجنے کے بعد بھی اک ترنگ سے گرجتے ہیں
عذاب الٰہی نما لگتے ہیں
جا بجا عام بے حیائی
چوری زنا جھوٹ کی شہنائی
ادب واخلاق سے خالی پڑھائی
فیشن پرستی کے لبادہ میں لٹی ہوئی سر عام عزت
کفر وشرک میں لٹے ہوئے ہم لوگ
جو اس شہر کے باسی
اشک ندامت وتوبہ سے عاری
کہ اب بھی وقت باقی ہے
ندامت توبہ کا لبادہ اوڑھ کر
ربِ الٰہی کو راضی کر لیں
کہ یہ جو آج پھر لہولہو ہے
میرے شہر کا آنگن
جسم سے جان نکال لیتا ہے
کہ اب بے حسی کو چھوڑ کر
متحد یک جان ہو کر فرض دھرتی نبھانا ہے
محبت سے توبہ سے اس شہر روشنی کو بچانا ہے

سمیہ اعزل ...... کراچی

پیارے ابو جی کے نام

سنو دوستو! بچھڑ گئی ہے مجھ سے وہ ہستی
جس نے چلنا مجھے سکھایا تھا
کتاب کا پہلا حرف اسی نے پڑھایا تھا
دکھوں میں ہنسنا مجھے سکھایا تھا
دھوپ میں سائبان تھا میرا
جلتی زمین پر آسمان تھا میرا
میں گرتی تو مجھ کو وہ تھام لیتا تھا
ہر مصیبت میں آسرا تھا میرا
میری رگوں میں خون کی طرح بہنے والے
وہ میرے بابا' میرے ابو
میری جان! یقین اور مان تھے میرا

شگفتہ خان...... بھلوال

غزل

جہاں کبھی محبتوں کا ابر برستا تھا
اب وہاں لہو اہلِ وطن کا بہتا ہے
جس میں خوشبو شامل تھی شہیدانِ وطن کی
اب اس مٹی میں آہوں کا دھواں رہتا ہے
اب اس خاک میں گل ولالہ کھلیں بھی تو کیسے
جس خاشاک میں سسکیوں کا جہاں رہتا ہے
برگ گل میں محبت کا ابر برسے بھی کیسے
جہاں برہنہ توپوں تلواروں کا سماں رہتا ہے
کھینچ لے جو اس سفینہ لہو کو موج دریا سے
اس قوم میں وہ جیالا بھی اب کہاں رہتا ہے
اب حرفِ دعا باقی' حرفِ ندا بے اثر
باقی صرف مقرر کا شعلہ بیاں رہتا ہے
اک خوف چھپا ہے طلوعِ سحر سے غروبِ آفتاب تک
اور اک حقیقت بھی اب تو گماں رہتا ہے
دہشتوں کی یہ زمین جلاوطنی سے اچھی ہے
کہ یہ محبتِ وطن یہاں رہتا ہے

عدیلہ طارق ...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

سفر میں زندگی کے کوئی بھی رستہ نہیں دیتا
[illegible]
یہاں ہر رنج وغم درد والم خود ہی اٹھاتا ہے
کسی کو اپنی خوشیوں کا کوئی لمحہ نہیں دیتا
اسی کو جاگنا ہے رت جگے جس کا مقدر ہیں
کسی کو اپنی آنکھوں کا کوئی سپنا نہیں دیتا
اٹھانا ہے ہمیں زندگی کا بوجھ مرنے تک
کہ جب تک زندگی ہے کوئی بھی کاندھا نہیں دیتا
کیا تھا اعتبار اک شخص پر اس دن کو روتا ہوں
کوئی اپنا بنا کر یوں بھی دھوکا نہیں دیتا
خدا ہی ہے جو رکھتا ہے ہمیں اپنی پناہوں میں
کسی کے واسطے کوئی یہاں پہرا نہیں دیتا
گلہ تہذیب غیروں کا کسی سے کس لیے کیجیے
یہاں تو ساتھ مشکل میں کوئی اپنا نہیں دیتا

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

غزل

میری متاعِ حیات تم تھے
سنو! کل کائنات تم تھے
یخ بستہ موسم' تنہائی اور ہم
جیتے سرما میں ساتھ تم تھے
تمہارے بن ہیں اداس شامیں
حسرتوں کے لمحات تم تھے
باوضو جس کو پڑھا تھا ہم نے
سچ کہوں تو صلوٰۃ تم تھے

سیدہ حبیبا عباس کاظمی ...... تلہ گنگ

خودکش حملہ

جب بھی ظلم بڑھا ہے حد سے
ظالم کے ہاتھ لہو سے لال ہوئے ہیں
جبر ہوا ہے معصوموں پر اور پردے پامال ہوئے ہیں
ایسے میں کچھ لوگوں پر کہ جن پر جبر ہوا ہے
جن کا سب کچھ طوفان کی نذر ہوا ہے
حساس کی سولی پر چڑھنے سے پہلے اپنے جسموں پر بارود سجا کر
اپنے رشتے ناتے اور پہچان بھلا کر خودکش حملہ کر دیتے ہیں
اپنی آنکھ کے سارے آنسو
کتنی آنکھوں میں بھر دیتے ہیں!

[illegible]

غزل

آنکھوں میں کوئی غم کا ستارا نہ کر سکے
ہم لوگ تیرے خواب گوارا نہ کر سکے
دل کی تمام حسرت ادھوری ہی رہ گئی
محفل میں ذکر پھر بھی تمہارا نہ کر سکے
ہم نے کسی کو چاہا تھا شاید تمام عمر
لیکن ہم عشق تم سے دوبارہ نہ کر سکے
تم سے تعلقات کی رسمیں تو اب بھی ہیں
دل سے تو لاکھ چاہا کنارا نہ کر سکے
راشد کسی کے عشق میں زخموں کے باوجود
اس کے بغیر ہم تو گزارا نہ کر سکے

راشد ترین... مظفر گڑھ

غزل

نیلا نیلا گہرا پانی
دیکھو کتنا گہرا پانی
خواب سہانے ٹوٹ گئے جب
پھر آنکھوں سے کھیلا پانی
چاروں جانب جل تھل جل تھل
پھر بھی دیکھو پیاسا پانی
میں نے اس کا حال جو پوچھا
اس کی آنکھ سے نکلا پانی
ساری فصلیں سوکھ گئی ہیں
کس نے کس کا روکا پانی
امرت جیسا میں نے پایا
ساجن تیرے ہاتھ کا پانی
دور سفر سے آیا ہے وہ
رانا اس کو دینا پانی

قدیر رانا . راولپنڈی

دکھ

وہ لڑکی
جسے اپنی نیند بہت پیاری تھی
جو کبھی نیند ٹوٹنے پر
خفا ہو جاتی تھی
اب وہی لڑکی

کسی کی یاد میں
ساری رات جاگتی ہے

دلکش مریم چنیوٹ

ہم محبت کی نظم لکھتے ہیں

ہم محبت کی نظم لکھتے ہیں
تتلیاں، پھول، ہوا، خوشبو
چاند، بادل، ستارے، صبا اور تُو
بجلیاں، بارشیں، گھٹا، ہر سو
تیری آنکھیں، خواب، حیا اور تُو
مسکراتے لب، شوخ، چنچل قہقہہ کو بہ کو
تری آواز، ترا لہجہ، تیری ادا کی خو
جیسے کوئی اپسرا، کوئی حور ناہو بہو
تجھ کو سوچیں تو ہوش ہی کھو دیں
ہم جب محبت کی نظم لکھتے ہیں
تجھ کو اک بار سوچ لیتے ہیں
دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تجھے
اور پھر نظم میں سموتے ہیں
ہم محبت کی نظم لکھتے ہیں
گویا
تجھے حرفوں میں ڈھال دیتے ہیں

سباس گل ... رحیم یار خان

غزل

چار سو تنہائیاں ہیں اور اک اکیلا میں
روبرو رسوائیاں ہیں اور اک اکیلا میں
ڈوبتا جاتا ہوں اب تو ساحلوں کے آس پاس
کس قدر گہرائیاں ہیں اور اک اکیلا میں
جلترنگ جو شادمانی کے تھے سب خاموش ہیں
درد کی شہنائیاں ہیں اور اک اکیلا میں
سارے رشتے کھو چکے ہیں دھوپ کی لہر میں
ہر طرف پرچھائیاں ہیں اور اک اکیلا میں
سوچتا رہتا ہوں اکثر اس کے بارے میں ندیم
اس کی بزم آرائیاں ہیں اور اک اکیلا میں

شفیق احمد ندیم...... گلشن اقبال، کراچی

حسرت

بہارِ تازہ کے ہاتھ تھامے
برستے بادل کی بارشوں میں
مہکتے آنچل کو سر پہ اوڑھے
کوئی گلابوں کی خالی شاخوں پہ
اپنے ہونٹوں سے پھول ٹانکے
پیغامِ صبحِ نوید پڑھ کے
کوئی تو آنکھوں کی سرزمیں سے
سسکتی کلیوں کے موتی چن کے
پیاسے ہونٹوں کے مقبروں پر
گلاب رنگوں کے ہار ڈالے
کوئی شفق کے اداس دل سے
میری محبت کا نوحہ بن کے
پکڑ کے کرنوں کی انگلیوں کو
تاریک راتوں کے کاغذوں پر
جگنوؤں سے لکھے اجالے
کوئی تو ہم کو بھی اتنا سوچے
کہ خود کو ہم پر ہی وار ڈالے
کوئی تو اتنا لپٹ کے روئے
کہ اب کے ہم کو ہی مار ڈالے

آصف مجبور... سرگودھا

دل کی خواہش ہے کہ

دل کی خواہش ہے کہ
کوئی یوں آ ملے
زرد موسم میں بھی پھول کھلنے لگے
راستے خود ہمیں لے کے چلنے لگے
اس کی سنگت میں دنیا بھی جنت لگے
[illegible] جب اس کی نظریں پڑیں
دھڑکنیں ساز کی تار ہونے لگیں
درد گانے لگے، مسکرانے لگے
خواب آنکھوں کی چوکھٹ پہ رقص کریں
رات بھر ہم اسے بیٹھے تکتے رہیں
باتیں کرتے رہیں
باتیں سنتے رہیں
چاند تکتا رہے رات ڈھلتی رہے
دل کی خواہش ہے کہ
کوئی یوں آ ملے
پھر جدائی نہ ہو بے وفائی نہ ہو
میں جو چپ بھی رہوں میرے دل کی سنے
ساتھ ہنسنے لگے ساتھ رونے لگے
دنیا جلنے لگے
دل کی خواہش ہے بس
دل بھی پاگل ہے بس

شہلا خان... جہانگیرہ، پشاور

جستجو

اک جستجو مسلسل میں
ہمیشہ میں نے
سفر لا حاصل کیا
اور
تھکن بے پایاں پائی

کنیز ماہی... بھیرہ (ہری پور)

انتظار

کہیں ملے تو اسے کہنا
آنکھیں تھک گئی تھیں
راہ دیکھتے دیکھتے
سو اس لیے موند لیں
یہ نہ سمجھنا کہ اب
انتظار نہیں رہا

روحان دانش

بیاضِ دل

میمونہ رومان

حبا حسین......چکوال

عجیب لوگوں کا بسیرا ہے تیرے شہر میں ساغر
انا میں مٹ جاتے ہیں مگر یاد نہیں کرتے

سباس گل رحیم یار خان

فیصلے بھی تیرے اور محبتیں بھی تیری
تجھ سے شکوہ گلہ اب کیا کرنا

راحیلہ رضوان......سرگودھا

بے اختیار وقت پر جھنجلا کے رو پڑے
ٹھکرا کے کبھی تو کبھی پا کے رو پڑے
خوشیاں ہمارے پاس کہاں مستقل رہیں
باہر کبھی ہنسے بھی تو گھر آ کے رو پڑے

مہر قندیل......اٹک

غم کی بارش نے بھی تیرے نقش کو دھویا نہیں
خود کو کھودیا میں نے تجھے کھویا نہیں
جانتا ہوں اک ایسے شخص کو میں بھی منیر
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں

سیدہ حیا عباس تلہ گنگ

عجب دھڑکا سا رہتا ہے ستارے مل نہیں سکتے
مری جاں مجھ کو لگتا ہے ستارے مل نہیں سکتے
تمہیں یوں بھی تو شکوے تھے بہت میری محبت سے
چلو کہہ دو کہ اچھا ہے ستارے مل نہیں سکتے

نسیم سحر راؤ......نامعلوم

پتھر ہی لگیں گے تجھے ہر سمت سے آ کر
یہ جھوٹ کی دنیا ہے یہاں سچ نہ کہا کر
لب روتی ہے کیوں تجھ کو کئی بار کہا تھا
حالات کے دھارے کے مخالف نہ بہا کر

ماریہ الیاس ہارون آباد

میں اسے آنکھوں کے دریچے سے جدا کیسے کروں
وہ میری ذات کے ہر پہلو سے بیاں ہوتا ہے

طیبہ نذیر شادیوال گجرات

بس یوں ہوا کہ اس نے تکلف سے بات کی
اور ہم نے روتے روتے ڈوپٹے بھگو دیئے

نگہت حق کودال نامعلوم

وہ گیا تو ساتھ ہی لے گیا سبھی رنگ اتار کے شہر کے
اک شخص تھا میرے شہر میں کسی دور پار کے شہر کا

فریدہ فری یوسف زئی لاہور

جی رہی ہوں اس اعتماد کے ساتھ
زندگی کو میری ضرورت ہے

ماہ رخ سیال سلانوالی

ہر لفظ کو کاغذ پر اتارا نہیں جاتا
ہر نام سرِ عام پکارا نہیں جاتا
ہوتی ہیں محبت میں کئی راز کی باتیں
یونہی تو اس کھیل میں ہارا نہیں جاتا

مشعال اسلام بے جھنگ

کیسے کہہ دوں کہ اسے مجھ سے محبت نہ تھی
اس کی محبت کی کشش مجھے آج بھی کھینچتی ہے اپنی طرف

نوشین اصغر......گاؤں حاجی والا

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

مدیحہ کنول سرور چشتیاں

ڈھونڈ رہی ہوں لیکن ناکام ہوں اب تک
وہ لمحہ جس میں تو یاد نہ آتا ہو

رمشاء عظمت...... بوسال قصور

غم زندگی تیری راہ میں شب آرزو تیری چاہ میں
جو اجڑ گئے وہ بسے نہیں جو بچھڑ گئے وہ ملے نہیں

صدیقہ خان باغ AK

آجا کہ ابھی ضبط کا موسم نہیں گزرا
آجا کہ پہاڑوں پہ ابھی برف جمی ہے
خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
سب کچھ ہے میرے شہر میں اک تیری کمی ہے

زیڈ این پاکیزہ سحر......تلہ گنگ

جن کی آنکھوں میں ہوں آنسو انہیں زندہ سمجھو
پانی مرتا ہے تو دریا بھی اتر جاتے ہیں

انوشہ طارق کراچی

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

عشا نور بلوچ.. نواب شاہ

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

سمیرا غزل......کراچی

جو رنگ اڑا آخر وہ رنگ لایا
درد و غم و سوز و ساز کیا کیا پایا
مجھے جینے کا مزا ملا محبت کر کے
صد شکر فراق دل کو دکھانا آیا

فصیحہ آصف خان ملتان

گل مرجھا نہ جائیں تیرا انتظار کر کے
خزاں نہ کرنا زندگی بہار کر کے
بہت پچھتانا پڑا آج ہم کو
ظالم تیرے وعدوں پہ اعتبار کر کے

سیدہ کنزیٰ زین منڈی بہاؤ الدین

ہنر ہے ہم میں دریا کا نکل جاتے ہیں ہر جانب
کہ لہروں کی طرح ساحل سے ٹکرایا نہیں کرتے

راؤ تہذیب حسین تہذیب......رحیم یار خان

زندگی کل کھیلتی تھی مسکراتی تھی یہاں
بن رہی ہے اب مسلسل اک غموں کی داستاں
مانتا تیری "کراچی" کھا گئی کس کی نظر
ماں کی صورت تو رہی ہے ہر کسی پر مہرباں

میر مشتاق ملک اسد آباد

ہم ہی بے تاب نہیں درد جدائی کی قسم
کروٹیں رات گئے وہ بھی بدلتا ہوگا
جس کی چاہت میں زمانے کو بھلا رکھا ہے
مجھ کو اے دل وہ کبھی یاد تو کرتا ہوگا

ایس ایچ شجاع جعفری......چکوال

کسی کو غرض صورت سے کوئی خواہش کا قیدی ہے
وجودوں میں ہے ظاہری حرص محبت کون کرتا ہے

سیدہ عشرت ابرار کاظمی......تلہ گنگ

چراغ بجھ بھی چکے مگر پس چلمن
یہ آنکھ اب بھی تیرا انتظار کرتی ہے

نبیلہ لیاقت سونو سرگودھا

دل کی کتاب میں گلاب ان کا تھا
رات کی نیند میں خواب ان کا تھا
کتنا پیار کرتے ہو جب ہم نے پوچھا
مر جائیں گے تیرے بن جواب ان کا تھا

ہما احمد فیصل آباد

تتلیوں کی بے چینی آ بسی ہے پاؤں میں
اک پل کو چھاؤں میں اور پھر ہواؤں میں
ابر کی طرح ہے وہ یوں نہ چھو سکوں لیکن
ہاتھ جب بھی پھیلائے آ گیا دعاؤں میں

ندا امبرین......کراچی

جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جو محبتوں کی اساس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل وہی لوگ میرے ہیں ہمسفر
مجھے ہر طرح سے جو راس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

اریبہ شاہ بہاولپور

یوں تو صدموں میں بھی ہنس لیتے تھے ہم
آج کیوں بے وجہ رونے لگے ہیں ہم
برسوں سے ہتھیلیاں خالی ہی رہیں میری
پھر آج کیوں لگا کے سب کھونے لگے ہیں ہم

نرگس......ٹنڈو جام

وہ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

biazdil@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد

کوئی ضبط دے نہ جلال دے
مجھے صرف اتنا کمال دے
مجھے ایسی راہ پہ ڈال دے
کہ زمانہ میری مثال دے
تیری رحمتوں کا نزول ہو
مجھے محنتوں کا صلہ ملے
مجھے مال و زر کی ہوس نہ ہو
مجھے بس تُو رزقِ حلال دے
میرے ذہن میں تیری فکر ہو
میری سانس میں تیرا ذکر ہو
تیرا خوف میری نجات ہو
سبھی خوف دل سے نکال دے

طیبہ نذیر ...شادیوال گجرات

نعت شریف ﷺ

"مصطفیٰ ﷺ" سے جب تمہارا سلسلہ مل جائے گا
خود بخود اے ڈھونڈنے والو! خدا مل جائے گا
کیا بتاؤں ان کے در پہ جا کے کیا مل جائے گا
جو طلب ہوگی طلب سے بھی سوا مل جائے گا
ان کے صدقے میں خدا سے مانگ کر دیکھے کوئی
مدعی کے لب ہلیں گے مدعا مل جائے گا
نام ان کا وقتِ مشکل لے کے دیکھو تو ذرا
نا امیدی میں بھی دل کو آسرا مل جائے گا

سلمٰی ملک قادر پوراں

تعریف اس خدا کی

وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جن سے اپنے رب کی شان بیان کرسکوں؟ وہ زبان کہاں سے لاؤں جس سے پاک پروردگار کی شان میں قصیدہ کہہ سکوں؟ اس ذات اقدس کے بارے میں کیا بتاؤں کہ اس کی پیدا کی گئی نشانیاں تو خود بولتی ہیں۔ رب کائنات عالم غیب کا مالک آسمانوں کا شہنشاہ وہ ذات پاک جس کی کوئی اور ذات نہیں اس جیسا کوئی دوسرا نہیں جو ہمارے بن کہے یہ جان لیتا ہے کہ اس دل میں کیا ہے؟

یہ زبان کیا کہنا چاہتی ہے اس دل میں کتنی آرزوئیں ہیں کتنے ارمان ہیں وہی ہمارا ہم راز ہے وہ ایسا نور ہے کہ اس نور سے یہ پوری کائنات منور ہے کہیں نظر نہ آتے ہوئے بھی وہ ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ چاند تاروں کی کہکشاؤں میں دن اور رات کے بدلنے میں ماہ تاب کی ٹھنڈک میں آفتاب کی کرنوں میں پہاڑوں کے دامن میں سمندر کی موجوں میں زمین کے خزانوں میں آسمانوں کی اڑانوں میں بارش کی بوندوں میں بادلوں کی گرج میں بجلی کی چمک میں بدلتے موسموں میں ہم سب کے نزدیک شہ رگ کے قریب وہی تو ہے جو رزق دیتا ہے وہی تو ہے جس نے ہر انسان کو کسی نہ کسی ایسی خوبی کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ اس خوبی نے اس کی زندگی بنادی ہے وہ اپنی مخلوق سے پیار کرنے والا مہربان ربّ ہے۔ ہم سب کی دعائیں سننے والا آسمانوں اور زمینوں میں بسنے والی ہر شے کا مالک اس بھری کائنات کو چلانے اور پالنے والا بے شک وہ پاک پروردگار ہے اس جیسا کوئی نہیں۔

نسرین......حیدرآباد

شخصیت

انسان کی شخصیت اس کی زبان میں پوشیدہ ہوتی ہے اور انسان اپنے اخلاق اپنے انداز گفتگو اور اپنے الفاظ سے پہچانا جاتا ہے در حقیقت زبان انسان کی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے۔

مدیحہ نورین ۔ برنالی

خوب صورت بات

سمندر کی آغوش سے صدف نکلتے ہیں اور صدف کی آغوش سے موتی جو لوگ زندگی کا دامن ایثار و خلوص سے بھر دیتے ہیں انہیں جذبوں کا سمندر ہی کہا جا سکتا ہے۔

جو دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کا سہارا بنتے ہیں جن کے خلوص کی بارش شبنم کی طرح روح کو گہرائیوں تک سیراب کرتی ہے۔

عمارہ شاہ کوہاٹ

غم اور مسکراہٹ

غم اس لیے نہیں ہوتے کہ انہیں آنسوؤں میں سجا کر دوسروں کے سامنے پیش کردیا جائے یہ دل کے لیے ہوتے ہیں اور دل ہی دل میں پھیلتے اور پروان چڑھتے ہیں جب غم اشکوں کی مالا بن کر بکھرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس وقت انہیں زمانے میں سمیٹنے والا کوئی نہیں ملتا کیونکہ یہ دنیا تو خوشیوں کی ساتھی ہے اس نے کب روتے ہوئے چہروں کو ہنسایا ہے بلکہ ہمیشہ ہنستے ہوئے چہروں کو رلایا ہے اس لیے بہتر ہے انسان اپنے دکھوں کو چھپا کر ہر دم مسکراہٹ سجائے رکھے اور زندگی کے دن پورے کرے کیونکہ کہتے ہیں نا۔

"زندگی سے ہے گلہ پھر بھی ہمیں جینا تو ہے"

مسکان ملک چوٹانہ

نعتیہ قطعہ

سرکارؐ کے دربار میں بیٹھا ہوں ادب سے
فریاد کناں ہوں میں یہاں اور ہی ڈھب سے
احوال میرا رو کے سنائیں میری آنکھیں
کہنے ہی نہیں دیتیں مجھے کچھ میرے لب سے

راؤ تہذیب حسین تہذیب رحیم یار خان

موتی

❖ نالائق بیٹا چھٹی انگلی کی مانند ہے اگر اسے کاٹا جائے تو درد ہوگا رکھا جائے گا تو عیب دار ہوگا۔
❖ اگر چڑیاں متحد ہو جائیں تو شیر کی کھال کھینچ سکتی ہیں۔
❖ انسان ایک حقیر سا پتنگا یا چیونٹی نہیں بنا سکتا لیکن معبود خود بنا لیتا ہے۔
❖ بڑھاپا زندگی کی مسرتوں کو کم لیکن زندگی کی ہوس کو زیادہ کردیتا ہے۔
❖ آپ خود کو دیانت دار بنانے کے بعد یقین کرلیں کہ دنیا میں ایک بے ایمان کی کمی ہوگئی ہے۔

ساجدہ رحمت......نصیرہ کھاریاں

سچے موتی

❖ قبرستان ایسے لوگوں سے بھرا پڑا ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بغیر یہ دنیا اجڑ جائے گی۔
❖ انسانیت نور کا دریا ہے جو ازل کی وادیوں سے نکل کر ابد کی راہوں میں بہتا ہے۔
❖ لطیف روحیں مجلس میں لطافت پیدا کرتی ہیں اور کثیف روحیں کثافت۔
❖ یہ ایام تمہاری زندگی کے صفحات ہیں ان کو اچھے اعمال سے زینت بخشو۔
❖ توبہ جب منظور ہوتی ہے تو یاد گناہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔
❖ دس قصوروار چھوڑ دو مگر ایک بے قصور کو سزا نہ دو۔

صباحت صباح چناری ہٹیاں بالا

زندگی

یہ جواب تیرے میرے
درمیان
دوری ہے
زندگی ادھوری ہے

سباس گل رحیم یار خان

یک نظر ادھر بھی

❖ ایمان یہ نہیں کہ اللہ دے گا بلکہ ایمان یہ ہے کہ اللہ یقیناً دے گا۔
❖ وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو ایسی نیکی سے بہتر ہے جس سے تم میں غرور پیدا ہو جائے۔
❖ آنکھوں دیکھا جھوٹ نہیں ہوتا مگر کبھی کبھار مفہوم وہ نہیں ہوتا جو عقل سمجھتی ہے۔
❖ دنیا تمہیں اس وقت تک نہیں ہرا سکتی جب تک تم خود نہ ہار جاؤ۔
❖ کسی کے خوابوں پہ کبھی مت ہنسیں کیونکہ جو لوگ

خواب نہیں رکھتے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

❖ عبادت اس مقام پر نہیں پہنچ سکتی جہاں غریب کی خدمت پہنچاتی ہے۔

❖ مصائب گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں اور گناہ گار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مصیبتوں کے نزول پہ واویلا کرے۔

❖ اپنا غم کسی دوسرے کو مت سناؤ کیونکہ اس سے دشمن خوش، دوست پریشان اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

سلمیٰ ملک..... قادر پور اں

اقوال

علامہ جلال الدین سیوطی کے مطابق سات چیزیں انسان کو ذلیل کردیتی ہیں۔

❖ کسی دعوت میں بن بلائے جانا۔
❖ کسی مجلس میں اپنے مرتبے سے بالاتر بیٹھنا۔
❖ مہمان بن کر میزبان پر حکم چلانا۔
❖ دوسروں کی باتوں میں دخل دینا۔
❖ ان لوگوں سے خطاب کرنا جو سننا نہ چاہتے ہوں۔
❖ بدچلن سے دوستی کرنا۔
❖ سنگ دل، حریص دولت مند سے مدد مانگنا۔

فضہ یونس..... فیصل آباد

انتہا

کاہلی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، ایک صاحب ایک درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھے تھے اور ان کا حلیہ بہت خراب تھا نیچے سے گزرتے ہوئے ایک صاحب نے انہیں دیکھ کر کتے ہوئے ذرا تجسس سے پوچھا۔

"بھائی صاحب! آپ کب سے اس درخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔"

درخت پر بیٹھے ہوئے صاحب اپنے لمبے جھاڑ جھنکاڑ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولے

"کچھ ٹھیک طرح یاد نہیں شاید میں غلطی سے زمین میں سے ہوتے ہوئے درخت کے بیج پر بیٹھ گیا تھا۔"

رمشا نور..... کراچی

باتیں یاد رکھنے کی

♥ انسان ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالا ہے جب تالا کھلتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا کوئلہ کی۔

♥ تکبر کو توڑنا چاہتے ہو تو غریب مفلس لوگوں کو سلام کرو۔

♥ چہرہ پڑھنا سب سے مفید اور دلچسپ مشغلہ ہے۔

♥ یادیں حنا کی مانند ہیں جو سوکھ جانے کے بعد رنگ لاتی ہے۔

♥ خوش کلامی صدقہ جاریہ ہے۔

♥ سچ کبھی جھوٹ سے شکست نہیں کھاتا۔

♥ حیا اور پردہ وقار میں اضافہ کرتا ہے۔

پروین افضل شاہین بہاولنگر

میری ڈائری سے ایک ورق

میرا ایمان ہے کہ ہر شخص کے نیک اور بد ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے رب سے کتنا قریب ہے اگر وہ اپنے رب سے محبت رکھتا ہے اور اس کو بھی اپنے رب کی محبت حاصل ہے تو وہ نیک شخص ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو معاملہ نیکی کے برعکس ہے۔

ہم انسان کسی دوسرے انسان کے بارے میں اندازہ کیسے لگا سکتے ہیں جب کہ نیکی اور رب کے ساتھ تعلق تو دلوں کے معاملات ہیں اور ہم نے کسی کا دل تو نہیں دیکھ رکھا تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی کتنا نیک ہے اور کتنا برائی کی طرف مائل ہے، ہم اکثر سنی سنائی پر یقین رکھتے ہیں جب کہ کبھی کبھار تو آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا بھی سچ نہیں ہوتا۔

تو ایسے میں ہمارے اندر کی اچھائی کا تقاضا ہے کہ ہم سب کو ہی اچھا جانیں، سب کی شخصیت کے روشن پہلو دیکھیں۔ تاریک پہلوؤں کو نظر انداز کرنا اور دوسروں کا پردہ رکھ لینا ہی اچھائی کا تقاضا ہے کیونکہ ہمیں تو خود اپنے اچھا ہونے کی ضرورت ہے۔ دوسروں کے تمام اعمال سے ہمارا کیا لینا دینا۔

عتیقہ احمد منڈی بہاؤالدین

مہکتی کرنیں

محبت حاصل کرنا ہر کسی کے لیے ممکن نہیں لیکن محبت پھیلانا ہر ایک کے لیے ممکن ہے۔

سناٹا جب روح کی گہرائیوں میں اتر جائے تو رونقیں متاثر نہیں کرتیں۔

زندگی میں دو باتیں انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہیں ایک جس کی خواہش کی ہو اس کا نہ ملنا اور دوسرا جس کی خواہش نہ کی ہو اس کا مل جانا۔

زندگی ہمیں وہ کچھ کرنے پر مجبور کردیتی ہے جس کا کبھی تصور بھی کیا نہیں ہوتا۔

صنم ناز گوجرانوالہ

فکرِ اعمال

ایک حاجت مند حضرت عثمان غنیؓ کے دروازے پر غروب آفتاب کے بعد آیا ابھی اس نے دستک نہ دی تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ وہ اپنی اہلیہ سے شکایت کررہے تھے کہ "چراغ کی بتی موٹی ہے جو تیل زیادہ استعمال کرنے کا سبب بن رہی ہے۔" حاجت مند نے جو سنا تو وہ سوچتا ہی رہ گیا کہ وہ ایسے شخص سے حاجت براری کی کیا توقع کرے جو تیل کے معمول سے زیادہ خرچ پر اپنی بیوی کو سرزنش کررہے ہیں۔ اس نے ارادہ کیا کہ حاجت بیان کردیکھوں شاید میری کچھ امداد کردیں۔ دستک سن کر حضرت عثمان غنیؓ باہر آئے حاجت مند نے اپنی حاجت بیان کی اور لہجے میں زیادہ زور دیتے ہوئے کہا۔ "ضرورت کچھ زیادہ ہی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش لایا ہوں۔" حضرت عثمان غنیؓ نے اس شخص کا ہاتھ تھاما بستی سے باہر لے گئے۔ جہاں آپ کا سامان تجارت بارہ نظر حد تک رکھا ہوا تھا فرمایا "یہ سب تیری نذر ہے کیا اس سے تمہاری ضرورت پوری ہوجائے گی؟" وہ شخص حیران ہکا بکا دیکھتا رہ گیا چنانچہ اس نے عرض کیا: "حضرت یہ سب کچھ میری ضرورت سے زیادہ ہے۔" امیر المومنین نے فرمایا "مجھے خوشی ہے کہ یہ تمہاری ضرورت سے کم نہیں۔" اس شخص نے کہا: "اے حضرت! ایک بات بتائیے چراغ کی بتی قدرے موٹی ہوجانے پر آپ اپنی زوجہ محترمہ کو سرزنش کررہے تھے حالانکہ چراغ اس قدر روشنی رکھنے میں شاید صرف ایک پیسے کا تیل استعمال ہوتا وہ تو آپ کو گوارہ نہ ہوا اور یہاں ہزاروں کا سامان مجھے بدتامل دے رہے ہیں؟" تب آپؓ نے فرمایا: "بھائی چراغ میں تیل کا زیادہ اسراف ہے اور زیادہ اسراف اللہ کو پسند نہیں اور مجھے مندے کے حضور اپنے اعمال کی فکر رہتی ہے یہاں مجھے فکرِ اعمال لاحق ہے اس لیے میں نے سرزنش کی۔ سامان تمہیں اللہ کی خوشنودی کے لیے صدقہ دیا ہے اس پر اجر کی امید ہے اور وہاں پر حساب کا خوف ہے۔"

عروسہ شہوار کالا گوجراں

کچھ باتیں ہیں پُراثر

❖ اپنی زبان کی تیزی کو اس ماں پر مت آزماؤ جس نے تمہیں بولنا سکھایا۔

❖ ہم نے سمندر میں مچھلی کی طرح تیرنا اور ہواؤں میں پرندوں کی طرح اڑنا تو سیکھ لیا لیکن آج تک ہمیں زمین پر انسانوں کی طرح رہنا نہیں آیا۔

❖ ٹانگوں کی واضح لڑکھڑاہٹ بھی کسی کو دکھائی نہ دے تو جی چاہتا ہے کہ وہیں گرجائیں کیا فائدہ چلتے اور چلتے ہی جانے کا۔

ندا مہرین کراچی

اچھی باتیں

❖ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو شخص آپ کی چھوٹی چھوٹی بے اعتنائیوں اور ناانصافیوں پر خاموش رہتا ہے وہ یہ باتیں محسوس نہیں کرتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہی یہ باتیں سب سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔

❖ کسی سے اتنی توقعات وابستہ مت کیجیے کہ توقعات ٹوٹیں تو آپ خود بھی ساتھ ٹوٹ جائیں۔

سمیرا غزل..... کراچی

ے شاور ہے۔ حماد ویسے تم بہت بدل گئی ہو شادی کے بعد کوئی بدل کیوں جاتا ہے؟ اور سناؤ سسرال میں کیسی گزر رہی ہے؟ میاں کا دل تو ہر کوئی جیت ہی لیتا ہے ساس کا دل لیتا کہ نہیں؟ اور شاہ زیب بھائی کیسے ہیں انہیں میرا بہت بہت سلام دینا۔ شاہ زیب بھائی پلیز میری دوست کا بہت خیال رکھیے گا' اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔

آپ کی دوست۔

عمیرہ راؤ۔ سمندری

لولی فرینڈز اور ٹیچرز کے نام

آپ سب کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ مس فائزہ میری طرف سے آپ کو بہت بہت سالگرہ مبارک ہو خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اتنی خوشیاں عطا کریں جتنے کہ آسمان پر تارے اور آپ سدا ہنستی مسکراتی رہیں' آمین۔ مس خدیجہ میری طرف سے آپ کو آپ کی بیٹی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ویسے تو آپ سے کوئی رابطہ نہیں تو میں نے سوچا کیوں نہ آنچل کے ذریعے آپ کی بیٹی کو وش کر دیا جائے اور میری طرف سے تمام آنچل فرینڈز اور ثمرہ' آمنہ' رابعہ' مدیحہ اور میری آپی کو سلام قبول ہو۔ میری خدا سے دعا ہے کہ تم سب سدا خوش رہو آمین۔

سمیرا اصغر کھڑیانوالہ

آنچل کی جان سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم سمیرا جی! امید ہے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گی' ہمیں آپ بہت پسند ہیں' آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں۔ آپ کی تمام تحریریں میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں' آپ کا ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" تو میرا فیورٹ ناول تھا۔ میں پچھلے چار پانچ سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں' سچ پوچھو تو آنچل پڑھنا ہی میں نے آپ کے ناول کی وجہ سے شروع کیا تھا۔ اب تو سمجھو آنچل پڑھنا ہماری ضروریات میں شامل ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے آنچل میں قسط وار ناولز میں سے صرف "محبت دل پہ دستک" ہی میرا فیورٹ ناول تھا مگر اب تو آپ کے ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" نے اول نمبر لے لیا ہے۔ [illegible] اپنے ناول میں وہی کچھ لکھتی ہیں جیسے میں سوچتی ہوں' آپ کے ناول میں سمعان جیسے لوگ شاید بہت کم ہی پائے جاتے ہیں۔ [illegible] میرا فیورٹ ناول تھا۔

سمیرا جی آپ کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے' آپ کا نیا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" نے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ واہ سمیرا جی واہ کیا بات ہے آپ کی اور نازیہ کنول نازی' اقراء صغیر احمد بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آخر میں بہت سی دعائیں آپ لوگوں کے لیے' آپ کی دعاؤں کی طلب گار۔

قرۃ العین ڈیرہ غازی خان

آنچل کے چمکتے ستاروں کے نام

السلام علیکم! فصیحہ آصف' سباس گل' نادیہ فاطمہ رضوی' ام مریم' عالیہ حرا' بشریٰ' نوید باجوہ' سمیرا شریف طور' بینا عالیہ' آپ سب کی تحریریں مجھے بے حد پسند ہیں' آپ سب کو میری طرف سے دعا سلام' آپ سب کی دوست۔

فریدہ فری یوسف زئی.....لاہور

سویٹ دوستوں کے نام

السلام علیکم! تبسم ماہی' کیسی ہیں آپ؟ میں آنچل کے ذریعے آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ آپ میری آئیڈیل ہیں۔ میں نے آنچل میں پہلے بھی لکھا تھا کہ میں مہر گل' کراچی' فوزیہ سلطانہ' انا احب' شمع مسکان' نبیلہ موون' طیبہ نذیر' عطروبہ سکندر' پروین افضل شاہین اور بھی قاری بہنوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتی ہوں' پلیز آنچل کے ذریعے جواب دینا' بڑی مہربانی ہوگی۔ ایک دفعہ پھر میری دوستی کا جواب دوستی سے دینا' اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

عظمیٰ کنڈی گل امام

پیارے بھیا اور پیاری دوست کے نام

مائی سویٹ اینڈ گریٹ بھیا وقاص احمد حارث! کیسے ہیں آپ؟ بھیا آپ کا برتھ ڈے 21 مارچ کو ہے' اور یہ دن آپ کے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی بہت خاص ہے' آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ آپ کو اتنی خوشیاں ملیں کہ آپ سنبھال نہ سکیں (آدھی مجھے دے دیجیے گا) ڈر کنزئی! تمہارا برتھ ڈے 4 مارچ کو ہے' بھول سکتی ہوں بھلا؟ دعا ہے کہ تمہیں اتنی خوشیاں ملیں کہ سارے غم بھول جاؤ' اوکے خوب انجوائے کرو اور اب باری ہے ماہ رخ سیال کی' پیاری بہنا! ہم تو ساتھ نبھانے والے لوگ ہیں' آپ کی فرینڈشپ قبول ہے' آپ نے اگلے [illegible] پیغام [illegible]

ثانیہ مغل [illegible]

ثمینہ قمر اور نیلم اختر راؤ کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے آپ دونوں کو بیٹے کی پیدائش پر ڈھیروں ڈھیر مبارک' اللہ منے کی عمر دراز فرمائے' آمین۔ باقی وقاص کلیم اور سب بچے کیسے ہیں' میری طرف سے ڈھیروں پیار آپ دونوں کو سلام۔ راؤ ماریہ کاشف اور رانا کاشف آپ دونوں کو بھی بیٹے کی پیدائش مبارک ہو۔ شاہ میر' دعا' انوشہ کو بہت بہت پیار کرنا آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں' والسلام آپ کی آنٹی۔

تسنیم راؤ... بھکر

پروین افضل شاہین صاحبہ کے نام

پروین افضل شاہین صاحبہ! آپ کو یقین نہیں آئے گا میں آنچل کھولتی ہوں تو آپ کا نام ڈھونڈتی ہوں جب مل جائے تو مسکرا کر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں' نجانے کیوں مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔ دل کرتا ہے آپ سے ڈھیروں باتیں کروں' آپ کی سلجھی ہوئی گفتگو اچھی لگتی ہے' آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں' دل کرتا ہے آپ سے دوستی کروں۔ صرف آنچل کے توسط سے آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' غلط مت سمجھیے گا۔ بہت خوش ہوں آپ کو مخاطب کر کے اس لیے پتا نہیں کیا کچھ لکھ رہی ہوں۔

شازیہ فاروق احمد......رحیم یار خان

عشناء کوثر سردار کے نام

السلام علیکم! امید ہے خیریت سے ہوں گی "اور کچھ خواب" کی تکمیل پر مبارک باد دینا چاہوں گی۔ مبارک ہو بہت اگرچہ بیچ کی اقساط نے بور کر دیا تھا مگر اختتام زبردست اختتام کر کے آپ نے دل خوش کر دیا۔ اب جلدی سے ایک اور خوب صورت سا ناول پڑھنے کو دیں' سدا خوش رہیں' آمین۔ دعاؤں کی طلب گار۔

دلکش مریم چنیوٹ

سویٹ فرینڈ سدرہ کے نام

السلام علیکم' سوئی پہچانا مجھے؟ مدیحہ ہوں یار' تم [illegible] رہی ہیں۔ تمہارا نمبر مسلسل سات ماہ سے آف مل رہا ہے۔ یار جب وہ کوئی نمبر آن کرو میرا میسج دیکھتے فوراً مجھ سے بات کرو اور عنبرین' صائمہ' سمیعہ' مریم [illegible]

کینٹین سے کولڈ ڈرنک لیا کرتی تھیں' جمی ہوئی (ہاہاہاہا) مسکرا رہی ہو نا' وہ دن یاد کر کے۔ اوکے رابطہ ضرور کرنا' خدا حافظ۔

مدیحہ کنول سرور چشتیاں

پیارے بھتیجے حاشر اور بھانجے بھانجیوں کے نام

ہیلو حاشر! کیا حال ہے جانو آنٹی تم سے بہت پیار کرتی ہے' بہت زیادہ جانو اور احسن' حذیفہ' اریبہ' اریشہ' فضا' عین اور ایمن تم سب کو سلام اور پیار۔ کیا حال ہے' آنٹی تم سب کو بہت مس کرتی ہے' جلدی سے اپنی آنٹی سے ملنے آؤ' بہت مس کرتی ہوں تم سب کو رئیلی۔ اللہ تم سب کو لمبی زندگی دے اور خوش و خرم رکھے' آمین۔

مہر قندیل اٹک

دل میں بسنے والوں کے نام

السلام علیکم' ڈیئر ریحانہ راجپوت! مجھے آپ کی دوستی دل سے قبول ہے یہ دوستی کبھی نہ ٹوٹے خیال رکھنا اور کبھی بے وفائی مت کرنا' خدا پاک آپ کو اپنی رحمت کے سائے تلے رکھے' آمین۔ ماہ رخ سیال آپ نے مجھے دوستی جیسے نایاب و انمول رشتے کے قابل جانا بہت خوشی ہوئی' رہی بات محبت کی تو ڈیئر محبت سمندر کے مانند ہے اور ہر رشتے کا اپنا الگ مقام ہوتا ہے سب فرینڈز کی طرح آج سے آپ بھی اس کی حق دار ہیں' آپ کا جو دل چاہے مجھے اس نام سے پکارو۔ محبت سے لیا گیا ہر نام خوشی دیتا ہے' رب کریم آپ کو ہمیشہ خوشیاں دے' آمین۔ ڈیئر مدیحہ شبیر! آپ کے لیے بھی بہت سی دعائیں۔ ڈیئر صبا نواز بھٹی ویسے تو ہم سب آنچل فرینڈز ہیں پھر بھی میں آپ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں کیوں کہ [illegible] جتنے زیادہ ہوں گے ماحول اتنا ہی خوب صورت لگے گی۔ جناں ڈیئر میرا پیغام پسند کرنے کا شکریہ۔ خوش رہو ڈیئر۔ دلکش مریم اپنے نام کی طرح آپ واقعی دلکش ہو میری تحریر پسند کرنے کا شکریہ۔ نازیہ کنول نازی خدا آپ کی ہر پریشانی دور کر کے آپ کو دائمی خوشیاں دے اور صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا کرے جب سے آپ کی بوجھل آواز سنی میری ہر سانس آپ کے لیے دعا گو ہے۔ اللہ کریم [illegible]

پانچ بچوں کی ماں اچانک ہمیں چھوڑ کر چلی گئی' چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جنہیں دیکھو تو صبر کرنا بہت مشکل لگتا ہے لیکن پھر بھی جو زندہ ہیں' ان کے لیے جینا پڑتا ہے' حوصلے سے کام لو' اپنی امی' بھائی' ارسلان' ایان سب کا سہارا بنو۔ آخر میں سب قارئین سے درخواست ہے میری مما کے لیے خصوصی دعا کریں وہ پہلے دل کی مریضہ تھیں' اب کینسر جیسے مرض میں مبتلا ہیں' امید ہے سب دعا کریں گی بابا کے بعد ماں ہی واحد سہارا ہے۔ آپ سب کے لیے دعا گو' دعا کی طالب آپ کی اپنی۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد' سندھ

پریوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری پریوں۔ آپ بھی کہتی ہوں گی کہ نادی بھی کیا چیز ہے غائب ہی ہوگئی پر وجہ وہی ظالم روڈی کی نوکری یا ڈاک خانے والے۔ سب سے پہلے تو میں سارہ یہ چوہدری' سیدہ جیا جی' جاناں اور طیبہ کا دوستی کرنے پر بہت بہت شکریہ ادا کروں گی۔ میں پورے خلوص سے یہ رشتہ نبھاؤں گی ان شاء اللہ۔ میں نے سردیوں کی ایک صبح دھند میں لپٹی ہوئی ہوا کے ذریعے آپ کے نام آئی مس یو کا پیغام بھیجا تھا' ملا؟ 7 مارچ دیا آفرین' مقدس رباب 20 مارچ' مہر گل 30 جنوری' بینش ارشد 20 مارچ' صوفیہ صدیقی 3 فروری' فریحہ چوہدری 25 فروری' ملائکہ چوہدری 24 فروری' 23 مارچ غزل سیال...... اف سانس تو لوں...... اتنی بلیاں ایک ساتھ (ہاہاہا) آپ سب کو بہت بہت سالگرہ مبارک۔ اللہ آپ کو بہت خوشیاں دے' اپنی محبت عطا فرمائے۔ نورین شاہد آپ اگر اپنے پیغام میں نادیہ نام کی وضاحت کردیتی تو اچھا تھا' خیر ہم بھی آرائیں ہیں' پر میں یہ ہی کہوں گی کہ ذات پات کو اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے یہ صرف پہچان کی حد تک تو ٹھیک ہے ٹھیک کہا نا؟ سیدہ جیا اور ام ثمامہ نے اگر خاک کربلا کتاب نہیں پڑھی تو ضرور پڑھیں بہت کچھ ملے گا آپ کو اس سے۔ ایمن وفا کہاں ہو' جاناں سویٹی ٹھیک ہو؟ نینا شاہ' شمع مسکان' ثانی چوہدری' سارہ یہ جی اور طیبہ کیا چل رہا ہے آج کل آپ کی لائف میں؟ سیدہ جیا مجھے آپ سے بنا ملے اور بنا دیکھے ہی بہت انسیت ہے۔ آپ سے بہت باتیں کرنے کو دل کرتا ہے' میرے لیے آپ سب دعا کرنا اللہ میری منزل آسان فرمائے' پھر ملیں گے بشرط زندگی بفضل خدا۔

نادیہ یٰسین...... ساہیوال

اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہے؟ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں آ رہی۔ ثمینہ! جب سے تمہاری شادی ہوئی' اپنوں کو بھول گئی ہو' میں نے سوچا آنچل کی طرف سے آپ کو یاد دلا دیں ہم بھی کچھ لگتے ہیں آپ کے' آج کل کیا کر رہی ہو؟ لگتا ہے کوئی بزنس شروع کرلیا ہے' ثمن گل اور نور گل کو میری طرف سے دعا ہے کہ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں' آپ لوگوں کی اپنی۔

آسیہ آنسہ سیال...... خانیوال

اپنوں کے نام

ڈیئر عائشہ! مارچ میں تمہاری سالگرہ ہے۔ تم جیو ہزاروں سال' سال کے دن ہوں پچاس ہزار۔ سسٹرز سمجھتی ہیں کہ میں تم سے پیار نہیں کرتی جب کہ مجھے تم سب بہت عزیز ہو' یوں سمجھ لو میری جان اپنی فیملی میں ہے۔ ہر وقت تم سب کے لیے ہمیشہ دعا گو رہتی ہوں' میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ میری وجہ سے تم لوگوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے لیکن پھر بھی جانے انجانے میں میری ذات آپ کے لیے دکھ کا باعث بنی ہو تو آئی ایم رئیلی ویری سوری۔ میں تم کو ڈانٹتی ہوں یا کچھ بھی ہوں تو میرے مدنظر تم لوگوں کا فائدہ ہوتا ہے' میرے لیے تمام فیملی ممبرز برابر ہیں' بھائی' بہنوں میں کوئی فرق نہیں کرتی میں۔ یہ تم لوگوں کی غلط فہمی ہے' سب گھر والے ہی میری طاقت ہیں' میں سب سے پیار کرتی ہوں۔ میرے لیے دعا کیا کرو کہ تم سب کی خواہشات پوری کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے اور خوشیاں نصیب فرمائے' آپ سب کی بابت (نک نیم)۔

بابت...... نامعلوم

سمیرا شریف طور اور دوستوں کے نام

ہیلو سمیرا آپی! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ کی ساری اسٹوریز اے ون ہوتی ہیں۔ ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' میں مجھے سمعان احمد بہت اچھا لگتا تھا اور اب ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں مصطفیٰ بہت پسند ہے۔ میں آپ سے فرینڈشپ کرنا چاہتی ہوں' آپی پلیز آپ مجھ سے فرینڈشپ کرلیں نا آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ میرا دل کرتا ہے میں آپ سے ڈھیروں باتیں کروں پلیز آپ نے ضرور جواب دینا ہے اور آخر میں سب کو سلام' شیری' گڑیا' عینہ' انیلہ' نیلی' شزا' شہزادی' روبی' ریشم' سمیرا' عائشہ آئی لو یو۔

شازیہ عزیز بیلی...... دربار بری سلطان

پیارے بھیا اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو بھیا؟ ہوگئے نا حیران میں ہوں آپ کی چھوٹی بہن فائقہ سکندر! آنچل میں شرکت کر رہی ہوں صرف آپ کو اور اپنی دوستوں کو وش کرنے کے لیے۔ حبیبہ یکم مارچ' بشریٰ 3 مارچ' عریشہ احسن 23 مارچ' وصی 13 مارچ۔ وصی شرارتی بچے سالگرہ مبارک ہو' سب جیتے رہو' خوش رہو' لمبی عمر پاؤ' جو صحت و تندرستی سے بھرپور ہو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہو' آمین۔ ملائکہ چوہدری (کراچی) میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور آپ کا تعارف ستمبر 2011ء میں شائع ہوا تھا۔ آپی جیا یاور عباس آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' بہت افسوس ہوا تھا آپ کے شوہر کے بارے میں پڑھ کر' او کے خدا حافظ۔

فائقہ سکندر حیات...... گجرات

اقراء مہرین دشال کے نام

لٹل سسٹر اقراء ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ 2 مارچ کو تم نے اس دنیا میں آ کر مجھے بڑے ہونے کا اعزاز دیا اور کسی اور کو چھوٹے ہونے کے اعزاز سے محروم کردیا۔ دعا ہے تم ہمارے پرستان میں ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو اور کالج کی رونقوں یعنی جیا' عروج' میمن' حمنہ' صائمہ' سدرہ میں نے آپ کے ساتھ کالج کی لاسٹ پارٹی بہت انجوائے کی' آپ سب لوگ بہت یاد آؤ گے' آئی مس یو۔ پیاری بہن نبیلہ کنول! آپ کو منگنی مبارک۔ میری دعا ہے کہ آپ' بھائی سہیل کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو' ڈیئر سنینہ لو یو۔

انیلہ کنول...... عبدالحکیم

آپی نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گی اور کیوں نہ ہوں ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام پریشانیوں سے نجات دے' آمین۔ آپی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں اس دفعہ آپ آنچل میں نہیں آئیں تو آنچل ادھورا لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امی کو صحت دے' آمین۔ امید ہے کہ آپ بہت جلد آنچل میں واپس آئیں گی' شکریہ' خدا حافظ۔

فرح ناز...... جہلم

سویٹ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! دوست کا پیغام آئے میں پہلی بار شرکت کی وجہ تمام آنچل فرینڈز ہیں' میں بھی آنچل فرینڈز کا حصہ بننا چاہتی ہوں پلیز دوستوں مجھے بھی اپنی فرینڈ بنائیں۔ سباس آپی' سارہ یہ چوہدری' لاڈو ملک اور فصیحہ آصف خان' کیا آپ سب اپنی فرینڈ بنائیں گی پلیز جواب ضرور دیجیے گا' میں آپ سب کے جواب کی منتظر رہوں گی اور ریا (اٹک) آپ بھی مجھ سے دوستی کرو گی' جواب ضرور دیجیے گا آپ کی اپنی۔

علمہ شمشاد حسین...... کراچی

ریحانہ راجپوت کے نام

السلام علیکم! ریحانہ راجپوت ڈیئر آپ کی دوستی ہمیں قبول ہے۔ ریحانہ اب ہمیشہ آنچل کے ذریعے رابطہ میں رہنا اور تم تو آج سے میری ''باربی ڈول'' ہو (نام پسند آئے تو بتانا) اپنا ہمیشہ خیال رکھنا۔ باربی! تم نے بالکل سچ کہا کہ وہ بندہ سب سے زیادہ غریب ہے' جس کا کوئی دوست نہ ہو اور اللہ نہ کرے کہ تم اب کبھی بھی غریب ہو' اپنا تعارف بھی جلدی بھیجو' ڈیئر! اپنا خیال رکھنا' بائے۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

پیاری دوستوں کے نام

کیسی ہو سب؟ یقیناً ٹھیک ہوں گی' اللہ پاک آپ سب کو ہمیشہ خوش باش رکھے۔ اقراء جان! کیسی ہو تم؟ بنارس تم تو بالکل میری طرح ہی ہوگئی نا' فٹ فاٹ ثوبیہ تم سناؤ بھائی کی شادی مبارک ایڈوانس میں۔ سدرہ تمہارے لیے دعا ہے کہ تمہارا بازو جلدی سے ٹھیک ہو جائے' دھیان سے چلا کرو نا' آفرینش تمہیں بھی بہت زیادہ سلام' نوشابہ تمہیں بھی۔ اب فروا' مشی' طوبیٰ' مریم' تم کو اور شائفہ مہوش' رمشاء تم سب کو بھی سلام۔ آپ سب جہاں رہو خوش رہو' مس فوزیہ آپ کو بھی بہت بہت سلام اور مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھو' آپ سب کی دوست۔

منیبہ نواز...... گجرات

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

مدیحہ نورین...... برنالی

س: اف روکورو کو سردیوں کو؟
ج: رک جائیں تو یہاں بھیج دینا۔
س: محبت دعاؤں سے ملتی ہے یا اداؤں سے؟
ج: دعاؤں سے بھی اداؤں سے بھی۔
س: دوستی طاقت ور ہے یا محبت؟
ج: دوستی زیادہ طاقتور ہے۔
س: روٹھے ہو تم کیسے مناؤں پیا بولو نا؟
ج: کچھ لوگ روٹھ کر بھی اچھے لگتے ہیں۔

حمیرا عروش...... کراچی

س: سلام آپی! اس بار آپ کے ٹیڑھے میڑھے کھٹے میٹھے جواب بہت بہت اچھے لگے۔ اتنے انٹرسٹنگ جواب کیسے دے دیتی ہیں آپ؟ ایک ہم ہیں کہ دماغ کام ہی نہیں کرتا۔ (اب یہ مت کہیے گا کہ ہوگا تو کرے گا)
ج: یہ بات راز میں ہی رہنے دو۔ ویسے دیکھا جائے تو سچ ہی کہا ہے۔
س: اگر کوئی ہمارا اعتبار نہ کرے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: اس کا سر قریبی دیوار پر مار دینا چاہیے۔
س: خود سے وابستہ لوگوں کا خیال رکھے گا جا رہی ہوں پھر آؤں گی دعا سے نواز دیں۔
ج: ہمیشہ خوش رہو خیال سے جانا ذرا۔

نائلہ اشفاق...... KGM

س: میں آپ سے دور ہوں بہت مجبور ہوں پاس آؤں کیسے حال سناؤں کیسے؟
ج: پیا جی گئے رنگون......
س: آپ ہمارے اوٹ پٹانگ سوالوں کے جواب کیسے دے دیتی ہیں؟
ج: قلم سے۔

نورین شفیع...... ملتان

س: کیسی ہیں آپ اور کراچی کا موسم کیسا ہے ملتان میں تو ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں؟
ج: موسم خوشگوار ہے آپ کا انتظار ہے۔
س: میں سوچتی ہوں انسان اتنا کچھ ہونے کے باوجود اور پانے کی ہوس میں رہتا ہے تھوڑے پر شکر کیوں نہیں کرتا آخر کیوں؟
ج: انسان ہمیشہ اپنے سے برتر کو دیکھتا ہے اور ناشکری کرتا ہے۔
س: چلو گرمی میں مانا اے سی پنکھے چلتے ہیں اور لائٹ زیادہ جاتی ہے سردی میں تو ہر چیز تقریباً بہت کم چلتی ہے پنکھوں، اے سی کے علاوہ پھر سردی میں لوڈشیڈنگ کی کیا تک؟
ج: بجلی کی بچت اور اسے محفوظ کرنے کے لیے تاکہ تہواروں میں آپ کو دی جاسکے۔

زاہدہ زمان...... ک سرور شہید

س: السلام علیکم پہلی مرتبہ شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی؟
ج: خود ہی ڈھونڈ کر بیٹھ جاؤ۔
س: آپی مجھے سردیوں کے موسم میں کچھ کچھ ہوتا ہے بھلا کیا؟
ج: نزلہ زکام۔
س: شمی آپی جب میرے بھتیجے بھتیجی کی کھانے کی چیز گم ہو جائے تو بھابی مجھ سے کیوں پوچھتی ہیں؟
ج: الٰہ دین کا چراغ جو ہے ان کے پاس۔
س: آپی میرے سر نصیر احمد کہتے ہیں کہ زاہدہ بہت خاموش رہتی ہے آپ کا کیا خیال ہے؟
ج: میرا خیال ان کے خیال سے تھوڑا مختلف ہے۔
س: آپی میں ان کا نام لوں تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے بھلا کن کا؟
ج: دل تو پاگل ہے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی جانی جنگ اسلحے سے جیتی جاتی ہے یا جذبے سے؟

ج: کچھ محبت سے اور کچھ جذبے سے۔
س: ضرورت اور لالچ میں کیا فرق ہے؟
ج: جو پاک بھارت میں ہے۔
س: آپی جانی اگر اپنے والدین کو دکھ پہنچایا ہو تو اس کی تلافی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟
ج: معافی مانگ لینی چاہیے فوری۔
س: آپی جانی سردیوں میں آئس کریم کھانے کا زیادہ مزہ ہے یا گرم گرما کافی پینے کا؟
ج: آئس کریم کھانے کا۔

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

س: کیا میں آپ سے مل سکتی ہوں؟
ج: مل ہی تو رہی ہو۔
س: آپی آپ کی سالگرہ کب ہے میں آپ کو وش کروں گی؟
ج: اب تو یاد بھی نہیں کب ہوتی ہے۔
س: آپی اگر آپ وزیراعظم ہوتی تو پہلا کام کیا کرتیں؟
ج: ویسے اللہ نہ کرے اگر ہوتے بھی تو تم کو صدر بنا دیتے۔
س: آپی آج کل لوگ جھوٹی محبت کیوں کرنے لگے ہیں؟
ج: کیونکہ اب ہر چیز چائنا کی جو آنے لگی ہے۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

س: شمائل آپی آج کل لوگ اتنے کٹھور کیوں ہو گئے ہیں؟
ج: کیونکہ لوگوں نے اپنا ایمان بھلا دیا ہے۔
س: دل میں کچھ اور منہ پہ کچھ انسان ایسے کیوں ہوتے ہیں؟
ج: کیونکہ ان کے منہ میں پان ہوتا اس لیے۔
س: وہ آیا آ کے چل دیا ہم دیکھتے ہی رہ گئے بھلا کون؟
ج: وہی ناں......
س: اگر آپ سے کوئی کہے کہ محبت کو ایک لفظ میں سما دو تو آپ کا جواب؟
ج: محبت۔

دل آویز مقدس...... اٹک

س: آپی کیسی ہیں پہلی بار آئی ہوں جگہ ملے گی؟

ج: جی ضرور خوش آمدید۔
س: آپ اتنے مزے کے جواب کیسے دیتی ہیں؟
ج: بتا دیا تو مزہ خراب ہو جائے گا۔
س: آپ کو کوئی دکھ ہے تو ہم سے شیئر کریں ناں۔
ج: غم دوراں غم ہجراں۔
س: آپ کو تنگ تو نہیں کیا؟ ہمارے لیے دعا؟
ج: اب تو کر لیا ناں۔ خوش رہو۔

شہناز شازیہ سیال...... ضلع خانیوال

س: آپ کے کالم میں شرکت کے لیے سوال کرنا ضروری ہے کیا؟
ج: نہیں جی آپ سوال مت کیجیے بلکہ ہم سے پوچھیے۔
س: آپ پاکستان کا آئندہ صدر کسے چننا پسند کریں گی؟
ج: میرا ارادہ آپ کا تھا پر اب......
س: محبت کا پہلا اصول کون سا ہے؟
ج: ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔
س: گھر میں داخل ہونے کے بعد آپ گھر کی کون سی شخصیت کو دیکھنا پسند کرتی ہیں؟
ج: اپنی ماں کو......

نورین شاہد...... رحیم یار خان

س: آپی اس ملک کے حالات آخر کب ٹھیک ہوں گے؟
ج: جب اس ملک کے رہنے والے ٹھیک ہوں گے۔
س: ہم اتنے بے حس کیوں ہو گئے ہیں؟
ج: اس لیے کہ تمام حسیں سردی میں جم جاتیں اور گرمی میں......
س: کبھی کبھی دل کرتا ہے کہ ایسی جگہ چلی جاؤں جہاں اتنے بے حس لوگوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
ج: اس جگہ کا بتایئے گا ضرور......

فاخرہ ایمان...... لاہور

س: کیسی ہیں شمائلہ آپی؟ کافی دیر بعد حاضر ہوئی ہوں کیا مجھے مس کیا؟

ج: سوچنا پڑے گا ذرا۔
س: آپی مجھے ہر جگہ وہ ہی نظر آئے بھلا کون؟
ج: ہمارے بہنوئی اور کون۔
س: آپی سب کو پھول ہی کیوں پسند ہوتے ہیں کانٹے کیوں نہیں؟
ج: چلو پھر تم ہی پسند بنالو۔

انیس انجم...... جھنگ صدر

س: اپیا جانی کیسی ہیں آپ پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی یا نہیں؟
ج: جگہ بنانی پڑے گی خود ہی اور خوش آمدید ہم کہہ دیتے ہیں۔
س: آپی جی بھروسے پرسے بھروسا اٹھ جائے تو کیا ہوتا ہے؟
ج: تو اٹھے ہوئے بھروسے کو پکڑ کر بٹھالینا چاہیے۔
س: آسمان سات اور زمین ایک پھر بھی ان میں دوری کیوں؟
ج: جنرل نالج کمزور ہے تمہاری' لگتا ہے نقل کرکے......
س: جب رشتوں کی ضرورت ہوتی ہے تو رشتے ساتھ کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟
ج: اس لیے کہ ان کو ایلفی سے نہیں جوڑا گیا ہوگا۔
س: آپی جی ہمیشہ ایسے ہنستی مسکراتی رہیے جیسے؟
ج: جیسے بہار۔

عظمیٰ کنڈی...... گل امام

س: شمائلہ آپی کیسی ہیں آپ بیٹھنے کے لیے نہیں کہیں گی؟
ج: بٹھا تو رکھا ہے سرآنکھوں پر۔
س: آپی جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گے اور عورتوں کو کیا ملے گا؟
ج: پہلے تو یہ طے کروں وہ جنت میں جائیں گی بھی کہ......
س: لڑکیوں کو ایئر ہوسٹس کا پیشہ خطرناک کیوں نہیں لگتا؟
ج: کیوں کہ ہواؤں میں اڑنے کا شوق جو رکھتی ہیں۔
س: آپی محبت ایک حسین خواب ہے اور شادی؟
ج: اسی حسین خواب کی بھیانک تعبیر۔
س: اچھا آپی اللہ حافظ ہم ہیں راہی پیار کے پھر ملیں گے چلتے چلتے؟
ج: کبھی الوداع نہ کہنا۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

س: شمائلہ جی کہیے میری آمد کیسی لگی؟
ج: خزاں میں بہار جیسی۔
س: پھولوں کی خوشبو کی طرح' پیار سے' جوابات دینے کے علاوہ آپ کی شخصیت میں اخلاق درگزر کرنا بھی شامل ہے تو میرے سوال اچھے نہ لگیں تو درگزر کردیں؟
ج: جو حکم۔
س: سوچوں کو کون سا فل اسٹاپ لگایا جائے؟
ج: ایسا کوئی فل اسٹاپ نہیں۔
س: بڑوں کو عزت دیں اور چھوٹوں کو پیار' والدین اپنے بچوں کو اٹھتے بیٹھتے یہی درس کیوں دیتے ہیں کیا انہیں شک ہوتا ہے کہ......؟
ج: آگے خود عقل مند ہو۔ ہے ناں کچھ کہ......
س: زندگی جب مسلسل بےزار لگنے لگے تو......؟
ج: تو اسے سردی میں ٹھنڈے ٹھار پانی میں ڈبکی لگادینی چاہیے۔
س: چلیں آپ بتائیں کہ آپ جب روٹھتی ہیں تو کتنی منتیں کراتی ہیں؟
ج: یہ تم بتاؤ بھلا۔
س: میں آپ کی محفل میں ہر بار بنا کسی رکاوٹ کے آنا چاہتی ہوں کوئی طریقہ بتائیں؟
ج: کسی سیاسی پارٹی سے رابطہ کرلیں بس......!

کام کی باتیں

حنا احمد

ٹانسلز بڑھنے کا علاج

جن لوگوں کے ٹانسلز بڑھے ہوئے ہوں ان کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ قبض نہ ہونے پائے۔ ہاضمے کو اچھا رکھنے کی کوشش کی جائے' کسی قسم کی ترشی نہ استعمال کی جائے' گرما گرم کھانے سے بھی پرہیز کیا جائے اور زیادہ ٹھنڈا پانی مطلق نہ پیا جائے۔ گرم کھانا کھا کر فوراً ٹھنڈا پانی پینا بھی مناسب نہیں ہے۔ غذا میں سبزی' موسمی ترکاریاں' پھل اور دودھ کا زیادہ استعمال کریں۔ روٹی بغیر چھنے آٹے کی کھائیں' اگر پھر بھی قبض رہے تو پھر پندرہ دانے منقیٰ کو چوبیس گھنٹے پون گلاس پانی میں بھگو کر اس کا آب زلال صبح کے وقت نہار منہ پئیں۔ اس پانی میں منقیٰ کو اچھی طرح مسل کر اس کا پانی پی لیں اور اوپر سے وہی منقیٰ کھالیں' اس سے قبض جاتا رہے گا۔ انناس کا رس گلے کی جملہ تکلیفوں کے لیے اکسیر ہے' اسے ضرور استعمال کیجیے اور اس کے دوران اپنی ریڑھ کی ہڈی کی مالش بھی ضرور کروایئے۔ دن کے وقت گلے پر ٹھنڈے پانی کی پٹی باندھی جائے اس کے لیے آپ اتنا سوتی کپڑا لیجیے جس کی تین تہیں گلے پر لپیٹ دی جائیں اس پر فلالین یا کوئی اور اونی کپڑا لے کر اس کی بھی دو تین تہیں لپیٹ دی جائیں دن کے وقت دو دو گھنٹے بعد اس گیلی سوتی پٹی کو بدلتے رہیں' رات کو ایک پٹی کافی ہے۔

ان تدابیر کے ساتھ مہندی کے پتے چھ ماشہ' دھنیا چھ ماشہ اور پھٹکری دو ماشہ کو پانی میں جوش دے کر اس سے غرارے کریں اور غراروں کے بعد ماذو سبز ایک ماشہ' پھٹکری ایک ماشہ کو باریک پیس کر دو تولہ شہد میں ملا کر حلق میں لگایا کریں۔ کچھ دن یہ عمل کرنے سے آپ کو اس تکلیف سے نجات مل جائے گی۔

انجیر اور موٹاپا

جس طرح موٹاپا کم کرنے کے لیے جتن کیے جاتے ہیں' اسی طرح کچھ لوگ اتنے کمزور دکھائی دیتے ہیں کہ وہ موٹاپا حاصل کرنے کی تراکیب کے متلاشی نظر آتے ہیں' ان کو چاہیے کہ روزانہ دس دانے انجیر کھالیا کریں۔

تلوؤں میں پسینہ آنے کی صورت

جوتا پہننے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر پسی ہوئی پھٹکری لگانے سے پاؤں میں پسینہ نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ ہر روز بلاٹنگ پیپر کا تلا بھی رکھا جاسکتا ہے۔

آنکھوں کی زردی ختم کرنے کے لیے

چقندر کو چھیل کر اس کا پانی نچوڑ لیں اور پھر یہ پانی ناک میں چھڑکیں' آنکھوں میں یرقان کے باعث پیدا ہونے والی زردی ختم ہوجائے گی۔

نئے بال اگلنے کے لیے

سبز دھنیے کا پانی لے کر سر پر لگایا کریں' اس کا موسم نہ ہو تو خشک دھنیے کو نہایت باریک پیس کر روزانہ لیپ کریں' ان شاء اللہ چند روز کے لیپ کرنے سے گنج دور ہوجائے گا۔

چہرے کے گڑھے دور کرنے کے لیے

تھوڑی سی ملتانی مٹی لے کر عرق گلاب میں ملا کر چہرے پر دس پندرہ منٹ کے لیے لیپ کریں' بعد میں تازہ پانی سے دھولیں۔ کچھ دنوں بعد گڑھے دور ہوجائیں گے۔

ہاتھ پسیجنے سے بچنے کی ترکیب

اکثر خواتین کے ہاتھ سلائی کڑھائی کرتے وقت پسیجتے ہیں' اس سے سلائی و کڑھائی کی صفائی میں فرق پڑتا ہے اس کے لیے جب بینگنوں کا بھرتا بنانے کے لیے ابالا جائے تو وہ پانی لے لیں جس میں بینگن ابالے گئے ہیں اس پانی سے ہاتھوں کو دھوئیں' دو چار بار ایسا کرنے سے

ہاتھ نہیں پہنچیں گے۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

دانت: انمول تحفۂ قدرت

جو غذائیں ہم کھاتے ہیں ان کو سب سے پہلے دانتوں سے ہی واسطہ پڑتا ہے یہ دانت مختلف شکل و صورت کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض دانت غذاؤں کو کاٹتے اور توڑتے ہیں اور بعض غذاؤں کو پیس کر باریک کرتے ہیں دانتوں کا صرف ایک یہ ہی کام نہیں کہ یہ غذا کے ہضم کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں بلکہ ان سے انسان کے چہرے کی خوب صورتی بھی قائم رہتی ہے۔ موتیوں جیسے سفید چمک دار دانتوں سے چہرہ اچھا لگتا ہے۔

غرض یہ کہ تندرستی اور چہرے کی خوب صورتی کے لیے دانت ایک نہایت ضروری عضو ہیں اس لیے ان کی حفاظت کے لیے نیچے لکھی ہوئی ہدایتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے:۔

❖ دانتوں کی حفاظت کے لیے ان کو صاف ستھرا رکھنا بہت ضروری ہے۔ کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو صاف کیا جائے' دانتوں کی درزوں میں روٹی اور سبزی ترکاریوں کے جو ریشے پھنس جاتے ہیں ان کو خلال سے نکال دیا جائے اور اس کے بعد انگلی سے دانتوں کو مل کر کلی کر لی جائے۔

❖ روزانہ صبح کو مسواک کی جائے' آپ دانتوں کی صفائی کے لیے برش بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

دانتوں کا درد

❖ تلسی کی پتیاں باریک پیس کر گولی سی بنالیں اور اس کو موم کر کے درد والے دانت پر رکھیں۔

❖ ادرک کو پیس کر ذرا سا نمک ملا کر درد والے دانت پر رکھیں۔

❖ نوشادر ایک رتی ذرا سی روئی میں لپیٹ کر درد والے دانت پر رکھ کر دبالیں اور جو پانی نکلے اسے نکلنے دیں۔ درد دور ہو جائے گا

❖ ذرا سا کافور درد والے دانت پر رکھ کر دبالیں اگر داڑھ میں سوراخ ہو تو اس میں بھر دیں' درد دور ہو جائے گا۔

نزہت جبین ضیاء..... کراچی

منہ کے چھالوں کے لیے

ادرک ایک چھٹانک' سونف ایک چھٹانک' سبز الائچی ایک چھٹانک' سنگر مصری آدھا پاؤ ان سب کو کوٹ کر ملائیں اور سفوف تیار کر کے دو دو چمچ صبح' دوپہر' شام کھانے کے بعد ہمراہ پانی استعمال کریں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

مہر دین صدیقی..... میانوالی

گرتے بالوں کا مجرب نسخہ

کلونجی' لونگ' دو عدد انڈے اور مہندی میں دہی ملا کر سر پر لگائیں تین چار گھنٹے کے بعد کسی اچھے شیمپو سے دھولیں گرتے بالوں کے لیے میرا آزمودہ نسخہ ہے۔ اس سے بال نرم اور چمکدار ہو جائیں گے۔

فاطمہ ماریہ..... فیصل آباد

گنج پن کا یقینی علاج

شہد قدرت کی بیش بہا نعمت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت شہد استعمال کیا اس کو کبھی کوئی بیماری نہیں آئے گی۔ سر پر بال اگانے کے لیے زیتون کے تیل کے دو چمچ ایک چمچ شہد اور ایک چمچ سفوف دار چینی لے کر پیسٹ بنالیں اور نہانے سے پندرہ منٹ پہلے سر پر لگائیں اور اس کے بعد سر دھولیں۔

اسماء نور..... کراچی

❀